

THE MASTER KEY TO RICHES NAPOLEON HILL

کا
اردو ترجمہ —————
دولت مند بننے کے
آسان اور اچھوٹے
اصول



PDFBOOKSFREE.PK

اردو ترجمہ رانا اعجاز احمد

THE MASTER -KEY TO RICHES

BY:: Napoleon Hill

دولت مند بنے کے آسان

اور اچھو تے اصول

نپولیون ہل

اردو ترجمہ :: رانا اعجاز احمد

زندگی کی بارہ دلتنیں

مجھے یقین ہے کہ آپ دھرے تمام لوگوں کی طرح زندگی کی تمام خوشیاں اور آسائشیں حاصل کرنے کے خواہش مند ہونگے، یہ بات ایک فطری عمل ہے، آپ معاشر تھفظ چاہتے ہوں گے، جو صرف دولت مہیا کر سکتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار راتے ہوئے آپ خود اپنی دولت پیدا کرنا چاہتے ہوں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دولت پیدا کرنے کے لئے آسان راستوں کی تلاش میں رہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہ کریں اور ہمیں دولت حاصل ہو جائے۔ یہ بھی ایک فطری خواہش ہے۔ لیکن میں نے اپنی زندگی میں اپنے تجربے سے جو کچھ حاصل کیا ہے، شاید آپ کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہو سکے، وہ یہ ہے کہ بغیر قربانی یا محنت کے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن دولت حاصل کرنے کا ایک یقینی راستہ موجود ہے، اور اس کا علم صرف اس شخص کو ہوتا ہے، جس کے پاس ماہر چالی ہوتی ہے۔ یہ ماہر چالی ایک حیرت انگیز چیز ہے۔ جس کے پاس یہ موجود ہوتی ہے۔ وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے اس کو ہر بندور واڑہ کھولنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ عمدہ اور اچھی صحبت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

یہ عشق و محبت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ یہ انسان کے کردار اور اسکی شخصیت میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرتی ہے، جو اس کے لئے پائیدار وہی کے دروازے کھول دیتی ہے۔

یہ ایسے طریقوں سے روشناس کراتی ہے، جن کے ذریعے ہر بدقسمتی، ہر مایوسی، تمام غلط فیصلے، ماضی کی ہر ٹکست ایک قیمتی سرمائے میں بدل جاتی ہے۔

جن کے پاس یہ موجود ہوتی ہے، ان میں یہ امیدوں کے نئے چراغ جلا دیتی

ہے۔ اور ایسی تراکیب سے آگاہ کرتی ہے۔ جن کی مدد سے انسان اپنے اندر موجود ذہانت کے وسیع اور امجد و ذخیر سے بھر پور فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

یہ ادنیٰ انسانوں کو اقتدار، شہرت اور قسمت کی بلندیوں تک پہنچادیتی ہے۔

یہ گھری کی سوئیوں کو واپس گھماتے ہوئے ان لوگوں میں جوانی کی نجی روح پھونک دیتی ہے، جو وقت سے پہلے بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔

یہ ان طریقوں سے آگاہ کرتی ہے، جن کی مدد سے آپ اپنے ذہن پر مکمل اور پورا قابو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح یہ دلی جذبات اور سوچنے کی قوت پر مکمل قابو حاصل کرنے میں آپ کی بھرپور مدد کرتی ہے۔

وہ لوگ جو سکول کی رسمی تعلیم مناسب طور پر حاصل نہیں کر سکے، یہ ان کی کمزوریوں اور محرومیوں کا مدارا کرتی ہے۔ اور ان کو وہی موضع مہیا کرتی ہے، جو بہتر تعلیم حاصل کرنے والوں کو میسر ہوتے ہیں۔

اور آخر میں ایک ایک کر کے یہ زندگی کی ان بارہ دلتوں کے دروازے گھول دیتی ہے۔ جن کا ذکر میں بھی کرنے لگا ہوں۔

کوئی شخص بھی وہ بات نہیں سنتا جس کے سنتے کے لئے اس نے تیاری نہ کی ہو، یہ تیاری کی ایک پہلو پر مشتمل ہے۔ جن میں منقصہ سے اخلاص، دل کی انگساری، اور اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ کوئی بھی شخص ہر چیز کے بارے میں علم نہیں رکھتا وغیرہ شامل ہیں۔

میں آپ سے حقائق کے بارے میں بات کروں گا، اور بہت سے اصول بیان کروں گا۔ جن میں سے کچھ آپ نے کبھی بھی نہیں سنے ہوں گے۔ کیونکہ ان کا علم صرف ان لوگوں کو ہے، جنہوں نے اپنے آپ کو ما سڑ چاہی حاصل کرنے کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔

آپ کی دوستیاں

اس سے پہلے کہ میں بارہ دوستوں کا ذکر کروں، میں آپ کو ان چند دوستوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، جو آپ کے پاس پہلے ہی موجود ہیں۔ ہو ستا ہے آپ خود بھی ان دوستوں سے آگاہ نہ ہوں۔

سب سے پہلے میں آپ کو یہ باہر کرنا چاہتا ہوں، کہ اگرچہ آپ اپنے کو ایک واحد شخصیت خیال کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں آپ ایک سے زیادہ شخصیتوں کے مالک ہیں۔ آپ اور دوسرے تمام لوگ کم از کم دو شخصیتوں کے حامل ہیں۔ آپ میں سے اکثر کی دو سے بھی زیادہ شخصیتیں ہوتی ہیں۔

آپ کی ایک ہستی وہ ہے، جسے آپ جب آئینے میں دیکھتے ہیں، تو پہچان لیتے ہیں۔ یہ آپ کی مادی یا جسمانی ہستی ہے، لیکن یہ محض ایک مکان ہے، جس میں آپ کی دوسری ہستیاں رہتی ہیں۔ اس مکان میں کم از کم دو افراد اور بڑتے ہیں، جو اندر وہی طور پر ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔

ان میں سے ایک منفی رجحانات رکھنے والا شخص ہے، جو شک، غربت، اور خوف کے بارے میں سوچتا، چلتا پھرتا اور زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ یہ شخص ہمیشہ ناکامی کی توقع رکھتا ہے۔ اور اس حوالے سے اسے شاذ ہی ناکامی کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ایسے غمگین حالات میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ جن سے آپ چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مثلاً غربت، لاچ، توہماں، خوف، شک، غم اور جسمانی یا ماریاں وغیرہ۔

آپ کی دوسری ہستی ایک ثابت قسم کا شخص ہے، جو دولت کے متحرک اور ثبت پہلوؤں، اچھی صحت، محبت اور رہنمی، ذاتی کامیابی، تخلیقی نقطہ نظر اور دوسروں کی خدمت کے حوالے سے سوچتا ہے، اور ان فوستوں کے حصول کے لئے آپ کی بے خطار ہنمائی کرتا ہے، محض یہ وہ ہستی ہے، جو ان بارہ دوستوں کو پہچاننے اور ان کی قدر

دانی کے قابل ہوتی ہے۔ یہی وہ واحد ہستی ہے جو دوستوں کے حصول کے لئے مائز
چاپی وصول کرنے کے قابل ہے۔

آپ کے پاس دوسرے بہت سے اثاثے موجود ہیں، جن سے آپ خود بھی آگاہ
نہیں ہوتے، وہ پوشیدہ دوستیں جن کو آپ نے نہ تو کبھی پہچانا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی
استعمال کیا ہوتا ہے۔ ان میں وہ دولت بھی شامل ہے، جسے ہم ارتعاشی
مرکز (vibrating centre)

کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی حساس قسم کا سیٹ ہے۔ جو ریڈیائیل پیغام اسٹر
کرتا اور وصول کرتا ہے۔ اور آپ کے ارد گرد موجود انسانوں اور کائنات کے ساتھ
ہم آہنگ ہوتا ہے۔ یہ طاقت و ریونٹ آپ کے خیالات اور احساسات کو نشر کرتا
ہے۔ اور پیغامات کے ایک ایسے ختم نہ ہونے والے سلسلے کو وصول کرتا ہے۔ جو آپ
کی زندگی میں کامیابی کے لئے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک لا
محدود گنجائش کا حامل کبھی نہ تھکنے والا وظرفہ مواصالتی نظام ہے۔

آپ خواہ سور ہے ہوں یا جاگ رہے ہوں، آپ کا یہ ریڈیو اسٹیشن خود کا رطوبت پر
مسلسل کام کرتا رہتا ہے۔ اور آپ کی دو اہم شخصیات یعنی منفی شخصیت یا ثابت
شخصیت میں سے کبھی ایک اور کبھی دوسرے کے کنٹرول میں ہوتا ہے۔

جب یہ آپ کی منفی شخصیت کے کنٹرول میں ہوتا ہے، تو آپ کے انتہائی حساس
ریسورز (receivers) پے شمار منفی شخصیات کے صرف منفی پیغامات وصول کرتے
ہیں، یہ ایک بالکل نظری عمل ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اس کا کیا فائدہ؟۔ اور مجھے
موقع ہی نہیں ملا، جیسی سوچ جنم لیتی ہے۔ بالکل انہی الفاظ میں نہ ہی، لیکن یہ سوچ
آپ کی اپنی ذات پر اعتماد کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے
لئے آپ کی اپنی تو انسائیوں کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، منفی پیغامات اس
وقت وصول ہوتے ہیں، جب آپ کے وصول کرنے والے اسٹیشن پر آپ کی منفی

شخصیت کا کنش روں ہوتا ہے۔ اگر ان کو تسلیم کر لیا جائے اور راہنمائی کے لئے استعمال کیا جائے، تو یہ یقینی طور پر زندگی کو ایسے حالات کی طرف لے جاتے ہیں، جو آپ کی خواہش یا پسند کے باکل بر عکس ہوتے ہیں۔

لیکن جب آپ کی ثبت شخصیت کا کنش روں ہوتا ہے تو آپ کا مواصلاتی مرکز صرف، میں یہ کر سکتا ہوں، جیسے تحریک بخش تو اتنا لی سے بھر پور اور پر امید خیالات کو وصول کرتا ہے، جو آپ کے لئے خوش حالی، اچھی صحت، محبت، امید، یقین، ذہنی سکون اور خوشی کا باعث بنتے ہیں، اور یہ زندگی کی ایسی اقدار ہیں۔ جن کی آپ اور دوسرے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

سب سے بڑا تخفہ

میں آپ کو ما سٹر چابی دینا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے آپ زندگی کی ان وہ متوں کے علاوہ اور بہت سی دوسری دوستیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس چابی کی مدد سے ہر شخص اپنے ریڈ یا اسٹینشن کو اپنی ثبت شخصیت کے کنش روں میں لاسکتا ہے۔

میں آپ کو ایسے ذرائع سے آگاہ کروں گا، جن کی مدد سے آپ ما سٹر چابی کی برکات میں حصہ دار بن سکتے ہیں، لیکن اپنا حصہ وصول کرنے کی مکمل ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ کامیاب افراد کی زندگیوں کا قریبی مشاہدہ کرنے والے ہر شخص نے تسلیم کیا ہے۔ کہ تمام افراد میں کام یا بیان جو پاکدار ہوتی ہیں، ان کی ابتداء کسی دوسرے فرد کے سو و منداشت سے ہوتی ہے۔ جن میں وہ آپ کو شریک کرتا ہے۔

میں آپ کو اس علم میں شریک کرنا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے آپ تمام قسم کی دوستیں اپنی ذاتی ہمت کے بل بوتے پر حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ تمام تخفوں سے بڑا تخفہ ہے۔

یہ اپنی نوعیت کا واحد تخفہ ہے۔ جس کی کوئی بھی شخص، جسے ہماری جیسی قوم کافروں ہونے کا شرف حاصل ہے توقع کر سکتا ہے، کیونکہ ہمارے پاس تمام قسم کی وہ

زبردست دوستیں جوانانوں کو میسر ہیں، وافر مقدار میں موجود ہیں۔
میں سمجھتا ہوں، کہ آپ بھی امیر ہونا چاہتے ہیں۔

میں دولت کے حصول کے لئے مشکل اور لمبے راستوں پر چلتا رہا، جب کہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ ایک چھوٹا اور قابلِ اعتماد راستہ بھی موجود ہے، جسے میں اختیار کر سکتا تھا، اگر میری رہنمائی کرنے والا کوئی شخص موجود ہوتا، جس طرح میں آپ کی رہنمائی کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ہم اس قابل ہوں کہ جب یہ دوستیں ہمارے پاس پہنچ جائیں تو ہم انہیں پہچان سکیں، کچھ لوگ سمجھتے ہیں، کہ دولت پیسوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن پائدار دوستیں اپنے وسیعِ ترمذیوم میں مادی اشیا کے علاوہ اور بھی بہت سی اوصاف کی حامل ہوتی ہیں۔ اور میں یہ بھی وضاحت کرنا چاہوں گا، کہ دوسرے نیمر مادی اوصاف کے بغیر مخفی مادی دولت کا ذخیرہ وہ خوشیاں مہیا نہیں کر سکتا، جن کی کچھ لوگ اس سے توقع رکھتے ہیں۔

جب میں دولت کی بات کر رہا ہوتا ہوں، تو میرے ذہن میں وہ عظیم دوستیں ہوتی ہیں، جو اپنے مالک کو مکمل خوشی اور اطمینان مہیا کرتی ہیں۔ اور میں تبہہ دل سے اس میں ان لوگوں کو شریک کرنا چاہتا ہوں، جو ان کو حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ ایک ثابت ذہنی روایہ

تمام دولتوں کی ابتداء خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو، ذہنی حالت سے ہوتی ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ذہنی حالت ایک واحد چیز ہے، جس پر کسی بھی شخص کو کثرول کا مکمل اور تسلیم شدہ حق حاصل ہے۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ خالق کل نے انسان کو اپنے خیالات تشکیل دینے کے علاوہ کسی چیز پر اس قدر کمکمل کثرول عطا نہیں کیا۔ اور ساتھ ہی اس کو یہ سہولت بھی بخشی ہے کہ وہ ان کو اپنی مرضی کے کسی بھی نمونے کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔

ذہنی رو یہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ذہن کو ایک ایسے مقناطیس میں تبدیل کر دیتا ہے، جو صرف ایسے عناصر کو اور تصورات کو کھینچتا ہے، جو کسی شخص کے نمایاں خیالات، اہداف اور مقاصد سے میل کھاتے ہوں، اور ان سے مطابقت رکھتے ہوں، یہ کسی شخص کے ذہن میں پائے جانے والے اندیشوں، پریشانیوں اور شکوک سے مشابہت رکھنے اور انہیں اوصاف کے حامل عناصر کو بھی کھینچتا ہے۔ ایک ثابت ذہنی رو یہ دولت کے حصول کی طرف پہاقدم ہے، خواہ یہ مادی دولت ہو یا غیر مادی دولت۔

یہ حقیقی دولتی کی دولت اور اس دولت کو جس کے ہم مستقبل میں کامیابیوں کے لئے متاثر ہوتے ہیں، کھینچتا ہے۔

یہ وہ دولتیں مہیا کرتا ہے جو ہمیں قدرت کی دست کاریوں میں ملتی ہے، مثلاً جس طرح یہ چاندنی راتوں میں، آسمان پر تیرتے ہوئے ستاروں میں، خوبصورت مناظر میں، اور افق کے خطوط میں موجود ہوتی ہیں۔

اور وہ دولت جو ہمیں اپنی پسند کے کام میں محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جس کا ظہرار انسان کی روح کی بلند ترین سطح پر ہوتا ہے۔

اور گھر یلو رشتہوں میں ہم آہنگی کی دولت، جہاں خاندان کے تمام ارکان مل جل کر ایک دوستانہ تعاون کے جذبے سے کام کرتے ہیں۔

اور مضبوط جسمانی صحت کی دولت، جوان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو کام کو کھیل اور عقیدت کو محبت کے ساتھ متوازن رکھنا سیکھ جاتے ہیں۔ اور کھانے کے لئے زندہ رہنے کی بجائے زندہ رہنے کے لئے کھانے کی دانش کو سمجھ جاتے ہیں۔ اور خوف سے نجات کی دولت۔

اوہ متحرک اور غیر متحرک جوش و جذبے کی دولت۔

اور گانے اور ہننے کی دولت، جو کہ دونوں ذہنی حالت کی نشان دہی کرتی ہے۔

اور تا دیب نفس کی دولت، جس کے ذریعے ہمیں یہ خوش کن علم حاصل ہوتا ہے، کہ اگر ہم اپنے ذہن پر کنٹرول حاصل کر لیں، اور اسے ایک واسطع اور غیر مبہم مقصد کے حصول کے لئے استعمال کریں تو ہم وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں، جس کی ہمیں خواہش ہوتی ہے۔

اور کھیل کو دیکی دولت، جس کے ذریعے ہم زندگی کے تمام بوجھاتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں، اور دوبارہ چھوٹے بچے بن جاتے ہیں۔

اور اپنی دوسرا ہستی کو دریافت کر لینے کی دولت، وہ ہستی جو مستقل ناکامی جیسی حقیقت سے با اکل واقف نہیں ہوتی۔

اور مراثی کی دولت، یعنی رابطے کی وہ کڑی جس کی مدد سے کوئی بھی شخص لامحدود آفاتی داشت سے اپنی مرضی کے مطابق حصہ وصول کر سکتا ہے۔

بھی ہاں ان کے علاوہ تمام دوسری دولتیں بھی ثبت ڈنی رویے سے جنم لیتی ہیں۔ لہذا اس میں ہماری کاموں پہلو نہیں کہ بارہ دولتوں کی فہرست میں ثبت ڈنی رویہ سب سے پہلے آتا ہے۔

۲۔ مضبوط جسمانی صحت

مضبوط جسمانی صحت کی ابتداء، صحت کے بارے میں شعور سے ہوتی ہے، جو ایسے ذہن کی پیداوار ہوتا ہے، جو بیماری کے بجائے صحت کے حوالے سے سوچنے کا نادی ہو، اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی عادات میں اعتدال اور متوازن جسمانی سرگرمیوں کا خواگر ہو۔

۳۔ انسانی تعلقات میں ہم آہنگی

انسانی تعلقات میں ہم آہنگی کا آغاز اپنی ذات سے ہوتا ہے، جو کچھ شکل سپریز نے کہا وہ با اکل درست ہے، اور اس کی بداشت پر عمل کرنے سے فائدہ حاصل ہو ستا ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ مخلص اور سچے ہو جائیں، تو جس طرح رات کے بعد دن

آتا ہے، اسی طرح آپ کسی کے ساتھ دغا اور غریب نہیں کر سکیں گے۔

۴۔ خوف سے آزادی

ہر وہ آدمی جو کسی بھی چیز سے خوف زدہ ہے، آزاد آدمی نہیں کہا سکتا، خوف تباہی اور بر بادی کا نقیب ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ یہ جہاں بھی جنم لے اسے پوری طرح پہلنے پھولنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ سات بنیادی خوف ہیں، جو عام طور پر انسانی ذہن میں جنم لیتے ہیں:

☆ غربت کا خوف

☆ تنقید کا خوف

☆ خرابی صحت کا خوف

☆ محبت سے محرومی کا خوف

☆ آزادی سے محرومی کا خوف

☆ بڑھاپے کا خوف۔

☆ موت کا خوف

۵۔ کامیابی کی امید

ان اشیاء کے حصول میں، جو ہم آج تک حاصل نہیں کر سکے، کامیابی کی امید سب سے بڑی خوشی ہے، جو کسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ شخص ناقابل حد تک غریب ہوتا ہے۔ جو مستقبل میں اس امید کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا، کہ وہ ان اہداف کو حاصل کر لے گا، جو ماضی میں حاصل نہیں کر سکا۔

۶۔ یقین محاکم

یقین انسان کے شعوری ذہن اور عظیم دانش کے امداد و آفاقت ذخیرے کو باہم جوڑنے والی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انسانی ذہن کے باغ کی وہ زرنیز مٹی ہے، جہاں زندگی کی تمام تر واقعیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ وہ دانشی اکسیر ہے، جو خیال کی

اہر وہ کو تخلیقی قوت اور تحریک بخشتا ہے۔

یقین تمام نام نہاد مجذہ وں اور بہت سے اسرار جن کی عقل اور سائنس تشریح کرنے سے قادر ہے، کی بنیاد پر ہے۔

یقین وہ رومانی کمیکل ہے، جسے جب دعا کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، تو عظیم داش کے ساتھ براہ راست اور فوری اعلق مہیا کرتا ہے۔

یقین وہ قوت ہے، جو خیالات کی معمولی تو انا یوں کو ان کی ہم پلہ رو حالتی تو نہیں میں تبدیل کر دیتی ہے، اور یہ واحد قوت ہے، جس کے ذریعے عظیم داش کی آفاتی قوتوں کو انسانی تصرف میں لایا جاسکتا ہے۔

۷۔ اپنی خوش بختی میں دوسروں کو شریک کرنے پر آمادگی۔

جو بانٹنے کے مبارک فن سے آشنا نہیں ہے، وہ خوشیوں کے حصول کے حقیقی راستے سے بھی نا آشنا ہے۔ کیونکہ خوشی صرف بانٹنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ تمام قسم کی دوستیں مخصوص بانٹنے کے سادہ عمل کے نتیجے میں، جہاں یہ زیادہ بہتر طور پر دوسروں کے کام آ سکیں، پہلے سے کئی گناہ اور زیادہ جاذب نظر ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں، آپ اپنے دوسرے ساتھیوں کے دلوں میں پاندار مقام تباہی بنا سکتے ہیں، جب آپ ان کو بھی اپنی خوش بختیوں میں شریک کرتے ہیں۔

وہ دوستیں جن میں کسی کو شریک نہ کیا جائے یا بانٹی نہ جائیں، خواہ یہ مادی ہوں یا غیر مادی، اس گلاب کی طرح مر جھا جاتی اور مر جاتی ہیں جس کو تنے سے کاٹ دیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ قدرت کا قانون ہے، کہ کسی چیز کو بے عملی کی حالت میں رکھنا یا اس استعمال میں نہ اتنا اس چیز کے گلنے سے نہ اور موت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس حقیقت کا اطلاق انسان کی مادی ملکیتوں پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے، جتنا ہر مادی جسم کے سیل پر ہوتا ہے۔

۸۔ اپنی پسند اور شوق کا کام

دنیا میں اس سے زیادہ کوئی دولت مند نہیں ہو سکتا، جس کو اپنی پسند اور شوق کا کام مل جائے، اور وہ اپوری تین دہی سے اسے انجام دے رہا ہو۔ کیونکہ کام یا محنت خواہش کے انسانی اظہار کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ محنت تمام انسانی ضروریات کی طلب اور رسد کے درمیان ایک رابطے کی شکل ہے۔ انسانی ترقی کی پیش رو ہے، ایک ایسا واسطہ ہے۔ جس کے ذریعے انسان کے تصور کو عمل کے پنجھ لگ جاتے ہیں، اپنی پسند کا تمام تر کام مقدس ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کرنے والے کو اظہار نفس کی خوشی مہیا کرتا ہے۔

تمام موضوعات کے بارے میں وسعت قلب یا وسعت نظر کا ہوتا۔

رواداری یا بردباری جو کہ تہذیب کی اعلیٰ ترین علامت ہے، صرف ان لوگوں میں پائی جاتی ہے، جو تمام موضوعات کے بارے میں ہمہ وقت وسعت نظر کے حامل ہوتے ہیں، اور یہ صرف وسیع انظر شخص ہی ہوتا ہے۔ جو حقیقی معنوں میں تعلیم یافتہ ہو سکتا ہے، اور اس طرح وہ زندگی کی عظیم و ایسی حاصل کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ تادیب نفس

وہ شخص جو اپنی ذات کا مالک نہیں بن سکتا، وہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ وہ شخص جو اپنے وجود کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنے دنیاوی نصیب کا بھی مالک ہوتا ہے۔ اپنی تقدیر کا بھی مالک ہوتا ہے۔ اور اپنی روح کا صردار ہوتا ہے۔ اور تادیب نفس کی اعلیٰ ترین صورت اس وقت سامنے آتی ہے جب کوئی شخص بہت زیادہ دولت یا اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد جسے عام طور پر کامیابی کہا جاتا ہے عجز و انگاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

11۔ لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت

وہ شخص جس کے پاس لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہوتی ہے ہمیشہ اس حقیقت سے

آشنا ہوتا ہے کہ تمام لوگ بنیادی طور پر ایک جیسے ہوتے ہیں، یعنی وہ ایک ہی تنے سے بچوٹنے والی شناخیں ہیں۔ اور یہ کہ انسانی سرگرمیاں زندگی کے نوبنیادی محركات سے تحریک پکڑتی ہیں۔ یعنی:

محبت کا جذبہ

جنسی جذبہ

مادی فوائد حاصل کرنے کی خواہش

ذاتی تحفظ کی خواہش

جسمانی اور ذہنی آزادی کی خواہش

اظہار نفس کی خواہش

موت کے بعد زندگی کے دوام کی خواہش

غصے کا جذبہ

خوف کا جذبہ

اور صرف وہ شخص دوسرے لوگوں کو سمجھ سکتا ہے جو پہلے اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔

وسروں کو سمجھنے کی صلاحیت انسانوں میں مخاصمت کی بہت سی عام و جوہات کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ ہر قسم کی دوستی کی بنیاد ہے۔ یہ انسانوں کے درمیان تمام تر ہم آہنگی اور تعاون کی بنیاد ہے۔ یہ ایڈر شپ کے لیے جو کہ دوستانہ تعاون کی طلب گار ہوتی ہے، ایک اہم خصوصیت ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ تمام کائنات کے خالق کو پہچاننے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

12 معاشی تحفظ

ان بارہ و متوں کا آخری لیکن انتہائی اہم حصہ غیر مادی نوعیت کا حامل ہے۔

معاشی تحفظ مخصوص رقم جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اس خدمت سے حاصل ہوتا ہے جو کوئی شخص وسروں کے لیے انجام دیتا ہے کیونکہ مفید خدمات کو ہم تمام

انسانی ضروریات کی شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس لیے نقد رقم کو استعمال کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں۔

ایک ارب پتی بنس میں کو معاشی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اس کے پاس بہت زیادہ دولت ہوتی ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مردوں اور خواتین کو منفعت بخش مازمت مہیا کرتا ہے۔ اور ان کے ذریعے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو بہت زیادہ اہمیت کی حامل اشیاء اور خدمات مہیا کرتا ہے۔ جو خدمات وہ مہیا کرتا ہے وہ زر نقد کو کچھ ہیں اور یہی وہ درست راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے پائیدار معاشی تحفظ حاصل کرنا چاہیے۔

اس وقت میں آپ کو ان اصولوں سے روشناس کراؤں گا جن کی مدد سے ہر قسم کی دولتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان اصولوں کو استعمال کرنے کے لیے آپ کو سب سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا۔ ضروری ہے کہ ان دولتوں کو حاصل کرنے کے لیے آپ کا ذہن تیار ہو باکل اسی طرح جس طرح بچ بونے کے لیے زمین کی سطح کو تیار کیا جاتا ہے۔

جب کوئی شخص کسی چیز کے لیے تیار ہوتا ہے تو وہ لازمی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن چیزوں کی جسے ضرورت ہے وہ بغیر کسی وجہ کے حاضر ہو جائیں گی۔ کیونکہ کسی شخص کی ”ضروریات“، اور ان کو ”حاصل کرنے“ کے لیے تیاری، میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اگر آپ اس فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو آپ ان اہم فوائد سے بھی محروم ہو جائیں گے جو میں آپ تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اہنذا صبر سے کام لیں اور مجھے موقع دیں کہ میں آپ کو ان اشیاء کے لیے تیار کر سکوں جن کی آپ کو خواہش ہے۔ مجھے اپنے طریقے پر زندگی کرنا ہوگی۔

ابتداء میں میرا یہ طریقہ کا رہ آپ کو عجیب و غریب معلوم ہو ستا ہے لیکن یہ بات آپ کی حوصلہ شکنی کی موجب نہیں بُنی چاہیے، کیونکہ تمام نئے خیالات عجیب معلوم ہوتے

ہیں۔ اگر آپ کو میرے طریقہ کار کے عملی ہونے پر شک ہے تو آپ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ حقیقت کافی ہے کہ مجھے تمام دولت اسی پر عمل کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

انسانی ترقی میں ستر فتاری کی وجہ ہمیشہ یہی رہی ہے کہ لوگ نئے خیالات قبول کرنے میں چکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جب سیموئیل مورس نے یہی گراف کے ذریعے اپنے مواصالتی نظام کا اعلان کیا تو لوگوں نے اس کا تھٹھا اڑایا۔ اس کا نظام تقلید پسندی سے ہٹ کر تھا، یہ بالکل نیا تھا اس لیے شکوک و شبہات کا نشانہ بنا۔

اور دنیا نے مارکوںی کو بھی تمسخر کا نشانہ بنایا جب اس نے مورس کے نظام میں مزید بہتری پیدا کرتے ہوئے بغیر تارکے مواصالتی نظام کا اعلان کیا۔

تھامس ایڈیسون نے جب چمکتی ہوئی بر قریب شنی حاصل کرنے میں اپنی کامیابی کا اعلان کیا تو دنیا نے اس کا نداق اڑایا۔ اس طرح اس شخص کو بھی اسی قسم کے تجربے کا سامان ہوا جس نے دنیا کے سامنے بغیر کسی گھوڑے یا جانور کے خود بخود چلنے والی گاڑی پیش کی۔

ولبر اور آلبور رائٹ نے جب اپنی اڑنے والی پہلی مشین کی اڑان کے بارے میں اعلان کیا تو دنیا نے اس کی کوئی پرواہنہ کی اور اخبارات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس مظاہرے کو دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

پھر جدید ریڈیو کی ایجاد سامنے آئی جو انسانی ذہانت کا ایک مجزہ ہے، جس نے آئندہ چل کر دوسریوں کو سمیٹ دینا تھا۔ لیکن وہ ذہن جو اس کے لیے تیار نہ تھے ان کے نزدیک یہ مخفض بچپوں کو بہانے کا ایک سکھلانا تھا۔

میں نے ان باتوں کا ذکر مخفض اس لیے کیا ہے کہ آپ لوگ جو دولت کے حصول کے لیے ایک نئے راستے کا انتخاب کر رہے ہیں صرف اس کے نئے پن کو دیکھتے

ہوئے دل برداشت نہ ہو جائیں۔ میرے ساتھ چلیں اور میرے فلسفے پر عمل کریں اور یقین رکھیں کہ آپ کے لیے یہ یہی کام کرے گا جس طرح اس نے میرے لیے کام کیا ہے۔

دولت کے لیے آپ کی راہنمائی کرتے ہوئے مجھے اپنی کوششوں کا باالکل اتنا ہی معاف و نفع ملے گا جتنا آپ کو میری ان کوششوں کے نتیجے میں فائدہ حاصل ہو گا۔ یہ کائنات کا ایک ابدی اصول ہے۔ ضروری نہیں کہ مجھے میرا معاف و نفع برداہ راست آپ کی جانب ہی سے وصول ہو جو کہ میرے فلسفے پر عمل کر رہے ہیں، لیکن یہ کسی نہ کسی صورت میں مل ضرور جائے گا۔ کیونکہ یہ حقیقت عظیم آفاقی منصوبے کا حصہ ہے کہ کوئی بھی مفید کام جو کوئی شخص شروع کرتا ہے اس کا بدل ضرور ملتا ہے۔ جیسا کہ ایمرسن کا مقولہ ہے ”آپ کام شروع کریں اس کو کرنے کی قوت آپ کو مل جائے گی“۔

اس سے قطع نظر کہ آپ کے کام آنے کے بد لے مجھے کیا ملے گا، مجھ پر ایک قرض بھی ہے کہ دنیا نے مجھے جو نعمتیں اور سہواتیں عطا کی ہیں ان کی واپس ادائیگی کے لیے بھی کچھ کروں۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی مدد کے بغیر میں اپنی یہ ساری دنیا کی دولت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ذائقی مشاہدہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے پائیدار دنیوں حاصل کی ہیں انہوں نے امارت کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلایتے ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کی جانب ان لوگوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے پھیلایا ہوتا ہے جو چوپانی پر پہنچ چکے ہیں، اور ایک نیچے کی جانب ان لوگوں کو سہارا دنیے کے لیے پھیلایا ہوتا ہے جو ابھی اوپر چڑھ رہے ہیں۔

اور میں آپ کو بھی جو دولت کے حصول کے راستے پر گام زن ہیں یہ نصیحت کروں گا کہ دینے اور لینے کے لیے دونوں ہاتھ پھیلایا کر آگے بڑھیں۔ کیونکہ یہ ایک جانی پچھائی حقیقت ہے کہ کوئی بھی شخص پائیدار کامیابی یا پائیدار دنیا حاصل نہیں کر سکتا۔

اگر وہ اپنی انہی خواہشات کے متناشی دوسرے افراد کی مدد نہیں کرتا۔ کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے پہلے دینا ضروری ہے۔

اور اب جبکہ ہمیں پتا چل چکا ہے کہ زندگی کی حقیقی دل تینیں کیا ہیں، میں آپ کو اگلے مرحلے سے روشناس کراؤں گا جس پر آپ کو اجازی عمل کرنا ہو گاتا کہ آپ اپنے ذہن کو دولت حاصل کرنے کے لیے تیار کر سکیں۔

میں یہ بتاچکا ہوں کہ میں نے اپنی دولت دوسروں کی مدد سے حاصل کی ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ ان سب کے لئے جانے پہچانے ہیں جو میری یہ کتاب پڑھ رہے ہیں۔ کچھ اجنبی ہیں جن کے نام آپ نے شاید کبھی بھی نہ سنے ہوں گے۔

ان اجنبیوں میں میرے آنحضرت ایسے ہیں جنہوں نے دولت کو قبول کرنے کے لیے میرے ذہن کی تیاری میں بہت زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ میں انہیں آنحضرت کے کہتا ہوں۔ یہ میری جانگت ہوئے بھی مدد کرتے ہیں اور اس وقت بھی مدد کرتے ہیں جب میں سورہا ہوتا ہوں۔

اگرچہ ان شہزادوں سے میری آمنے سامنے کبھی بھی ملاقات نہیں ہوئی جیسا کہ میں دوسرے لوگوں سے ملتا رہا ہوں جنہوں نے میری مدد کی ہے یہ کھڑے ہو کر میری دولت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے خوف سے حسد سے لائق ہے، شک سے، تذبذب سے اور کام کو التواء میں ڈالنے سے بچائے رکھا ہے۔ انہوں نے مجھے اپنی ذاتی پیش قدمیوں کا حوصلہ بنخشا ہے، میرے تصورات کو متحرک رکھا ہے، ایک واضح متعین مقصد عطا کیا ہے اور اس کے حصول کے لیے یقین کی دولت سے نوازا ہے۔

یہ اصل میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے ذہن کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور میرے ثابت ذاتی رویے کے معمدار ہیں۔

اور اب میں ان کو آپ کے سپرد کرتا ہوں تاکہ یہ آپ کے لیے بھی ایسی ہی

خدمات انجام دے سکیں۔

☆☆☆



اٹھ شہزادے

آپ ان شہزادوں کو کسی بھی دوسرے نام سے جو آپ پسند کریں پکار سکتے ہیں۔
ناصح، مشیر، پرست یا نیک ارواح جو چاہی کہہ سکتے ہیں۔
جو بھی نام ہو، شہزادے اس طریقے سے میرا کام کرتے ہیں جو سادہ اور قابل عمل
ہے۔

ہر رات، دن کی سرگرمیوں کے اختتام پر، شہزادے اور میں ایک گول میز کافرنس
کرتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ دن بھر انہوں نے جو میری خدمات
انجام دی ہوتی ہیں ان کا شکریہ ادا کر سکوں اور اس طرح ان کے ساتھ اپنے تعلقات
کو مزید مضبوط بناسکوں۔

یہ کافرنس ٹھیک اس طرح سے جاری رہتی ہے گویا کہ یہ شہزادے اپنے حقیقی
گوشت پوست کے وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ اپنے اتصور کی قوت سے رابطہ
کرتے ہوئے سوچ، بچار، نظر ثانی اور شکریہ ادا کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

یہ آپ کی اس صلاحیت کا پہلا امتحان ہو ستا ہے کہ آپ کسی حد تک اپنے ذہن کو
دلتیں قبول کرنے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔ جب کسی ناخوشنگوار صورت حال کا سامان
ہو، تو محض یاد کریں جب مورس، مارکوں، ایڈیسن اور رائٹ بر اور ان نے پہلی مرتبہ
اپنے نئے اور بہتر منصوبوں اور مالا اسات کا اعلان کیا تو کیا ہوا تھا۔ اس طرح آپ کو
ناخوشنگوار صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے حوصلہ اور طاقت ملے گی۔

آنے اب شہزادوں کے ساتھ اپنی مجلس کا آغاز کرتے ہیں:
آج بہت خوبصورت دن تھا۔

اس نے مجھے جسمانی اور رُدنی صحت سے نوازا ہے۔

اس نے مجھے کھانے پینے کی اشیاء اور اورہنے کے لیے کپڑے مہیا کیے ہیں۔

اس نے مجھے دوسروں کے کام آنے کے لیے ایک اور دن مہیا کیا ہے۔
اس نے مجھے ڈنی سکون مہیا کیا ہے اور تمام اندیشوں اور وسوسوں سے نجات دلائی
ہے۔

اے میری راہنمائی کرنے والے شہزاد، ان انعامات کے لیے میں آپ کا شکر
گزار ہوں۔ اپنی مااضی کی زندگی کے الجھے ہوئے مسائل کو سلبھانے اور اس طرح
میرے ذہن اور میرے جسم کو اور میری روح کو خوف اور فساد کے اثرات اور
وجوبات سے بچانے پر آپ سب کا جمیع طور پر شکر گزار ہوں۔

ماڈی خوشحالی کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن کو تو نگری
اور افراط کے احساس سے لبریز کیا اور غربت اور کمی کے احساس سے آزاد کیا۔

مضبوط جسمانی صحت کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن
کو مضبوط صحت کے احساس سے بھرے رکھا اور اس طرح وہ ذرائع مہیا کیے جنہوں
نے جسم کے ہر خلیے اور ہر جسمانی عضو کو آفتابی تو نامی کی وہ مناسب مقدار مہیا کیے
رکھی جن کی ان کو ضرورت تھی۔ اور اس عظیم داش کے ساتھ برہا راست تعلق مہیا کیا
جو کہ اس تو نامی کو جہاں اس کی ضرورت تھی پہنچانے اور اس کے اطاق کے لیے
کافی ہے۔

ڈنی سکون کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن کو ہر قسم کی
مزاحموں اور اپنی بھی عائد کردہ بندشوں سے آزاد رکھا اور اس طرح میرے جسم اور
میرے ذہن کو مکمل آرام اور سکون مہیا کیا۔

امید کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری آج کی خواہشات کی
جمیل اور کل کے اہداف کی جمیل کا وعدہ کیا۔

یقین کے شہزادے میں اس رہنمائی پر تمہارا شکر گزار ہوں جو تم نے مجھے مہیا کی۔ تم
نے مجھے وہ کام کرنے پر اکسایا جو میرے لیے فائدہ مند تھے اور وہ کام کرنے سے

روکا جو اگر گر لیتا تو میرے لیے نقصان وہ ہو سکتے تھے۔ تم نے میری سوچوں کو قوت بخشی اور میرے کاموں کو زور اڑ سے نوازا۔ اور مجھے وہ فہم عطا کیا جس کی مدد سے میں قوانین قدرت کو سمجھ سکوں اور ساتھ ہی اس قدر بصیرت دی کہ میں اپنی ذات کو ان کے ساتھ ہم آہنگ کر سکوں۔

رومانس کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ سالوں گزر جانے کے باوجود مجھے جوانی کے جذبے سے سرشار رکھا۔

مجموعی دانش کے شہزادے میں تمہارا دامنی شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ماضی کی تمام ناکامیوں، شکستوں، بصیرت کی غلطیوں، خدشات، غلطیوں، مایوسیوں اور ہر قسم کی خسوستوں کو انمول اہمیت کے پائیدار اثاثے میں تبدیل کر دیا۔ اور میرے اندر یہ اہمیت اور خواہش پیدا کی کہ میں دوسروں کو اس بات پر تیار کر سکوں کہ وہ اپنے ذہنوں پر تصریح حاصل کریں اور اپنی ذہنی قوت کو زندگی کی واقتوں کے حصول کے لیے استعمال کریں۔ یوں مجھے اس سعادت سے نوازا کہ میں اپنی تمام خوش نصیبوں میں ان لوگوں کو بھی شامل کر سکوں جوان کو حاصل کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس طرح دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہوئے اپنی خوش نصیبوں میں مزید اضافہ کر سکوں۔

میں اس لیے بھی تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ کسی بھی انسانی تحریر کو بوجھ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور تمام تحریر بات کو مفید خدمات میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور سوچنے کی قوت واحد قوت ہے جس پر میرا مکمل کنٹرول ہے اور یہ کہ سوچنے کی قوت کو ہم مرضی کے مطابق خوبی میں تبدیل کر سکتے ہیں اور میرے سوچنے کی قوت پر کسی قسم کا قدغن یا حد بندی نہیں ہے، سوائے اس کے جو میں نے خود اپنے ذہن میں لوگوں کو رکھی ہیں۔

میری خوش قسمتی کا سب سے بڑا اثاثہ ان آٹھ شہزادوں کی موجودگی کو شناخت کر لیما ہے۔ کیونکہ یہ ہیں وہ جنہوں نے میرے ذہن کو ان بارہ واقتوں کے فوائد حاصل

کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔

یہ میری ان شہزادوں سے روزانہ گفتگو کرنے کی عادت ہے جس کی وجہ سے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں مجھے ان دلوں کی پائیداری پر یقین ہے۔

یہ شہزادے ایک ایسا واسطہ ہیں جن کے ذریعے میں اپنے ذہن کو ان چیزوں پر مر تکز رکھتا ہوں جن کو میں چاہتا ہوں اور ان چیزوں سے ذہن کو ہٹانے رکھتا ہوں جن کو میں نہیں چاہتا۔

یہ مجھے ہر قسم کے منفی ڈنی رویے سے مسلسل تحفظ فراہم کرتے ہیں اور یہ منفی خیالات کے بیجوں کو ہیرے ذہن میں جڑیں پکلانے سے پہلے ہی برداشت کر دیتے ہیں

یہ زندگی کے اہم مقصد پر مجھے اپنا ذہن مر تکز رکھنے میں مدد دیتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں پورا تعاون مہیا کرتے ہیں۔ یہ مجھے اپنی ذات میں اور دنیا کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کرنے میں مدد دیتے ہیں اور مجھے اپنے ضمیر کے ساتھ ہم آہنگ رکھتے ہیں۔

یہ مجھے ماضی کی ناکامیوں اور شکستوں پر مبنی تمام ناخوشگوار خیالات کے خلاف اپنے ذہن کی کھڑکیاں بند رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ان کو میرے لیے ایک انمول خزانے میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ان شہزادوں نے مجھے میرے اندر موجود ایک ”دوسرا ہستی“ سے روشناس کیا ہے جو کہ اس جذبے کے ساتھ سوچتی، حرکت کرتی، منصوبہ بناتی، چاہتی اور عمل کرتی ہے جو ”ناممکن“، جیسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

اور یہ بے شمار مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہر مصیبت اپنے ساتھ اپنے برابر کے فوائد کے سچ بھی لے کر آتی ہے۔ لہذا جب مجھے کوئی مصیبت گھیرتی ہے، جیسا کہ یہ ہر ایک کو گھیرتی ہے، میں اس سے خوفزدہ نہیں ہو جاتا، بلکہ میں ”اس کے برابر فائدے کا

بجع،" تلاش کرنا شروع کر دتا ہوں اور اس سے موافق امکانات کا پوادا گانے کی کوشش کرتا ہوں۔

ان شہزادوں نے مجھے میری ان اپنائی سخت مصیبتوں پر جن کا مجھے سامنا ہوتا ہے قابو پانہ سکھا دیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرے جسم اور روح کے لیے کیا اچھا ہے اور تمام اچھائیوں کے سرچشمے کی جانب میری رہنمائی کی ہے۔

انہوں نے مجھے اس سچائی سے روشناس کیا ہے کہ حقیقی خوشی اشیاء پر تصرف حاصل کرنے سے یا انہیں اپنی ملکیت میں لینے سے حاصل نہیں ہوتی، مادی اشیاء کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے۔

اور انہوں نے مجھے سکھایا ہے کہ لوگوں سے کام کروانے کے بجائے خود و مردوں کے لیے مفید کام انجام دینا سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔

میں نے شہزادوں سے کبھی کوئی چیز طلب نہیں کی بلکہ جو کچھ انہوں نے مجھے پے سے دے رکھا ہے ہمیشہ ان پر شکر گز ادی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

شہزادے میری ضروریات سے آگاہ ہیں اور انہیں پورا کرتے ہیں۔ جی ہاں! وہ مجھے تمام ضروریات زندگی و افر مقدار میں مہیا کرتے ہیں۔

شہزادوں نے مجھے سکھایا ہے کہ میں ہمیشہ حوالے سے سوچوں کہ میں لوگوں کو کیا دے سکتا ہوں اور اس کے بدلتے میں کوئی چیز حاصل کرنے کی خواہش ہرگز نہ رکھوں۔ انہوں نے مجھے بے اگ زندگی بسر کرنے کا سبق دیا ہے۔ ایسی زندگی جو کسی شخص کو اس کی اپنی اندر وہی قوتوں سے روشناس کروائے اور وہ جب چاہے اپنی مرضی کے مطابق ان قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مسائل کو حل کر سکے اور اپنی ضرورت کے مطابق تمام مادی اشیا حاصل کر سکے۔

انہوں نے مجھے پر سکون ہونا اور اپنے باطن کی آواز کو سمنا سکھایا ہے۔

انہوں نے مجھے اس یقین سے نوازا ہے کہ میں اپنی عقل کو پس پشت ذاتے ہوئے

باطن کی آواز سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہوں اور پورے وثوق کے ساتھ یقین کر سکتا ہوں کہ وہ پر سکون مدد ہم آواز جو میرے باطن سے انہری ہے وہ میری قوت استعمال کی نسبت بہت ارفع ہے۔

زندگی کے جس مسلک پر میں یقین رکھتا ہوں وہ انہی شہزادوں کا عطا کردہ ہے۔ میں آپ کو بھی اس میں شریک کرتا چاہتا ہوں تاکہ آپ بھی اسے اپنے مسلک کے طور پر اپنا سکیں۔

ایک خوش و خرم انسان کا مسلک

خوشیاں تلاش کرنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہوئے مجھے اپنی خوشیاں بھی مل گئی ہیں۔

میں اچھی اور مضبوط صحت کا مالک ہوں گیوں کہ میں ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرتا ہوں۔ میں صرف وہ نہ اگھیں استعمال کرتا ہوں جو قدرت نے جسمانی نشوونما کے لیے پیدا کی ہیں۔

میں ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوں۔

میں کسی سے نفرت نہیں کرتا، کسی سے حسد نہیں کرتا بلکہ تمام نوع انسانی سے محبت کرتا ہوں۔

میں اپنی پسند کا کام کرتا ہوں، جس میں کھیل کو بڑی فرائد لی سے شامل کر لیتا ہوں، اس لیے میں کبھی بھی کام سے تخلیاً کرتا تا نہیں ہوں۔

میں ہر روز شکریہ ادا کرتا ہوں، مزید دلوں کے لیے نہیں، بلکہ اس داش کے لیے جس کی مدد سے میں دولت کے اس غظیم ذخیرے کو جو میرے اختیار میں ہے پہچانتا ہوں، سمیٹتا ہوں اور مناسب انداز میں استعمال کرتا ہوں۔

میں جس کا بھی نام لیتا ہوں میرا مقصد محض اس کی عزت افزائی کرتا ہوتا ہے۔

میں کسی بھی شخص کی مدد یا ہمدردی کا طلب گار نہیں ہوتا میں صرف اپنی دلوں کو

تمام ان لوگوں میں تقسیم کرنے کا خواب اب ہوتا ہوں جو انہیں لینا چاہتے ہیں۔ اپنے
غمیر کے ساتھ میرے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اس لیے یہ میرے ہر کام میں میری
درست راہنمائی کرتا ہے۔

میرا کوئی دشمن نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنی ذات کی خاطر کسی کو کوئی دکھنے میں دیا۔
بلکہ میں نے ہر اس شخص کو جس کا میرے ساتھ کوئی بھی تعلق استوار ہوا ہے پائیدار
دولت کا راستہ دکھا کر اسے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

میرے پاس میری ضروریات سے زیادہ مادی دولت ہے۔

کیونکہ میں اپنے سے پاک ہوں۔ صرف ان مادی اشیاء کی خواہش رکھتا ہوں جن
کو میں اپنی زندگی میں استعمال کر ستا ہوں۔

میری بہت بڑی جائیداد ہے جس پر کوئی ٹکیس لا گو نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ زیادہ
تر میرے ذہن میں غیر مادی دولتوں کی صورت ہے، جس کا تعین صرف وہ لوگ کر
سکتے ہیں یا تصرف میں لا سکتے ہیں جو میرے طرز زندگی کو اپناتے ہیں۔ میں نے یہ
وہ سچ جائیداد قدرت کے قوانین کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی نادات کو ان کے مطابق
ڈھالتے ہوئے بنائی ہے۔

ماستر چالی

آئیں اب ہم اس غایغی کو بیان کرتے ہوئے جسے بارہ دوستیں حاصل کرنے کے
لیے آپ کو لازمی اپنانا ہو گا۔ اپنی کہانی کو آگے لے کر چلتے ہیں۔ میں ان دولتوں کو
پانے کے لیے ذہن کو تیار کرنے کے طریقے بتا چکا ہوں۔ لیکن یہ صرف کہانی کی
شرطیات ہیں۔ مجھے ابھی اس کی وضاحت کرنا ہو گی، کہ آپ کس طرح ان دولتوں
پر قابض ہو سکتے ہیں اور کس طرح انہیں مکمل طور پر اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔
اس کہانی کی ابتداء صفحہ صدی سے بھی قبل اینڈریو کارنیگی کی زندگی میں ہوئی جو
کہ ایک بہت بڑا انسان دوست اور امریکی معاشرتی نظام کی خصوصی پیدا اور تھا۔

کارنیگی نے بارہ دوستیں حاصل کیں جن میں مالی دولت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ اپنی ساری عمر میں اس کو مکمل طور پر بانٹ نہیں سکا۔ لہذا اس نے اسے میرے آگے دوسرے آدمیوں کو منتقل کر دیا جو اسے آج تک انسانیت کی فلاح کے لیے استعمال کرنے میں مصروف ہیں۔

اسے آئندہ شہزادوں کی خدمات میسر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ مجموعی دانش کے شہزادے نے اسے اپنی برکات سے اس قدر نوازنا تھا کہ نہ صرف اس میں اپنی مادی دوستیں بانٹنیں کے لیے پورا جوش و جذبہ پایا جاتا تھا بلکہ اسی جوش و جذبے کے ساتھ وہ لوگوں کو اس مکمل فلسفہ زندگی سے رہشناس کرانا چاہتا تھا جس کے ذریعے وہ تمام دولتوں کو سمیٹ سکتے ہیں۔

کارنیگی کی خواہش تھی کہ انفرادی کامیابی کے فلسفے کو منظم کیا جائے تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ اپنی اسی خواہش کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا تھا:

”میں نے اپنی دولت دوسرے لوگوں کی جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں حاصل کی ہے اور جتنی جلدی مجھے ایسے ذرائع میسر آگئے کہ میں لوگوں میں بے عملی کا جذبہ پیدا کی بغیر اسے واپس کر سکوں میں یہ لوگوں کو بھی واپس کر دوں گا۔ لیکن میری دولتوں کا بڑا حصہ اس علم پر مشتمل ہے جس کی مدد سے میں نے مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی دوستیں حاصل کی ہیں۔ لہذا میری خواہش ہے کہ اس علم کو ایک فلسفے میں منظم کر دیا جائے، تا جہہ ہر اس شخص کو مہیا کیا جاسکے جو اپنے ذاتی اختیار میں موجود امکانات کی تلاش میں ہے۔

اگر آپ ان دولتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو میں آپ میں بانٹنا چاہتا ہوں تو پھر آپ کو ازمی اس فلسفہ کو تسلیم کرنا ہو گا اور اس کو لا گو کرنا ہو گا۔

اس فلسفے کے اصول بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو اس کی مختصر سی تاریخ سے

آگاہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو علم ہو سکے کہ یہ دنیا میں بننے والے آدمی سے زیادہ انسانوں کے لیے کیا خدمات انجام دے چکا ہے۔

برازیل میں بننے والے افراد کے فائدے کے لیے اس کا پر نگریزی زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے جہاں پندرہ لاکھ سے زیادہ انسانوں کی خدمت کر چکا ہے۔

سلطنت برطانیہ میں تقسیم کرنے کے لیے اس کے خصوصی ایڈیشن شائع کیے جا چکے ہیں جہاں یہ بیس لاکھ سے زائد انسانوں کی خدمت کر چکا ہے۔

ریاست ہائے متحده میں یہ عملی طور پر ہر شہر، قصبے گاؤں میں ایک یا ایک سے زیادہ انسانوں کو فائدہ پہنچا چکا ہے جن کی مجموعی تعداد اتفاق یہاودہ کروڑ پر مشتمل ہے۔

اور یہ تمام دنیا کے لوگوں میں بھائی چارے پر بینی فضا پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص مسلک یا طبقے کی بندیوں پر استوار نہیں بلکہ اس کی بندیوں اس انسانی جدوجہد کے ہر میدان میں پاسیدار کامیابیوں اور کامرانیوں کے حصول کو مد نظر رکھتے ہوئے تشكیل دی گئی ہیں۔

یہ تمام مذاہب کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن یہ کسی بھی مذہب کا حصہ نہیں ہے۔ یہ اپنی نوعیت میں اس قدر عالمگیر ہے کہ یہ لوگوں کو ہر پیشے میں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

لیکن اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہیکہ یہ فلسفہ اس قدر سادا ہے کہ اب جس مقام پر بھی ہیں اور جن حالات میں بھی ہیں، آپ اسی وقت اس پر عمل درآمد شروع کر سکتے ہیں اور یہ آپ کے لیے کام کر سکتا ہے۔

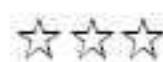
اب ہم تمام دوں کی ”ماسٹر چابی“ کے رازوں کو بیان کرنے کی طرف آتے ہیں۔

ستره اصول ایک قابل اعتماد رہنمائی نقشے کے طور پر تمام قسم کی مادی اور غیر مادی دوں کے سرچشمے کی طرف آپ کی رہنمائی کریں گے۔ اس نقشے کی پیروی کرتے

ہوئے آپ کبھی بھی راستہ نہیں کھو سکتے۔ لیکن اس کے لیے آپ کو ان تمام ہدایات پر عمل کرنا ہوگا اور ان تمام ذمہ داریوں کو نبھانا ہوگا، جو ان عظیم وطنتوں کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ بات یاد رکھیں کہ پانیدار دولت میں دعروں کو شریک کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو چیز بھی کوئی حاصل کرتا ہے اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ماسٹر چاپی ان ستہ اصولوں میں سے کسی ایک اصول میں پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس کا راز ان تمام کے مجموعے میں پوشیدہ ہے۔

یہ اصول ان ستہ دروازوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن میں سے گزر کر ہی آپ اس اندر ہنی کمرے تک پہنچ سکتے ہیں جہاں تمام دوامتوں کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ ماسٹر چاپی ان تمام دروازوں کے تالے کھوتی چلی جاتی ہے جو اندر ہنی کمرے تک لے جاتے ہیں۔ اور جب آپ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے تو یہ چاپی آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔ آپ کی تیاری کا انحصار ان ستہ اصولوں میں سے پہلے پانچ اصولوں کو ڈہن نشین کرنے اور ان کے عملی اطاق پر ہے۔ جن کو اب میں تفصیلًا بیان کرنے لگا ہوں۔



مقصد کی قطعیت

ایک انتہائی اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی عظیم لیدر گزرے ہیں، ان میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے لیڈرشپ کا یہ منصب اپنی تمام تر صفاتیں ایک قطعی اہم مقصد کے لیے وقت کر کے حاصل کیا۔

اتنی ہی اہم اور غور طلب بات یہ بھی ہے کہ جن کو ناکام تصور کیا جاتا ہے ان کے پاس ایسا کوئی مقصد نہ تھا۔ وہ ساری زندگی ایک پتوار کے بغیر کشتوں کی مانند محض ایک دائرے میں گھومتے رہے اور ہمیشہ خالی باتھاں مقام پر واپس آتے رہے جہاں سے انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

ان میں سے کچھ ایسے ناکام لوگوں بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے سفر کی ابتداء تو کسی قطعی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کی، لیکن جب انہیں وقتی شکست یا شدید مخالفت کا سامنا ہوا تو انہوں نے اپنا مقصد چھوڑ دیا۔ وہ اپنی بار تسلیم کرتے ہوئے میدان چھوڑ گئے، کیونکہ وہ انہیں جانتے تھے کہ کامیابی ایک ایسا فلسفہ موجود ہے جو کہ اتنا قابلِ اعتقاد اور اتنا حتمی ہے جتنے کدریاضی کے اصول ہیں۔ اور نہ ہی انہیں کبھی یہ خیال گزرا کہ عارضی شکست ایک ایسا تجربہ باقی میدان ہے جسے اگر ہم حتمی سمجھ کر قبول نہ کر لیں تو یہ ایک چھپی ہوئی شکست ثابت ہو سکتی ہے۔

انسانی تہذیب کی یہ ایک بہت بڑی بد قسمتی ہے کہ ہر ایک سو آدمیوں میں سے اٹھانوے آدمی اپنی ساری زندگی کا عرصہ بغیر کسی قطعی اہم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔

کارنسیگی اپنے ان ساتھیوں کا، جن کے نام کسی نگرانِ حیثیت سے زیر غور ہوئے تھے، پہلا امتحان یہ لیتا تھا کہ وہ کسی کام کے لیے زائد محنت کرنے کے لیے کسی حد تک

تیار ہیں۔ اس کا دوسرا متحان یہ تھا کہ آیا انہوں نے اپنے ذہن کو کسی قطعی مقصد کے لیے وقف کیا ہے یا نہیں۔ اور وہ یہ پہلو بھی مد نظر رکھتا تھا کہ کیا انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تیاری بھی کی ہے یا نہیں۔

”جب میں نے کارنیگی کو اپنی ترقی کے لیے کہا،“ چارلس ایم شواب کہتا ہے ”وہ خوش دلی سے مسکر لیا اور جواب دیا۔“ تم جو کچھ چاہت ہو اگر تم نے اسے حاصل کرنے کا اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا ہے تو میں تمہیں اسے حاصل کرنے سے روکنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر ستا۔“

مسٹر شواب جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ یہ سب سے بڑا عہدہ تھا جو کارنیگی کے اختیار میں تھا۔

اور مسٹر کارنیگی نے اسے حاصل کرنے میں اس کی مدد کی۔

وہ لوگ جو مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں، ان سے متعلق ایک حیران کن حقیقت یہ ہے کہ دنیا پوری آمادگی کے ساتھ ان کو راستہ دینے کے لیے آگے سے ہٹ جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات مقصد کے حصول کے لیے ان کی مدد کے لیے خود بخوبی آگے آتی ہے۔

ایک فلسفہ جنم لیتا ہے

اس فلسفے کو ترتیب دینے کے پیچھے کا فرمाए اصل نظر یہ کا تعلق اس اہمیت کے ساتھ ہے جو کارنیگی مقصد کی قطعیت کو دلتا تھا۔

جب کارنیگی کی دلچسپیاں اپنی دولت کو استعمال کرنے اور بانٹنے کی جانب مرکوز ہوئیں تو وہ ایک بہت بڑی مسئلہ انسٹری کامالک تھا اور کرنی کی شکل میں بہت زیادہ دولت اکٹھی کر چکا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کی دولتوں کا ایک بڑا حصہ اس علم پر جس کی مدد سے اس نے یہ ساری مادی دولت حاصل کی تھی اور انسانی رشتہوں کی سو جھو بوجھ پر مشتمل ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکی زندگی کا اہم ترین

متقصد یہ بن گیا کہ کسی شخص کو پورے جوش و جذبے کے ساتھ اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ایسا فلسفہ ترتیب دے جو اس کا علم ان تمام لوگوں تک پہنچا سکے جو اس کے خواہاں ہیں۔

اس وقت تک وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کام کے لیے ایک نوجوان شخص کی ضرورت ہے، جس کے پاس اتنا وقت ہو کہ وہ پورے جذبے کے ساتھ بیس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک انفرادی کامیابی کی وجہات پر تحقیق کر سکے۔

جب میں اتفاقی طور پر کارنیگی سے ملا (میں اس کی کامیاب زندگی کے بارے میں ایک میگزین کے لیے اس کا انصرہ یو لینے گیا تھا) وہ اپنے بیانی سو افراد کا انصرہ یو لے چکا تھا۔ جن کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اس کام کے اہل ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کی عادات و اطوار اور کروڑوں بڑی گہری نگاہوں سے پر کھنے کا عادی تھا۔ مجھ سے چند باتیں کرنے کے بعد وہ سمجھ گیا تھا کہ مجھ میں وہ خوبیاں موجود ہو سکتی ہیں جن کا وہ ایک عرصہ سے متاثر تھا۔ اس نے میراثیت لینے کا ایک انسان اور سیدھا سادا طریقہ اپنایا۔

سب سے پہلے اس نے مجھے اپنی ان کامیابیوں کی داستان سنائی۔ پھر اس نے اس خیال کا اظہار کیا کہ دنیا کو ایک ایسے فلسفے کی ضرورت ہے جس کی مدد سے لوگ انفرادی سطح پر کامیابیاں حاصل کر سکیں۔ جس کی مدد سے ایک معمولی کارکن بھی جتنی چاہیے اور جس شکل میں چاہیے دولت اکٹھی کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

تین دن اور تین راتیں وہ ان پہلوؤں کو اجاگر کرتا رہا کہ اس قسم کا فلسفہ تشكیل دینے کے لیے ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا۔ جب وہ اپنی داستان ختم کر چکا تو وہ میراثیت لینے کے لیے تیار تھا کہ آیا اسے وہ شخص مل گیا ہے یا نہیں جو اس کے نظریات کو تمیل کے مراحل تک پہنچا سکے۔

”تم نے فلسفے کے بارے میں میرا نظر یہ جان چکے ہو۔“ اس نے کہا ”اب میں اس سلسلے میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں جس کا جواب تمہیں ہاں یا نہیں میں دینا ہوگا،“ سوال یہ ہے:

اگر میں تمہیں انفرادی کامیابی کا دنیا کا پہلا فلسفہ تر تیب دینے کا موقع مہیا کروں اور تمہیں ان افراد سے متعارف کروادوں جو اسے تر تیب دینے کے عمل میں تمہارے ساتھ تعاون کریں تو کیا تم اس موقع کو قبول کرنے کو تیار ہو اور کیا اگر یہ کام تمہیں سونپ دیا جائے تو اس کو مکمل کرنے کے لیے تیار ہو۔“

میں نے اپنا گلا صاف کیا تھوڑا سا ہے کلایا لیکن پھر مختصر لیکن فیصلہ کن انداز میں جواب دیا:

”ہاں! میں نہ صرف یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں بلکہ اس کام کو تکمیل تک پہنچاؤں گا۔“

یہ ایک جتنی بات تھی اور یہی وہ واحد چیز تھی جس کی کارنیگی کو تلاش تھی یعنی ”متعدد کی قطعیت“۔

بہت سالوں بعد مجھے پتا چلا کہ جب کارنیگی نے یہ سوال پوچھا تھا تو اس کے ہاتھ میں شاپ و اچ تھی اور اس نے میرے جواب کے لیے صرف آٹھ سینڈ کا وقت دیا تھا۔ اگر جواب دینے میں اس سے زیادہ ویر ہو جاتی تو یہ موقع نہیں مل سکتا تھا۔ میرا جواب انتیس سینڈ میں مل گیا تھا۔

اس وقت کے بارے میں کارنیگی نے یہ وجہ بیان کی تھی۔

اس نے کہا تھا ”یہ میرا تجربہ ہے کہ جب کسی شخص کو فیصلہ کرنے کے لیے تمام ضروری حقائق مہیا کر دیے جائیں اور پھر بھی وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو پھر اس پر بھروسہ نہیں کیا جاستا کہ وہ اپنے کسی بھی کیے گئے فیصلے پر عمل درآمد کر سکے گا۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو فوری طور پر کسی فیصلہ پر پہنچ

جاتے ہیں ان میں عام طور پر دیگر حالات میں بھی مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے
بڑھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

”باکل ٹھیک ہے“ کارنیگی نے کہا ”اس فلسفے کو جو میں نے بیان کیا ہے کہ ترتیب
دینے کے لئے کسی شخص میں جو وہ اہم خصوصیات موجود ہوں چاہیں ان میں سیپ
پہلی خاصیت تو تم میں موجود ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ آیا دوسری خاصیت بھی تم
میں موجود ہے یا نہیں۔“

”اگر تم ہمیں اس فلسفے کو ترتیب دینے کا موقع مہیا کیا جاتا ہے تو کیا تم بغیر کسی تنخواہ
کے اپنی روزی خود پیدا کرتے ہوئے اپنی زندگی کے میں سال کامیابی اور ناکامی کی
وجوبات پر تحقیق کرنے کے لیے صرف کر سکتے ہو۔“

یہ سوال میرے لیے ایک دھچکے کی مانند تھا کیونکہ میں قدرتی طور پر یہ موقع کرتا تھا
کہ کارنیگی کی کثیر دولت میں سے مجھے اس کام کے لیے کچھ معافہ فراہم کی جائے
گی۔

لیکن میں نے اس دھچکے پر فوری طور پر قابو پاتے ہوئے کارنیگی سے سوال کیا کہ
اس قدر اہم ذمہ داری کے لئے وہ رقم مہیا کرنے کے لیے تیار کیوں نہیں ہے۔

یہ رقم مہیا نہ کرنے کا سوال نہیں ہے۔ مسٹر کارنیگی نے جواب دیا۔ بلکہ میری یہ
جانے کی خواہش ہے کہ کیا تم کسی حلے یا بد لے کی امید رکھے بغیر اس کام کو اہم خیال
کرتے ہوئے اس کے لیے چند قدم زیادہ چلنے کے لیے تیار ہو۔

پھر اس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب
لوگ صرف وہی ہوتے ہیں جو ملنے والے معاوضے سے بڑھ کر محنت کرنے یا کام
کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس نے اس حقیقت کی طرف بھی توجہ دلانی کہ نقدی
کی صورت میں معافہ خواہ افراد کی کی جائے یا افراد پر مشتمل گروپس کی کی جائے
اکثر اوقات فائدے کے بجائے نقصان کا موجب ثابت ہوتی ہے۔

اور اس نے مجھے یہ بھی باور کرایا کہ مجھوہ موقع مہیا کیا گیا تھا جو تقریباً ڈھانی سو سے زیادہ افراد کو جن میں سے کچھ مجھ سے بھی زیادہ عمر سیدہ اور تجربہ کار تھے کو مہیا کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے بات ختم کر دی۔

”جو موقع میں نے تمھیں مہیا کیا ہے اگر تم اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکوتوا اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اتنی زیادہ دولتیں سمیت لو کہ اس کے مقابلے میں میری مادی دولت بہت ہی حیر نظر آنے لگے۔“

اس موقع کو قبول کر دیا گیا۔

مجھے اپنی زندگی میں مقصد کی قطعیت اور کسی مفید کام کی خاطر جھوڑی زیادہ محنت کرنے کا پہلا سبق مل چکا تھا۔

بیس سال بعد تقریباً اس دن وہ فلسفہ جسے کارنیگی نے اپنی دولتوں کا بہترین حصہ قرار دیا تھا اور دنیا کے سامنے آئی جلدوس کے ایڈیشن کی صورت میں پیش کیا جا چکا تھا۔

کوئی بھی شخص یہ سوال کر ستا ہے ”اس آدمی کا کیا بنا جس نے اپنی زندگی کے بیس سال اس پر صرف کر دیے تھے؟ اسے اس محنت کا کیا اصل ما؟“

اس سوال کا جواب دینا ناممکن ہے کیونکہ مکمل فوائد جو حاصل ہوئے ان کا علم اس آدمی کو خود بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کچھ فوائد ایسی چکدار نو عیت کے ہیں جو اسکی باقی ماندہ زندگی میں اس کی مدد جاری رکھیں گے۔

لیکن ان لوگوں کے اطمینان کے لیے جو دولت کو صرف مادی اقدار میں تو لتے ہیں یہ کہا جا ستا ہے کہ ایک کتاب سے جو کہ کسی کو اہم خیال کرتے ہوئے اس کے لیے چند قدم زیادہ چلنے کا نتیجہ تھی، حاصل ہونے والا ممانع 30000000 ڈالر سے زیادہ ہے۔ اس کتاب کو لکھنے پر جو حقیقی وقت صرف ہوا وہ محض چاہ ماہ تھا۔

مقصد کی قطعیت اور چند قدم زیادہ چلنے کی عادت ایک ایسی قوت تشكیل دیتی ہے

جو بڑے بڑے پر تخييل لوگوں کے تخيل کو بھی ذمکار دیتی ہے، اگرچہ یہ انفرادی کامیابی کے متعدد اصولوں میں سے دو اصول ہیں۔

یہ دو اصول یہاں ایک واحد مقصد کے لیے یک جان کر دیے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح اس فلسفے کے اصول زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مسلک ہیں، اور کس طرح اصولوں کا یہ مجموعہ اک عظیم طاقت کو جنم دیتا ہے جو ان میں سے کسی ایک واحد اصول پر عمل کرتے ہوئے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

مقصد کی قطعیت کی طاقت

اب ہم مقصد کی قطعیت کی طاقت کے تجزیے اور ان نفیاتی اصولوں کی جانب آتے ہیں جن سے یہ طاقت حاصل کی جاتی ہے۔

تمہید اول

انفرادی کامیابی کا نقطہ آغاز ایک قطعی مقصد کا اختیار کرنا اور اس کے حصول کے لیے ایک قطعی منصوبہ کی تیاری ہے۔

تمہید دوم

تمام کامیابیاں محرک یا حرکات کے مجموعے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ نو (9) بنیادی محرکات ہیں جو ہر قسم کے رضاکاران اعمال اور انسانی سرگرمیوں کو جنم دیتے ہیں (یہ محرکات باب ایں بیان کیے جا چکے ہیں)

تمہید سوم

کوئی اہم نظریہ، منصوبہ یا مقصد جو ہمارے ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے وہ ہماری سوچوں میں بار بار آ کر اور تکمیل کی شدید خواہش کی وجہ سے ہمارے تحت اشتعور میں چلا جاتا ہے اور جو بھی قدرتی ذریعہ اسے حاصل ہو سکے اس کی مدد سے اپنے منطقی اول ممال تک پہنچ جاتا ہے۔

تمہید چہارم

ہمارے شعوری ذہن میں موجود کوئی بھی غالب خواہش منصوبہ یا مقصد جس کے حصول کا ہم ایمان کی حد تک مکمل یقین رکھتے ہوں، وہ ہمارے ذہن کے تحت الشعور کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور آج تک ایسے شوہد نہیں مل سکے کہ اس قسم کی خواہش کبھی مشتمل تکمیل رہ گئی ہو۔

تمہید پنجم

قوت متحیله واحد چیز ہے جس پر کسی شخص کا مکمل اور مسلمہ کنٹرول ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی حیران کن حقیقت ہے جو انسان کے ذہن اور عظیم دانش کے آفاقی ذہن کے درمیان قریبی تعلق پر والمت کرتی ہے۔ ان دونوں کو باہم جوڑنے والی کڑی ”یقین“ ہے۔

تمہید ششم

ذہن کا تحت الشعورہ الاحصہ عظیم دانش کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ اور یہ کسی بھی شخص کے مطابعے یا خواہش کی تکمیل کے لیے اتنا ہی متحرک ہوتا ہے جتنا کہ اس کے یقین کا معیار ہوتا ہے۔ ذہن کے تحت الشعور تک یقین اور دی گئی ہدایات کے مطابقت ایسے ہی رسائی حاصل کی جاسکتی ہے جیسے کہ یہ کوئی شخصیت یا اپنے وجود میں ایک مکمل ہستی ہو۔

تمہید ہفتم

قطعی مقصد جس کو مکمل یقین کا سہارا حاصل ہو، دانش کی ایک صورت ہے۔ اور دانش جب متحرک ہوتی ہے تو ثابت نتائج پیدا کرتی ہے۔

مقصد کی قطعیت کے اہم مقاصد

مقصد کی قطعیت خود اعتمادی، ذاتی پیش قدمی کی جرات، تخلیل، جوش و جذب، ضبط نفس اور جدوجہد کا ارتکاز مہیا کرتی ہے۔ اور مادی کامیابی کے حصول کے لیے یہ سب چیزیں بنیادی شرائط کا درجہ رکھتی ہیں۔

یہ آپ کو وقت کو بجٹ کرنے اور آپ کی زندگی کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے آپ کی دن بھر کی کامشوں کو منظم کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

یہ آپ کو آپ کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے پیدا ہونے والے موقعوں سے آگاہ ہونے کی صلاحیت بخشتی ہے اور جب بھی ایسے موقع پیدا ہوں تو ان سے فائدہ اٹھانے اور ان پر عمل کرنے کے لیے آپ میں ضروری جرأت کو بیدار کرتی ہے۔

یہ دوسرے افراد کے تعاوں کو باjhارتی ہے۔

یہ آپ میں ثابت سوچ کو پیدا کرتے ہوئے آپ کے ذہن کو خوف، شک اور تذبذب کی کیفیت سے آزاد کرتے ہوئے اس ذہنی حالت سے مکمل کام لینے کے لیے راستہ ہموار کرتی ہے جسے "ایقین محکم" کہا جاتا ہے۔

یہ آپ کو کامیابی کا شعور عطا کرتی ہے۔ جس کے بغیر کوئی شخص بھی کسی بھی پیشے میں پائیدار کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کام کو تاخیر میں ڈالنے کی تباہ کن عادت کو ختم کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بارہ دو اتوں میں سے پہلی دو لمحت "ثبت ذہنی رویہ" کی نشوونما اور پروخت کے لیے راستہ ہموار کرتی ہے۔

یہ مقاصد کی قطعیت کے اہم اوصاف ہیں اگرچہ اس کی اور بھی بہت سی خصوصیات اور استعمال ہیں اور ان کا بارہ دو اتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ بڑاہ راست اعلقہ ہے کیونکہ ان سب کا حصول مقاصد کی وحدانیت سے مشروط ہے۔

بارہ دو اتوں کے ساتھ باری باری ایک ایک کر کے مقاصد کی قطعیت کا تقابلی جائزہ لیں اور مشاہدہ کریں کہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کے لیے یہ کس قدر ضروری ہے۔

پھر ان لوگوں کی ایک فہرست تیار کریں جنہوں نے زندگی میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں اور ویکھیں کہ کس طرح انہوں نے ایک اہم مقاصد کو اپنی کامشوں کا محور

بنائے رکھا۔

تحامس ایڈیسن نے اپنی تمام تر کوششیں مکمل طور پر سامنے ایجادوں کے لیے وقت کیے رہیں۔

ایندھر یو کار نیکی سمیل بنانے اور فروخت کرنے میں خصوصی مقام رکھتا تھا۔

ایف ڈبیو وول ورچر نے اپنی توجہ فائیو اینڈ مین سینٹ سٹورز پلانے پر مرکوز رکھی۔

فلپ ڈی آر مرکا خصوصی میدان گوشت کی پیلگ اور اس کی ڈسٹری بیوشن تھا۔

الیکزینڈر گراہم نیل جدید نیلی فون کی ترویج و ترقی میں سامنے تحقیقات کے لیے اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

سادرس ایچ کے کرس نے اپنی ساری زندگی پھر ڈے ایونگ پوسٹ کی اشاعت اور ترقی کے لیے وقف کر دی تھی۔

جیفرسن، واشنگٹن، لنکن، پیرک بزری اور تحامس پین نے اپنی زندگیوں اور دولت کا بہترین حصہ لوگوں کی آزادی کی خاطر ایک بھی جدوجہد کے لئے وقف کر دیا تھا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک واحد مقصد کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور یقینی کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ یہ صرف چند نام ہیں جو مثال کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ورنہ ایسے لوگوں کی فہرست کبھی مکمل نہیں ہو سکتی۔

ایک اہم قطعی مقصد کو کیسے حاصل کیا جائے

ایک قطعی مقصد کو تشکیل دینے کا عمل سادہ لیکن بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

جیسا کہ ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

(الف) زندگی میں اپنے مقصد کیا تعین کر کے اسے واضح اور قطعی الفاظ میں لکھ لیں۔ اس کے نیچے اپنے وسخن ثابت کریں اور اسے ذہن نشین کر لیں۔

پھر اس کو کم از کم دن میں ایک مرتبہ اور اگر ہو سکے تو زیادہ مرتبہ بھی بولتے ہوئے

دہرائیں۔ اپنے مقصد کو احمد و آفاقی دانش پر اپنے مکمل ایمان کی قوت سے تقویت دیتے ہوئے اسے بار بار دہرائیں۔

(ب) تحریری طور پر ایک واضح اور قطعی منصوبہ تیار کریں، جس پر عمل کرتے ہوئے آپ اپنے مقصد کے اهداف کو حاصل کرنے کے شروعات کرنا چاہتے ہیں۔ اس منصوبے میں اس زیادہ وقت کا تعین بھی کریں جو آپ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وقف کر سکتے ہیں۔ اور واضح طور پر بیان کریں اپنے مقصد کی سمجھیں کہ آپ کیا قربانی دے سکتے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرتے ہوئے یاد رکھیں کہ اس دنیا میں بغیر کچھ دیے کوئی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی، اور یہ چیز کی ایک قیمت ہے جو کسی نہ کسی شکل میں پیشگی ادا کرنی پڑتی ہے۔

(ج) اپنے منصوبے کو اس قدر پلیدار رکھیں کہ آپ کسی وقت بھی اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو آسانی سے کر سکیں۔ یاد رکھیں کہ عظیم آفاقی دانش جو مادے کے ہر ائمہ میں ہر جاندار اور بے جان چیز میں کافرما ہے آپ کو ایک ایسا منصوبہ عطا کر سکتی ہے جو آپ کے تشکیل کیے ہوئے منصوبے کی شناخت کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے تیار ہیں جو آپ کے ذہن میں آتا ہے اور پہلے منصوبے سے بہتر ہوتا ہے۔

(د) اپنے ”ہم مقصد“ اور اس کے حصول کے لیے اپنے منصوبے کو ختنی سے اپنی ذات تک محدود رکھیں یہاں تک کہ اس پر عمل درآمد کے لیے آپ کو اضافی ہدایات مل جائیں جو کہ ذیل میں بیان کردہ دانش مندرجہ سے تشکیل کردہ اصولوں میں مضر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ان ہدایات کو سمجھنے سکیں لہذا اس بنابر یہ فرض کرنے کی غلطی نہ کریں کہ یہاں بیان کیے گئے اصول مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہیں۔ ان ہدایات پر لفظ بے لفظ عمل کریں ان پر خوش اعتمادی سے عمل کریں اور یاد رکھیں کہ ایسا کرتے ہوئے آپ ان عظیم ایڈروں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جو دنیا میں اب تک پیدا

ہوئے ہیں۔

یہ ہدایات کسی ایسی مشقت کی طالب نہیں ہیں جو آپ آسانی سے نہ کر سکیں۔

یہ وقت یا امیت کے اعتبار سے کوئی ایسا تقاضا نہیں کرتیں جو ایک عام آدمی پورا نہ کر سکتا ہو۔

اور یہ تمام سچے مذاہب کے فلسفے سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

ابھی فیصلہ کریں کہ آپ زندگی سے کیا چاہتے ہیں اور اس کے بدلتے میں دینے کے لیے آپ کے پاس کیا ہے۔ فیصلہ کریں کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں اور آپ وہاں کیسے پہنچیں گے اور پھر وہاں سے سفر کا آغاز کریں جہاں اس وقت آپ کھڑے ہیں۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس وقت جو بھی ذرائع آپ کے ہاتھ میں ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے اپنی جدوجہد کا آغاز کریں اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ جس حد تک ان ذرائع کو استعمال میں لا سمجھیں گے، نئے اور بہتر ذرائع خود بنواد آپ پر آشنا رہوتے چلے جائیں گے۔

یہ ان تمام لوگوں کا تجربہ ہے جن کو دنیا نے کامیاب تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے اکثر نہ باکل جنی وتنی کی حالت میں اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اُنھیں سوائے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی پر جوش خواہش اور کوئی مدد حاصل نہ تھی۔

ایسی پر جوش خواہش اپنے اندر کر گزرنے کا ایک طلسماتی جذبہ رکھتی ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں!

گزرنا ہوا کل ہمیشہ کے لیے جا چکا ہے۔ آنے والا کل کبھی نہیں آتا۔ لیکن آج کا دن جو کہ گزرے ہوئے کل کا آنے والا کل ہے آپ کی دستیں میں ہے۔ اس کا آپ کیا استعمال کر رہے ہیں؟

اس وقت میں آپ کو اس اصول سے روشناس کروانے جا رہا ہوں جو تمام عظیم انسانوں کی کامیابیوں کی محراب کا کلیدی پتھر ہے لیکن سب سے پہلے آئیے ہم اس

بات کا یقین کر لیں کہ آپ پوری طرح جانتے ہیں کہ آپ زندگی سے کیا چاہتے ہیں

تصورات جو کامیابی کی طرف لے کر جاتے ہیں ان کی ابتداء مقصود کی قطعیت کے طور پر ہوتی ہے۔

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ تصورات واحد اٹاٹے ہیں جن کی کوئی مقررہ یا معین قیمت نہیں ہوتی۔ اتنی ہی جانی پہچانی حقیقت یہ بھی ہے کہ تصورات تمام کامیابیوں کی شروعات کرتے ہیں۔

تصورات تمام خوش بختوں کی بنیاد اور تمام ایجادات کا نقطہ آغاز ہوتے ہیں انہوں نے ہمارے اوپر موجود فضاؤں کو اور ہمارے ارد گرد موجود سمندروں کے پانیوں کو تغیر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ کائنات کی غیر مرنی تو توں کو الگام دے سکیں۔

تمام تصورات کی تکمیل مقصود کی قطعیت کے نتیجے میں ممکن ہوتی ہے فوٹو گراف اس وقت تک ایک مجرد تصور کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جب تک ایڈیسن نے اس مقصود کی قطعیت کے ذریعے تربیت نہیں دیا اور اسے اپنے ذہن کے الشعور حصے میں داخل نہیں کیا۔ جہاں یہ عظیم دانش کے امداد و ذخیرے سے جلا پا کر ایک قابل عمل شکل میں اس کے شعوری ذہن میں جلوہ گر ہوا، اور اس نے ایک اسی مشین کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جو حیرت انگیز طور پر آوازوں کو ریکارڈ کر سکتی تھی۔

انفرادی کامیابی کا فلسفہ اینڈریو کارنیگی کے ذہن میں ایک تصویر کی شکل میں ابھرا۔ اس نے اپنے تصویر کی قطعیت سے تقویت دی اور اب یہ فلسفہ دنیا میں لاکھوں افراد کے فائدے کے لیے میسر ہے۔

اس کے علاوہ اس کا تصور دنیا کو بدلنے والی آفاقتی تو توں میں سے ایک قوت کے طور پر پروان چڑھ رہا ہے کیونکہ اسے اب زیادہ سے زیادہ لوگ یہ جان خیز دنیا میں

رہنمائی کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

”کوئی تصور جو ذہن میں اپنی شدت، خوف یا تقدس کی صورت میں جنم لیتا ہے، وہ فوری طور پر اپنے آپ کو انتہائی موزوں اور مناسب شکل میں ڈھالنے کے لیے وہ لبادہ اور رہ لیتا ہے جو اسے میسر آ سکے“۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں، جو باقی کرتے ہیں یا جن خدشات کا شکار ہوتے ہیں وہ حقیقی طور پر کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو غرہت اور نکبت کے بندھوں سے آزاد ہونے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں انہیں اس سچائی کو نہیں بھولنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا اطلاق افراد اور اقوام دونوں پر یکساں ہوتا ہے۔

خود ایمانی ملانے والی کڑی

آئیے اب ہم اپنی توجہ اس عملی اصول کی جانب مبذول کرتے ہیں جس کے مطابق وہ امید ہے، منسوب ہے، تصورات اور مقاصد جو شعوری ذہن میں جنم لیتے ہیں ذہن کے تحت اشعرور میں منتقل ہوتے ہیں۔ جہاں یہ قانون قدرت کے تحت، جس کا میں بعد میں ذکر کروں گا اپنے منطقی نتیجے کو پہنچتے ہیں۔

اس اصول کو سمجھنے سے اور اس سے مکمل آگاہی حاصل کرنے سے ہمیں یہ وجہ بھی سمجھ جاتی ہے کہ مقصد کی قطعیت تمام تر کامیابیوں کی بنیاد کیوں ہے۔ کوئی بھی خیال یا تصور جب یقین، خوف یا کسی بھی شدید ہیجانی جذبے میں مثلاً جوش اور ولہ یا قطعی مقصد پر مبنی شدت سے پیدا ہونے والی خواہش سے تحریک پکڑتا ہے تو اس کا شعور سے تحت اشعرور میں منتقلی کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے۔

وہ خیالات جو ہمارے پختہ ایمان اور یقین محکم سے اقویٰ ہت پانے ہیں وہ اپنی قطعیت اور شعور سے تحت اشعرور کی جانب منتقلی کی رفتار کے حوالے سے دوسرے تمام خیالات پر فوکیت حاصل کر لیتے ہیں۔ یقین محکم کی قوت جس رفتار سے عمل کرتی

ہے اور کام دکھاتی ہے اس سے متاثر ہو کر اکثر لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ بعض کام یا نتائج کسی "مجزے" کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

ماہرین نفیات اور سائدان "مجزے" جیسے کسی بھی مظہر پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک ہر واقعہ جو وقوع پذیر ہوتا ہے یا ہر چیز جو وجود میں آتی ہے اس کی "کافی وجہ" موجودہ ہوتی ہے، اگرچہ بعض اوقات ہم اپنی کم علمی کی وجہ سے اس "کافی وجہ" کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔ لیکن وجہ جو بھی ہو یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو اس ذہنی رویے کی مدد سے جسے ہم یقین کا نام دیتے ہیں اپنے ذہنوں کو خود ساختہ پابند یوں اور حدود سے آزاد کرایتے ہیں وہ عام طور پر اپنے تمام مسائل کا حل، قطع نظر ان کی نوعیت کے ڈھونڈ لیتے ہیں۔

ماہرین نفیات بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "عظیم دانش" اگرچہ خود بخوبی مسائل کو حل نہیں کرتی، تاہم یہ تصورات، اہداف، مقاصد یا خواہشات کو ایک منطقی نتیجے تک پہنچاتی ہے جس کو ہم ایک بین اور واضح صورت میں پختہ یقین کے ساتھ ذہن کے تحت الشعور والے حصے میں لے جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ "عظیم دانش" کسی بھی خیال کو جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے نتوں اس میں کوئی ترمیم کرتی ہے اور نہ ہی اس میں کسی تبدیلی کے لیے کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ محض کسی خواہش یا غیر واضح تصویر، خیال یا مقصد پر کوئی عمل نہیں کرتی۔ اس حقیقت کو اپنے ذہن میں راخ کر لیں اور آپ دیکھیں گے آپ اس سے بہت زیادہ کم کوشش سے اپنے روزمرہ کے مسائل حل کر لیں گے جتنی کوشش اکثر لوگ اپنے مسائل کے بارے میں پریشان ہونے پر ہر صرف کرتے ہیں۔

اچانک کسی خیال کا گزرنا جسے ہم عام طور پر "ماتھا ٹھنکنا" کہتے ہیں دراصل اس بات کی غمازی کر رہا ہوتا ہے کہ "عظیم دانش" ذہن کے شعوری حصے تک پہنچنے اور اس

پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن آپ کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئے گی کہ اس طرح سے کسی خیال کا اچانک آنا کسی ایسے تصور، منصوبے، مقصد یا خواہش کا رد عمل ہوتا ہے جسے ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

ایسے تمام اچانک آنے والے خیالات یا ماتھا ٹھنکنے کو سنجیدگی سے لینا چاہیے اور احتیاط کے ساتھ ان کو پرکھنا چاہیے، کیونکہ اکثر اوقات یہ آپ کے لیے نہایت اہم معلومات لیے ہوتے ہیں۔ یہ اچانک آنے والے خیالات عموماً ایسے وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ان کو پیدا کرنے والے خیال کو ”عظیم و انش“ تک پہنچے ہوئے کئی گھنے، دن یا ہفتے گزر پہنچے ہوتے ہیں۔ اس دوران عام طور پر وہ شخص اس اصل خیال یا تصور کو بھول چکا ہوتا ہے جو ان کو پیدا کرنے کا موجب بنا ہوتا ہے۔

یہ ایک گہرا اور عمیق موضوع ہے جسے انتہائی عقل مندوگ بھی بمشکل سمجھ پاتے ہیں۔ اسکے بارے میں آپ شخص و صیان اور مرابتہ کے ذریعے ہی آگئی حاصل کر سکتے ہیں۔

یہاں بیان کیے گئے ذہنی کارکردگی کے اصول کو سمجھنے کی کوشش کریں اس طرح آپکو یہ علم بھی ہو جائے گا کہ مرابتہ میں بعض اوقات وہ نتائج کیوں برآمد ہوتے ہیں جن کی نہیں خواہش ہوتی ہے اور کئی مرتبہ ایسے نتائج بھی برآمد ہو جاتے ہیں جو ہم نہیں چاہتے۔

اس فتح کا ذہنی رویہ تیاری اور ایک فارمولے کے تحت حاصل کردہ خود نظمی کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے جو کہ میں بعد میں بیان کروں گا۔

دنیا کی ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ انسانوں کے معاملات ان کے اپنے خیالات کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں خواہ یہ خیالات مجموعی طور پر پورے معاشرے کے ہوں یا انفرادی خیالات ہوں۔

کامیاب انسان اس لیے کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ کامیابی کے حوالے سے سوچنے کے نادی ہوتے ہیں۔

متقصد کی قطعیت ذہن پر اس مکمل انداز میں غلبہ پاسکتی ہے کہ ذہن کے پاس ناکامی کے بارے میں سوچنے کے لیے نتو وقت رہ جاتا ہے اور نہ ہی جگہ ہوتی ہے۔ ایک دوسری حقیقت جو اتنی ہی مسلم ابیوث سچائی کی حامل ہے، یہ ہے کہ وہ شخص جو شکست سے دوچار ہو چکا ہو اور اپنے آپ کو ناکام خیال کرتا ہو، اپنے ذہن کے بادبانوں کو اپنی پوزیشن میں لا کر ان ہواوں کو جو اسے ناکامی کی طرف وحکیل رہی ہوتی ہیں ان ہواوں میں تبدیل کر سeta ہے جو اسے اتنی ہی طاقت کے ساتھ کامیابی کی طرف لے کر جانے لگیں، بالکل اسی طرح جس طرح ”ایک ہی سمت میں چلنے والی ہواوں میں ایک جہاڑ مشرق کو جاریا ہوتا ہے اور دوسرے مغرب کی طرف رواں ہوتا ہے۔ یہ ان کے بادبانوں کا رخ ہوتا ہے نہ کہ ہواوں کا رخ جو فیصلہ کرتا ہے کہ کس سمت کو جانا ہے۔“

وہ چند لوگ جو اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ دنیا ان کو تختنڈے دل و دماغ والے عملی کاروباری سمجھتی ہے، انکو متقصد کی قطعیت کا یہ تجزیہ مجرداً اور ناقابل عمل نظر آتا ہے۔

شعوری سوچ کی طاقت سے بھی بڑی کوئی طاقت موجود ہے، عام طور پر محمود و انسانی ذہن اس حقیقت کو قبول نہیں کر پاتا۔ بڑی کامیابیوں کی خوانش پر مبنی کسی بھی قطعی متقصد میں کامیابی کے لیے اس حقیقت کو قبول کرنا ضروری ہے۔

افلاطون اور سقراط سے لے کر ایمرسن اور جدید دور کے تمام کے تمام فلاسفہ اور ہمارے دور کے عظیم سیاستدان جارج واشنگٹن سے لیے کر اب تک ہیم لنکن تک سب لوگ مشکل اور ہنگامی حالات میں اپنی باطنی قوتوں سے ہمت اور رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔

ہمیں اپنے اس عقیدے میں کوئی شک نظر نہیں آتا کہ بڑی اور پائیدار کامیابیاں صرف ان لوگوں نے حاصل کی اور وہی آئندہ بھی کریں گے جو اس عظیم دانش کی روحانی قوت کو تسلیم کرتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں، جوان کے باطن میں پوشیدہ ہے۔

ہر انسان کی زندگی کے حالات ایک قطعی مجبہ کا نتیجہ ہوتے ہیں خواہ یہ حالات ناکامی کا سبب بخیں یا کامیابی کا موجود ہوں۔

اور ہر انسان کی زندگی کے زیادہ تر حالات ان وجہات کا نتیجہ ہوتے ہیں جن پر اسے کنٹرول ہوتا ہے یا کنٹرول کر سکتا ہے۔

یہ واضح حقیقت مقصد کی قطعیت کو اولین اہمیت بخشتی ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی کے حالات وہ نہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ان کو اپنے ذہنی روایے میں تبدیلی لا کر اور سوچنے کی نئی اور زیادہ پسندیدہ عادات کو اپنا کر ان حالات میں تبدیل کر سکتا ہے۔

مقصد کی قطعیت کس طرح کامیابی کی طرف لے کر جاتی ہے۔

امریکہ کے صنعت کاروں میں سے جنزوں نے صنعتی نظام کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا اور سرکرر Chrysler (Walter Chrysler) شاندار مقام رکھتا ہے۔

اس کی کہانی ہر نوجوان کو امید کی دولت سے نوازتی ہے اور رہشت اور دولت حاصل کرنے کے جذبے کو بیدار کرتی ہے اور مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھنے سے جو عزم اور قوت حاصل ہوتی ہے اس کی شہادت ہے۔

اس نے یوناہ (Utah) کے شہر سالٹ لیگ میں ایک ریل کی پٹری بنانے والی درکشاپ میں ملکینک کے طور پر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی بچتوں سے اس نے 4000 ڈالر جمع کیے جو وہ اپنا کاروبار شروع کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس نے بڑی مستعدی سے اردوگرد کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ آٹو موبائل کا کاروبار آئندہ آنے والی صنعت ہو گی، لہذا اس نے اس میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔

اس کا کارہ بار میں داخلہ ڈرامائی اور انوکھا تھا۔

اس کی پہلی چال اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کو حیران اور پریشان کر دیا تھا۔ کیونکہ اس نے اپن تمام تر جمع پہنچی ایک آٹو موبائل خریدنے پر صرف کر دی تھی۔ جب کار سالٹ لیگ میں پہنچی تو اس نے اپنے دوستوں کو ایک اور دھچکا پہنچایا۔ اس نے اس کے حصے بخڑے کرنے شروع کر دیے حتیٰ کہ پوری دکان کا رکھ مختلف حصے بکھرے پڑے تھے۔

پھر اس نے ان حسوں کو دوبارہ جوڑنا شروع کر دیا۔

اس نے یہ عمل اتنی مرتبہ دہرا�ا کہ اس کے کچھ دوستوں نے سمجھا کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مقصد کو سمجھنی میں پار ہے تھے۔ انہیں صرف وہ کچھ نظر آ رہا تھا جو کچھ وہ آٹو موبائل کے ساتھ کر رہا تھا۔ اور یہ سب کچھ بیکار اور بے مقصد نظر آ رہا تھا۔ لیکن جو کچھ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا وہ منصوبہ تھا جو والٹر رائلس کے ذہن میں تشکیل پا رہا تھا۔

وہ اپنے ذہن کو آٹو موبائل سے آگاہی دلوار رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اسے مقصد کی قطعیت سے سرشار کر رہا تھا۔ وہ بڑی باریک بینی سے کار کی ہر تفصیل کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ جب وہ اپنی کار کو حکولے اور دوبارہ جوڑ نے میں پوری طرح مہارت حاصل کر گیا تو اس کے تمام اچھے پہلوؤں اور اس کے تمام کمزور پہلوؤں سے آگاہ ہو چکا تھا۔

اپنے اس تجربے سے اس نے ایک آٹو موبائل ڈیزائن کرنا شروع کی جس میں اس کی کار کی تمام خوبیاں موجود تھیں جو اس نے خریدی تھی اور اس کی خامیاں شامل نہیں تھیں۔ اس نے اپنا کام اس قدر کامل اور خوبی سے انجام دیا کہ جب رائلس کی آٹو موبائل مارکیٹ میں آئی تو آٹو موبائل انڈسٹری میں سنسنی پھیل گئی۔

اس کی شہرت اور رولت میں اضافہ تیز اور یقینی تھا۔ کیونکہ قدم اٹھانے سے پہلے وہ

جاننا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور اس نے اپنے آپ کو سفر کے لیے بڑی محنت سے اور درست طور پر تیار کیا تھا۔

وہ لوگ جو مقصد کی قطعیت لے کر چل رہے ہوتے ہیں جہاں بھی آپ کو ملیں باریک بینی سے ان کا مشاہدہ کریں۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہ کس قدر انسانی ک ساتھ دوسروں کا دوستانہ تعاون حاصل کر لیتے ہیں۔ اور راستے میں آنے والی ہر مزاحمت کو ختم کرتے ہوئے وہ چیز حاصل کر لیتے ہیں جس کی وہ تلاش میں ہوتے ہیں۔

والز کراسلر کا باریک بینی سے مشاہدہ کریں اور ویکھیں کہ اس نے کس طرح یقینی انداز میں زندگی کی بارہ دوستیں حاصل کیں اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اس نے زندگی کی سب سے بڑی دولت یعنی ”ثبت ذمہ رویہ“ حاصل کرنے اور اسے پروان چڑھانے سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس نے اپنے قطعی اہم مقصد کے پیچ بونے کے لیے ایک رخیز زمین یعنی موڑ کاروں کی تیاری کے میدان کا انتخاب کیا۔

پھر اس نے ایک ایک کر کے مضبوط جسمانی صحت، انسانی رشتؤں میں ہم آہنگی، خوف سے آزادی، کامیابی کی امید، یقین محاکم، اپنی پسند اور شوق کا کام، تمام موضوعات کے بارے میں وسعت فکر، تادیب نفس، لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور اخیر میں معاشی تحفظ جیسی دوستیں حاصل کیں۔

والز کراسلر کی کامیابی کے بارے میں ایک عجیب پہلو یہ تھا کہ اس نے یہ کامیابی انتہائی سادہ طریقے سے حاصل کی۔ اس کے پاس کاروبار کو شروع کرنے کے لیے کوئی قدر سرمایہ بھی نہ تھا۔ اس سکی تعلیم بھی واجبی تھی۔ اور اس کے پیچھے کوئی دولت مند شخصیات بھی نہ تھیں جنہوں نے کاروبار میں اس کی معاونت کی ہو۔

لیکن اس کے پاس ایک عملی تصور تھا اور جہاں بھی وہ کھڑا تھا وہیں سے آگے

بڑھنے کیلئے کافی ذاتی محرک موجود تھا۔ اور اپنے قطعی اہم مقصد کو حقیقت کا رہ پ دینے کے لیے اسے جس چیز کی بھی ضرورت محسوس ہوتی تھی وہ مجرمانہ طور پر جیسے اس کے لیے تیار ہوتا، اس کے ہاتھوں میں آ جاتی تھی۔ یہ ایک ایسا امر یہ جوان انسانوں کے لیے ایک عام بات ہے جو مقصد کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔

بیس لاکھ ڈالر کا ایک ہدف

ایندھریو کارنیگی کے انفرادی کامیابی کے فلفے کے ایک حصے پر مشتمل کتاب ”سوچئے اور دولت مند بن جائیں“ (Think and Grow Rich) کی اشاعت کے تھوڑے عرصے بعد ہی اس کے پبلیشر کو آیوا (Iowa) کے شہر ڈیز مینیونس (Des Moines) سے اور اس کے اردوگرد کے علاقے میں واقع بک سنوروں سے بیلی گراف آرڈر زمکن موصول ہونے شروع ہوئے۔

ان آرڈروں میں ایک پر لیس ڈاک کے ذریعے کتاب کی فوری ترسیل کی درخواست کی گئی تھی۔ اس علاقے میں اس کتاب کی طلب میں اچانک اضافہ حیران کرنے والی اموریہ ممداں وقت حل ہوا جب پبلیشر کو سن لائف انشوئنس کمپنی کے ایک سیلز میں ایڈورڈ پی چیز کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں اتنے لکھا تھا:

”میں یہ خط آپ کی کتاب ”سوچئے اور دولتمند بن جائیں“ کی تعریف میں ممنونیت کے جذبے کیلئے تخت لکھ رہا ہوں۔ میں نے اسکی بدایات پر لفظ بے لفظ عمل کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مجھے ایک ایسا خیال سوچا جس پر عمل کرتے ہوئے میں نے بیس لاکھ ڈالر کی لائف انشوئنس پالیسی بیچ دی۔ جو کہ سب سے بڑی مقدار ہے جو آج تک ڈیز مینیونس میں بیچی جاسکی۔“

مسٹر چیز کے خط کا دوسرا جملہ کلیدی حیثیت رکھتا ہے ”میں نے اس کی بدایات پر لفظ بے لفظ عمل کیا ہے۔“

وہ اس خیال کو لے کر مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھا اور یہ بات اس کے

لیے ایک گھنے میں اتنی زیادہ دولت مانے کا موجب بنی جتنی لائف انشورنس کے سیلز میں پانچ سالوں میں ماتے ہیں۔

مسٹر چیز نے ایک مختصر فقرے میں اپنی کارہ باری کامیابی کی کہانی بیان کردی تھی جو اسے لائف انشورنس کے عام سیلز مینوں کے طبقے سے اٹھا کر امیر ترین طبقے میں لے گئی۔

جب وہ دو ملین ڈالر کی لائف انشورنس پالیسی بیچنے کے لیے بکا تو اپنے ساتھ یقین محاکم سے سرشار مقصد کی قطعیت بھی لے کر بکا تھا۔ اس نے کتاب کو محض اس طرح نہیں پڑھا تھا جس طرح شاید دوسرے لاکھوں افراد نے پڑھا ہو گا۔ اور پھر اسے شک اور تنویریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک طرف رکھ دیا ہو گا کہ اس میں درج اصول دوسروں کے لیے تو کام دکھاسکتے ہیں لیکن اس کے لیے نہیں۔

اس نے کتاب کا کھلنے ذہن کے ساتھ مطالعہ کیا اور اس میں بیان کیے گئے خیالات اور تصورات کو صدق دل، پوری امید اور استیاق کے ساتھ قبول کیا اور مقصد کی قطعیت کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔

مسٹر چیز کے ذہن نے کتاب میں کسی جگہ مصنف کے ذہن کے ساتھ ایک تعلق استوار کر لیا اور اس تعلق نے اس کے اپنے ذہن کو اس قدر قطعیت اور شدت کے ساتھ تیز کیا کہ اس نے ایک خیال کو جنم دیا۔ خیال یہ تھا کہ اتنی بڑی انشورنس پالیسی فروخت کی جائے جتنی کہ کبھی اس کی سوچ میں بھی نہ آئی تھی۔ اس پالیسی کی فروخت اس کی زندگی میں اس کافوری اہم اور قطعی مقصد بن گیا۔ وہ اس مقصد کے لیے بغیر کسی پتچاہت یا تاخیر کے آگے بڑھا۔ اور دیکھو! اس نے اپنا مقصد آدھ گھنے سے بھی کم عمر سے میں حاصل کر لیا۔

وہ شخص جو مقصد کی قطعیت سے تقویت پا کر اپنے وجود کی روحانی قوتوں کے ساتھ مقصد کی جانب بڑھتا ہے وہ اس شخص کو تذبذب کا شکار ہوتا ہے پچھے چھوڑتا ہوا

بڑی تیزی سے آگے نکل جاتا ہے۔ خواہ وہ ان شور نس پالیساں بیچ رہا ہوئی گزرے ہے کھود رہا ہو۔

ایک واضح اور طاقت ور خیال جب ذہن میں تازہ ہوتا ہے، اس ذہن کی باعث کیمپسٹری اس طرح سے تبدیل ہو جاتی ہے کہ یہ ایسی روحانی صفات کا حامل ہو جاتا ہے جو ناکامی یا شکست جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

اکثر لوگوں میں سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان مشکلات کا جن پر انہیں قابو پانا ہوتا ہے مقابلہ کرتے ہوئے اس روحانی قوت کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ان کے اندر موجود ہوتی ہے اور جس کی مدد سے ان مشکلات کا سرے سے ہی خاتمه ہو جاتا ہے۔

مہارت کا اصول

زندگی کی حقیقی دوستوں میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوتا ہے جتنا کمان سے ان لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے جن کو ہم اپنی ان دوستوں میں شریک کرتے ہیں۔ میں اس بات کی سچائی پر اس لیے یقین رکھتا ہوں کیونکہ وہ سروں کی اپنی دوستوں میں شریک کرتے ہوئے ہی دوستمند ہوا ہوں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں نے زندگی میں جس کو بھی کوئی فائدہ پہنچایا ہے وہ ہمیشہ مجھ تک کسی نہ کسی طور پر اور کسی نہ کسی طریقے سے دس گنا زیادہ ہو کر پہنچا ہے۔

ایک بہت بڑی سچائی جو مجھ پر عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذاتی مسائل کو حل کرنے کا یقینی طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو آپ سے بھی زیادہ بڑے مسائل میں گھرا ہوا ہو اور ان مسائل کے حل میں اس کی مدد کریں۔ اس کام کے لیے بغیر کسی لائق کے کام کرنے کی عادت سے مدد لینی پڑتی ہے۔

یہ اک بہت سادا سافار مولا ہے، لیکن یہ اپنے اندر ایک ساحر اور ڈسمن لیے ہوئے ہے اور یہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

تاہم آپ مخصوص میری گواہی کو قبول کرتے ہوئے اس فارمولے کی صداقت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اپنے طور پر اسے اختیار کرنا اور اس کا اطلاق کرنا ہو گا۔ پھر آپ کو اس کی صداقت کے لیے کسی گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اروگرد بہت سے موقع اور امکانات خود بخوبی پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

دوسروں کو راستہ تلاش کرنے میں مدد دیتے ہوئے آپ خود اپنے لیے بھی راستہ تلاش کر لیں گے۔

آپ کی ابتداء کے لیے اپنے ہمسایوں کے ساتھ یا اپنے ساتھ کام کرنے والے افراد کے ساتھ مل کر ایک فیلو شپ کلب تشکیل دے سکتے ہیں، جس میں آپ کی حیثیت ایک لیڈر یا استاد کی ہو۔

یہاں آپ کو ایک اور حقیقت کا علم ہو گا کہ انفرادی کامیابی کے فلسفے کے اصولوں کو سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ یہ اصول دوسروں کو سلکھانے کی کوشش کریں۔ جب کوئی شخص کسی بھی چیز کو سلکھانا شروع کرتا ہے تو وہ اس چیز کو جو وہ سلکھا رہا ہوتا ہے خود بھی زیادہ بہتر طور پر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

اس وقت اس فلسفے کو آپ خود سیکھ رہے ہیں، لیکن دوسروں کو یہ فلسفہ سلکھاتے ہوئے آپ خود اس میں مکمل مہارت حاصل کر لیں گے۔ اس طرح اس کا صد آپ یقینی طور پر پیشگوئی مصوب کر لیں گے۔

اگر آپ کسی صنعتی ادارے کا رکن ہیں تو آپس میں ہم آہنگی اور پرامن فضا پیدا کرنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہوئے آپ کے پاس اپنی صلاحیتوں کو پر کھنے کا بہترین موقع موجود ہے۔

محنت کش طبقے کو باچال پیدا کرنے والوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کو امن و سکون پیدا کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو رہنمائی کے لیے ایک مضبوط

فلسفے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، ایک ایسا فلسفہ جو انتظامیہ اور کارکن دونوں کو فائدہ پہنچائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس فلسفے کے اصول انتہائی موزوں ہیں۔ وہ مزدور رہنمای جو اپنے پیروکاروں کی اس فلسفے کی روشنی میں راہنمائی کرتے ہیں انہیں اپنے پیروکاروں کا اعتماد بھی حاصل ہوتا ہے اور ان کے مالکان کا مکمل تعاون بھی میسر ہوتا ہے۔ کیا یہ بات اس فلسفے کو اختیار کرنے کے لیے ایک بہترین صلاحیتیں ہے؟

اس فلسفے کے اصولوں کے مطابق چلانی جانے والی مزدوروں کی تقسیم ہر ایک کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ انسانی تعلقات میں اختلاف کی وجہہ ہم آنکھی جنم لے گی۔ مزدور حقیقت میں بے چینی پیدا کرنے والے اور استحصال کرنے والے عناصر خود بخوبی ختم ہو جائیں گے۔ مزدور تنظیموں کے فنڈ زیاسی ساز بازار کی نظر ہو جانے کے بجائے ان ممبران کی تعلیم و تربیت پر صرف کیے جائیں گے۔

اس طرح صنعت کار کے منافع میں اضافہ ہو گا اور ظاہر ہے کہ اگر صنعت کار کو ہنگامہ پرور عناصر کی تباہ کن سرگرمیوں سے بچنے کے لیے رقم خرچ نہ کرنا پڑے تو وہ بڑی خوشی سے یہ زائد منافع مزدوروں میں تقسیم کرنے کو تیار ہو گا۔

اس طرح صنعت کار کے منافع میں اضافہ ہو گا اور ظاہر ہے کہ اگر صنعت کار کو ہنگامہ پرور عناصر کی تباہ کن سرگرمیوں سے بچنے کے لیے رقم خرچ نہ کرنا پڑے تو وہ بڑی خوشی سے یہ زائد منافع مزدوروں میں تقسیم کرنے کو تیار ہو گا۔

اس طرح ہر صنعت میں فیلوشپ کلب قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

بڑی صنعتوں میں اس قسم کے کئی کلب قائم کرنے کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ ممبر شپ کارکنوں اور انتظامیہ دونوں پر مشتمل ہونی چاہیے، کیونکہ یہاں ان اصولوں پر مبنی جن پر ہر کوئی متفق ہو ستا ہے مثتر کہ طور پر بات چیت کا فقدان موجود ہے۔

اگر آپ نے ابھی تک اپنی زندگی میں کسی اہم قطعی مقصد کو نہیں اپنایا تو اب ایسا کرنے کے لیے آپ کے پاس موقع موجود ہے۔ آپ اس وقت جس مقام پر بھی ہیں وہیں سے یہ فلسفہ ان لوگوں کو سکھاتے ہوئے جن کو اس کی ضرورت ہے ابتداء کر سکتے ہیں۔

وہ وقت آچکا ہے جب کسی شخص کے لیے نہ صرف اپنے ہمسایے کے ذاتی مسائل حل کرنے میں مدد و نیانا فائدہ مند ہو سکتا ہے، بلکہ اپنے ذاتی تحفظ کے لیے ہم میں سے ایک دوسرے کے لیے یہ کام کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔

اگر آپ کے ہمسایے کے گھر کو آگ لگی ہو تو آپ فوری طور پر رضا کارانہ طور پر آگ بجھانے میں مدد کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگرچہ آپ کے ساتھ اس دوستانہ مراسم نہ بھی ہوں۔ کیونکہ یہ عام فہم بات ہے کہ اس طرح دراصل آپ اپنے گھر کو بچا رہے ہوتے ہیں۔

انتظامیہ اور کارکنوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی سفارش کرتے ہوئے میں صرف انتظامیہ کے مقام میں نہیں سوچ رہا ہوتا۔ کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہ ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی تو جلد ہی نہ تو کوئی انتظامیہ رہ جائے گی اور نہ ہی کارکنوں کا وجود باقی رہے گا۔

دوسرے طرف وہ شخص جو زندگی کے بارے میں ایک مضبوط فلسفہ رکھتا ہے اس کے اوپر گرد بے شمار امکانات اور موقع موجود ہوں گے جو کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے تک موجود نہ تھے۔

وہ شخص جو بغیر کسی قطعی مقصد کے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اس کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو کہ ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

آج کی دنیا اور عالم کی دنیا کے زیادہ منفعت بخش موقع صرف ان لوگوں کو میسر آسکیں گے جو اپنے منتخب میدانوں میں اپنے آپ کو ایڈر شپ کے لیے تیار کر لیں

اور انسانی جدوجہد کے کسی بھی میدان میں ایڈر شپ کے لیے ایک مضبوط فلسفے پر قائم بنیادوں کی ضرورت ہے۔ انکل پچھوٹم کی ایڈر شپ کے دن ہمیشہ کے لیے گئے جا چکے ہیں۔ اب جس بدلتی ہوئی دنیا کی طرف ہم گامزنا ہیں وہاں ہنر، تکنیک اور انسانی سوچ بوجھ کی ضرورت ہے۔

صنعتی سپروائزروں اور فورمینوں کو مستقبل میں نئی ذمہ داریاں نہیں ہوں گی۔ انہیں نہ صرف اپنے کام کے مکینکس میں مہارت حاصل کرنا ہو گی جو کہ موثر پیداوار کے لیے ضروری ہیں، بلکہ انہیں اس قابل بھی ہونا ہو گا کہ وہ ان کارکنوں میں کن کے وہ ذمہ دار ہیں ہم آہنگی کی فضای پیدا کر سکیں۔

آج کے نوجوان ہمارے کل کے معاشرے کے لیڈر ہوں گے۔ ان کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں؟ یہ وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے کو حل کرنے کا زیادہ تر بوجھ پبلک سکولوں کے اساتذہ کے لئے ہوں پڑے۔

میں نے ان واضح حقائق کا ذکر ثبوت کے طور پر کیا ہے کہ مستقبل میں مفید خدمات انجام دینے کے لیے ایسے موقع موجود ہوں گے جن کا پہلو کوئی وجود نہ تھا۔ یہ موقع تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کی نئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیدا ہو رہے ہیں۔ دنیا اس قدر تیزی سی پر بدلتی ہے کہ بہت سے لوگ ان تبدیلیوں کی وسعت اور ماہیت کو ابھی تک سمجھنے نہیں سکتے۔

وہ لوگ جو بغیر کسی واضح اور قطعی مقصد کے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ان تبدیلیوں کی ایک فہرست مرتب کریں اور دیکھیں کہ وہ اس بدلتی ہوئی دنیا میں کہاں فٹ ہیں۔ ان نے موقع کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور ان سے بھر پور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اگر میں یہ کہتا تو یقیناً آپ کے لیے ایک ایسے قطعی اہم مقصد کا اختیاب کرتا جو آپ کی صلاحیتوں اور ضروریات کے مطابق ہوتا۔ اور میں آپ کے لیے ایک ایسا سادہ سامنہ وہ بھی تشكیل دیتا جس کے ذریعے آپ اپنے مقصد کے اہداف حاصل کر سکتے۔ لیکن میں آپ کو یہ سمجھاتے ہوئے کہ آپ اپنے لیے یہ کام کیسے انجام دے سکتے ہی شاید زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو ستا ہوں۔

وہ خیال جس کی آپ کو تلاش ہے اس راستے پر چلتے ہوئے کسی بھی مقام پر آپ کے ذہن میں آ سکتا ہے۔ یہ اس فلسفے کے بہت سے طالب علموں کا ذاتی تجربہ ہے۔ جب یہ خیال آئے گا آپ اسے پہچان لیں گے، کیونکہ یہ اس قوت سے آتا ہے کہ آپ اس سے فرار نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیے بشرطیکہ آپ سنجیدگی سے اسے تلاش کر رہے ہوں۔

اس فلسفے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ نئے خیالات کو جنم دینے کا باعث بنتا ہے۔ خود بخود آگے بڑھنے کے ایسے موقع ظاہر کرتا ہے جو پہلے نظر انداز ہو جاتے رہے تھے۔ اور اپنی ذاتی پیش قدمی پر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور ایسے موقعوں سے بھر پور فائدہ اٹھانے کے قابل کرتا ہے۔

اس فلسفے کا یہ پہلو کوئی اتفاقی نتیجہ نہیں۔ اس کو یہ مخصوص اثر پیدا کرنے کے لیے ہی تشكیل دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ وہ موقع جو انسان خود پیدا کرتا ہے یا وہ خیال جسے وہ اپنی ذاتی فکر سے جنم دیتا ہے۔ دوسروں سے مستعار لیے گئے خیال یا موقع سے زیادہ سودمند ثابت ہو ستا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عمل جس کے مدد سے انسان کوئی مفید خیال تشكیل دیتا ہے۔ اسے ان ذرائع تک رسائی دلاؤتا ہے جہاں سے وہ ضرورت محسوس ہونے پر نئے خیالات بھی حاصل کر ستا ہے۔

جب کہ یہ بات بہت ہی زیادہ فائدہ مند ہے کہ انسان کی اس ذریعے تک رسائی

ہو جائے جس کی مدد سے وہ اپنے ذاتی خیالات تشکیل دے سکے اور ظاہر ہے خود انحصاری سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی اور دولت نہیں ہے۔ لیکن ایسا وقت بھی آتا ہے جب اسے دوسرے ذہنوں کے ذرائع پر انحصار بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ وقت ان لوگوں کی زندگی میں ضرور آتا ہے جو ذاتی کامیابی کے اعلیٰ درجوں میں لیڈر شپ کے متنبی ہوتے ہیں۔

فی الحال میں آپ کو ان ذرائع سے روشناس کرنے کی کوشش کروں گا جن کی مدد سے آپ ایک قطعی مقصد کے حصول کے لیے مرکوز بہت سے ذہنوں کے ذرائع ذاتی قوت حاصل کرتے ہیں۔

یہی وہ ذرائع تھے جن کی مدد سے اینڈریو گارنیگی نے امریکہ کو اس کی عظیم سیل انڈسٹری عطا کی، اگرچہ اس کے پاس شروع کرنے کے لیے نتو کوئی سرمایہ تھا اور نہ ہی مناسب تعلیم تھی۔

اور یہی ذرائع تھے جن کی مدد سے تھامس ائی ایڈیسون تارنخ کا سب سے بڑا موجہ بننا اگرچہ اسی ذاتی طور پر فزکس، ریاضی، کیمسٹری، الیکٹر انگس یا دوسرے سائنسی موضوعات کا باکل کوئی علم نہ تھا، جو کہ موجود کے طور پر اس کے لیے تمام کے تمام بہت ضروری تھے۔

آپ کے لیے یہ بات امید افزای ہو گی کہ تعلیم کی کمی سرمائے کافقدان، تکنیکی بصر کی عدم موجودتی کوئی چیز بھی آپ کے مقصد کے حصول میں خواہ آپ زندگی میں کسی بھی ہدف کا انتخاب کرتے ہیں، رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ فلسفہ ایک ایسے راستے کی نشاندہی کرتا ہے جس پر چلتے ہوئے دنیا کا کوئی بھی عالم امیت کا حامل انسان کسی بھی معقول ہدف یا مقصد کو حاصل کر سکتا ہے۔

ایک کام جو یہ فلسفہ انجام نہیں دے سکتا وہ یہ ہے کہ آپ کے لیے کسی مقصد یا ہدف کا انتخاب نہیں کر سکتا۔

لیکن ایک مرتبہ جب آپ اپنے ہدف یا مقصد کا انتخاب کر لیتے ہیں تو یہ فلسفہ اس کے یقینی حصول میں آپ کی مکمل مدد کر ستا ہے۔

ہم آپ کو یہ نہیں بتاسکتے کہ آپ کی خواہش کیا ہوئی چاہیے اور آپ کو کتنی کامیابی کی امید رکھنی چاہیے۔ لیکن ہم آپ کو اس فارمولے سے ضرور آگاہ کر سکتے ہیں جس کے ذریعے کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اب آپ کی سب سے اہم ذمہ داری یہ تلاش کرنا ہے کہ زندگی میں آپ کی خواہش کیا ہے، آپ کس سمت جا رہے ہیں اور وہ بان پہنچ کر آپ کیا کریں گے۔ یہ وہ ذمہ داری ہے جس کا تعین سوائے آپ کے کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا اور یہ وہ ذمہ داری ہے جو سو میں سے اٹھانوے لوگ محسوس ہی نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سو میں سے صرف وہ فرد ہی کامیاب شخص قرار دیے جاسکتے ہیں۔

شدت خواہش کی طاقت

کامیابی کی ابتداء مقصد کی قطعیت سے ہوتی ہے۔

اس بات پر بار بار اس لیے دیا جا رہا ہے کہ یونکہ عام طور پر یہ بات مشاہدہ پر میں آتی ہے کہ لوگ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور سو میں سے اٹھانوے افراد اپنی زندگیاں بغیر کسی واضح مقصد کے بر کر دیتے ہیں۔

مقصد کی وحدانیت ایک انمول اثاثہ ہے۔ انمول اس لیے کہ یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

آپ زندگی میں جو کچھ چاہتے ہیں اس کا فیصلہ کیجیے اور بغیر کسی تبادل کے صرف اس کو حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے قبضے میں وہ انمول خزانہ آگیا ہے جسے کوئی شخص حاصل کرنے کی تمنا کر سکتا ہے۔

لیکن آپ کی یہ خواہش محض ایک تمنایا امید نہیں ہوئی چاہیے۔

ضروری ہے کہ یہ آپ کی شدید ترین خواہش ہو۔ یہ آپ کی اس قدر غالب

خواہش ہونی چاہیے کہ اسکے حصول کے لیے آپ کوئی سی قیمت بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔ یہ قیمت زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور کم بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت جو بھی ہو آپ کو اسے ادا کرنے کے لیے ذہنی طور پر پوری طرح تیار ہونا چاہیے۔

جیسے ہی آپ اپنی زندگی میں ایک قطعی اہم مقصد کا انتخاب کرتے ہیں آپ کو ایک عجیب حقیقت کا مشاہدہ ہو گا یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ممکنہ راست اور ذرا رُغ خود بخواہ آپ پر عیاں ہوتے چلے جائیں گے۔

ایسے موقع آپ کو میرا نے لگیں گے جن کی آپ نے کبھی توقع بھی نہ کی تھی۔ آپ کو دوسرے لوگوں کا تعادن حاصل ہونا شروع ہو جائے گا اور دوست یوں سامنے آنے لگیں گے گویا آپ نے الہ دین کا چراغ رگڑ دیا ہو۔ آپ کے خدشات اور شکوک غائب ہونا شروع ہو جائیں گے اور ان کی جگہ خود اعتمادی لے لے گی۔

ہو ستا ہے کہ ان معارف سے نا آشنا شخص اسے ایک قطعی مقصد کا انتخاب کر لیکن جو شخص تذبذب کی حالت سے نکل کر زندگی میں ایک قطعی مقصد کا انتخاب کر چکا ہے اس کی سوچ یہ نہیں ہو سکتی۔ میں صرف دوسرے لوگوں کے مشاہدات کی روشنی میں یہ بات نہیں کر رہا بلکہ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک مایوس اور ناکام انسان سے ایک کامیاب انسان میں تبدیل کر چکا ہوں۔ اہنہا اس فلسفے کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے آپ جو کچھ حاصل کر سکتے ہیں اس کی یقین و ہانی کرانے کے لیے اپنے آپ کو حق بجانب خیال کرتا ہوں۔

جب آپ اپنی زندگی کے قطعی اہم مقصد کے انتخاب کے ولوہ انگیز لمحات کے نزدیک پہنچیں تو اگر آپ کے دوست اور رشتہ دار جو آپ کے نزدیک ہیں آپ کو خوابیں دیکھنے والا قرار دین تو آپ کو دبرداشتہ یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ تمام تر انسانی ترقی کے پیش رو یہی خوابیں دیکھنے والے افراد ہی رہے

اپنے کسی کو اجازت نہ دیں کہ وہ آپ کے خواب دیکھنے کے عمل کی حوصلہ شکنی کرے بلکہ اس بات کو تینی بنانے کی کوشش کریں کہ آپ اپنی خوابوں کو متعدد کی قطعیت پر منی عمل کے ذریعے تقویت دے رہے ہیں۔ آپ کی کامیابی کے امکانات بھی اتنے ہی روشن ہیں جتنے آپ سے پہلے لوگوں کے تھے۔ جنہوں نے اسی راستے پر چلتے ہوئے عظیم کامیابیاں حاصل کیں ہیں۔ بلکہ کئی پہلوؤں سے آپ کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہیں کیونکہ آپ کو انفرادی کامیابیوں کے ان اصولوں کا پہلے ہی سے علم ہے۔ جن کے بارے ماضی کے لاکھوں کامیاب افراد نے بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد آگاہی حاصل کی تھی۔

وہ جو چاہتا تھا اس کا بخوبی علم تھا

ایسید کو لیبر نارتھ کیرولینا میں وائٹ ویلی کے نزدیک ایک فارم پر پیدا ہوا تھا۔ اس کے خاندان کے مالی حالات ایسے تھے کہ وہ رسمی تعلیم حاصل نہ کر سکا اور راستے پر بچپن ہی سے اپنی عملی زندگی کا آغاز محنت اور جدوجہد سے کرتا پڑا۔

وہ ابھی چودہ پندرہ سال کا ہی تھا کہ ایک بیماری کی وجہ سے اسکے جسم کا کمر سے نیچے والا حصہ مفلوج ہو گیا۔ یہ ایک ایسا حادثہ تھا جو پنسلوں کے چند پیکٹ اور ٹین کا ایک خانی ڈبے لے کر کسی گلی کی نکڑ پر پیٹھنے کا ایک معقول جواز تھا۔

وائٹ ویلی کے چند دکانداروں نے چھوڑا بہت فند جمع کیا اور اسید کو ایک سکول میں داخل کروادیا۔ جہاں اسے گھریاں مرمت کرنے کا کام سکھا دیا گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر اس نے ایک پرچون کی دکان کے پیچے اپنا گھریوں کا چھوٹا سا میز رکھ لیا۔ اسے اس جگہ کا کرایہ ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یوں اس نے گھریوں کی مرمت کا کام شروع کر دیا۔

ان تمام مشکلات کے باوجود نہ تو اس نے خود اعتمادی کا دامن چھوڑا اور نہ ہی اس کی خوش باش طبیعت میں کوئی فرق آیا۔ یہ اس کی شخصیت کے دو ایسے پہلو تھے جن کی

بدولت بہت سے لوگ اس کے دوست بن گئے اور اسے اتنا کام بھی ملنے لگا جتنا وہ کر سکتا تھا۔

اس دورالائیڈ کو کہیں سے کارنیگی کتاب ”سوچیے اور دو تمند بن جائیے“، ہاتھ لگ گئی۔ وہ اس کتاب سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے پورے صدق دل سے کتاب میں بیان کیے گئے کارنیگی کے کامیابی کے لیے مشہور فائز مولے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

سب سے پہلے اس نے اپنا قطعی اہم مقصد تحریر کیا۔ اس نے اسے دن میں کئی کئی مرتبہ وہرا کرنا پی یا دو داشت کا حصہ بنالیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں وہ وائٹ ویل میں ایک خوبصورت جیولری سٹور کا مالک بن گیا۔ شہر کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کر لی اور خوشحال زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے بچوں کو پروان چڑھایا اور انہیں مناسب تعلیم دلوائی۔

کسی شخص کے لیے اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے جس کی ناگزین بھی اپنچ ہوں اور پھر اس کے پاس کام کرنے کے لیے پھوٹی کوڑی بھی نہ ہو۔

لیکن اس نے یہ کر دکھایا۔ اتنے ہر وہ ہدف حاصل کیا جو زندگی کے لیے اس کے اہم مقصد میں شامل تھا اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اس نے یہ سب کچھ اس وقت حاصل کر لیا تھا؛ جب وہ ابھی بالکل جوان تھا اور ان آسائشوں سے لطف اندوڑ ہونے کے لیے ایک لمبی زندگی ابھی باقی تھی۔

وہ ویل چھیر پر ادھر ادھر گھومتا ہے اپنے لیے مخصوص طور پر تیار کی گئی کار چلاتا ہے اور بغیر کسی مدد سے اس میں بیٹھ جاتا ہے اور باہر آ جاتا ہے۔ اس کے جیولری سٹور کو اس کے باعتماد ملاز میں چلا رہے ہیں جبکہ اس کی بیوی حساب کتاب رکھتی ہے۔ اگر آپ اس کے جیولری سٹور پر جائیں تو آپ جیسے ہی اندر داخل ہوں گے وہ اپنی ویل چھیر سے آپ کو پر جوش انداز میں خوش آمدید کہے گا۔ اس سے مل کر آپ کو

احساس ہو گا کہ آپ ایک ایسے شخص سے مل رہے ہیں جس نے اپنی جسمانی
کمزوریوں کو اپنی زندگی کی مجبوریاں نہیں بننے دیا۔

ایمیڈ کولیر ایک ایسی عادت اپنائے ہوئے ہے جسے دوسرا لوگ جو جسمانی
طور پر کمزوریوں کا شکار ہیں آسانی سے اپنا سکتے ہیں۔ ہر روزہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا
کرتا ہے کہ اس نے اسے ان جسمانی کمزوریوں کے باوجود اپنی نعمتوں سے نوازا
ہے۔ اور وہ ہر روز اس طرح سے بسر کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی بتاتا ہے کہ اس
نے کبھی بھی اپنے لیے دوسروں کے ترجم کے جذبے کو طلب نہیں کیا۔ اس کے بجائے
وہ اپنی ان نعمتوں کو ان لوگوں میں بانٹنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی نسبت قدرے کم
خوش نصیب ہیں۔ اس کا یقین ہے کہ ان کو بانٹتے ہوئے وہ محض اپنی دولت اور
نعمتوں میں اضافہ کر رہا ہوتا ہے۔

ایمیڈ کولیر کو ملنے کے بعد ہم واقعتاً اس شخص کے جو گلی کی نگر پر پسلوں کے پیکٹ
اور خانی میں کے ڈبے کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور اس شخص کے درمیان جو مالی طور پر
خود مختار اور مکمل ہنسی سکون کا مالک ہے بہت زیادہ فرق محسوس کرتے ہیں۔ یہ فرق
دراصل ہنسی رویے کا ہے۔ ایمیڈ نے ”ثبت ہنسی رویے“ کو تلاش لیا اور اسے کے
ذریعے اس نے اپنی تمام خواہشات کی تجھیں کی۔

جب بھی آپ کو اپنی زندگی پر افسوس ہوا اور ”منقی ہنسی رویے“، آپ کو پستی کی طرف
لے کر جا رہا ہو تو وابستہ میلی جائیں اور ایمیڈ کولیر سے چند لمحے ملاقات کیجیے آپ
یقیناً ”ثبت ہنسی رویے“ سے سرشار و اپس آئیں گے۔

واثمند لوگ اپنی زیادہ تر دوستیں بڑی فیاض کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ وہ اپنے راز
بہت کم ظاہر ہونے دیتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ یہ کسی غلط انسان کے ہاتھ نہ لگ
جائیں۔ اور جب وہ اپنے اہداف اور منصوبوں کی بات کرتے ہیں تو عام طور پر وہ
الفاظ کے بجائے ان کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ جب آدمی سن رہا ہوتا ہے تو وہ کوئی اچھی بات سیکھتا ہے جب بول رہا ہوتا ہے تو کچھ بھی نہیں سیکھ رہا ہوتا۔

ہمیشہ ایک وقت ہوتا ہے جب بولنا فائدہ مند ہوتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے جب خاموش رہنا فائدہ مند ہوتا ہے۔ جب شک پیدا ہو جائے کہ بولنا فائدہ مند ہے یا خاموش رہنا تو مغلمند انسان اپنے آپ کو شک کافائدہ دیتے ہوئے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں۔

گفتگو کے ذریعے تباولہ خیالات ایک اہم ذریعہ ہے جس سے لوگ مفید علم حاصل کرتے ہیں، اپنے قطبی اہم مقصد کے حصول کے لیے منصوبے تیار کرتے ہیں اور ان منصوبوں کی تکمیل کیلئے راتے اور ذرائع تلاش کرتے ہیں اور اعلیٰ سطح کی کامیابیوں کے لیے گول میز کا نفر نہیں نمایاں کردار کی حامل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اس بے کار گفتگو سے جو بہت مختلف ہیں جن میں کچھ لوگ ہر اس شخص کے آگے اپنا ذہن کھول کر رکھ دیتے ہیں جو ان کی باتیں سنبھالا چاہتا ہے۔

اس وقت آپ کو ایک ایسا محفوظ طریقہ بتاؤں گا جس کے ذریعے آپ لوگوں کی ساتھ اس یقین دہانی کے ساتھ تباولہ خیالات کر سکتے ہیں کہ آپ جتنا دیں گے اس جتنا یاس سے زیادہ حاصل کریں گے۔ اس طریقے سے آپ نہ صرف اپنے غربہ ترین منصوبوں پر کھل کر گفتگو کر سکیں گے بلکہ ایسا کرنا آپ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

میں آپ کو ایک ایسے انٹر سیکشن (مقام اتصال) سے روشناس کراؤں گا جہاں آپ اپنے اس ذیلی راستے کو جس پر آپ اپنی کامیابی کے لیے گامزن ہیں، چھوڑ کر بڑی شاہراہ پر آ سکتے ہیں۔ اس راستے کی بڑی واضح نشاندہی کی جائے گی تاکہ آپ اسے کھونے سکیں۔ جس انٹر سیکشن کی میں بات کر رہا ہوں، وہ مقام ہے جس پر بڑی

کامیابیاں حاصل کرنے والے لوگ اپنے بہت سے سابقہ ساتھیوں اور رازداروں سے اپنے راستے جدا کر لیتے ہیں اور ان لوگوں کی محبت میں شامل ہو جاتے ہیں جو دولت کی جانب ان کے سفر میں ان کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔



چند قدم زیادہ چلنے کی عادت

زندگی کے تمام میدانوں میں اور تمام پیشوں میں کامیابی کا ایک اہم اصول "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے لیے تیار رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جتنا معاون نہ ادا کیا جاتا ہے اس کی نسبت زیادہ اور بہتر کام کا نزا اور یہ کام ثابت و فتح رویے کے ساتھ کرنا۔

آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں بھی رہ رہے ہیں اس اصول کے خلاف ایک چھوٹی سی دلیل بھی ڈھونڈنے کی کوشش کریں، آپ نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔ اسی طرح کامیابی کی آپ ایک مثال نہیں ڈھونڈ سکتے جس میں یہ اصول کا فرمانہ رہا ہو۔ یہ انسانوں کا بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ قدرت کا تشکیل کردہ اصول ہے کیونکہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انسانوں کی سطح سے نیچے والی تمام زندہ مخلوق کو زندہ رہنے کے لیے اس اصول پر اجازہ عمل کرنا پڑتا ہے۔

انسان اگر چاہے تو اس اصول سے بے انتہا برست ستا ہے لیکن وہ ایسے کرتے ہوئے بیک وقت پاسیدار کامیابی کے ثمرات سے اطفا نہ زنہیں ہو ستا۔

مشابدہ کریں کہ قدرت کس طرح اس اصول کا اطلاق اس خوارک کی پیداوار پر کرتی ہے جوز میں سے اگتی ہے، جس میں کسان کو زمین صاف کرتے ہوئے، ہل چلاتے ہوئے اور سال کے درست موسم میں بیج بوتے ہوئے چند قدم زیادہ چلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سارے کام کے لیے اسے پیشگی ادا بھیگی نہیں ہوتی۔

لیکن یہ دیکھیں کہ اگر وہ اپنا کام قدرت کے قوانین سے ہم آہنگی میں انجام دیتا ہے اور مناسب مقدار میں محنت کرتا ہے تو جہاں کسان کی محنت ختم ہوتی ہے وہاں سے قدرت کام اپنے باتھوں میں لے لیتی ہے اور جو بیج اس نے بوئے ہوتے ہیں انہیں اگاتی ہے اور انہیں فصل کی صورت میں پروان چڑھاتی ہے۔

اور اس حقیقت پر ذرا غور کریں۔ گندم یا مکنی کے ہر دانے کے بد لے جو وہ زمین میں بوتا ہے اسے شاہد سو دانے دیتی ہے۔

قدرت ہر چیز کو اپنی ضرورت کے مطابق پیدا کرتے ہوئے اور ساتھ ہی ہنگامی حالات اور زیاس کو مد نظر رکھتے ہوئے چند قدم زیادہ چلتے ہوئے ضرورت سے زیادہ پیدا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر درخت پر لگنے والے پھل وہ پھول جن سے پھل بنتے ہیں، تالاب میں مینڈگ اور سمندر میں مچھلیاں وغیرہ۔ قدرت جانوروں کی نسلوں کو قائم رکھنے کے لیے اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے تمام زندہ اشیاء کی پیداوار میں ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول کو مد نظر رکھتی ہے۔ یعنی ان کی پیداوار ہمیشہ ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے اگر یہ بات درست نہ ہوتی تو بہت سے جانوروں کی نسلیں ختم ہو چکی ہوتیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جنگلوں کے جانوروں اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے محنت کے بغیر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ لیکن سمجھو دار لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ حق ہے کہ قدرت نے ہر زندہ چیز کے لیے خوراک پیدا کی ہوتی ہے لیکن ہر مخلوق کو اس خوراک میں سے حصہ لینے کے لیے لازمی محنت کرنا پڑتی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت اس عادت کی حوصلہ شکنی کرتی ہے جو بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے یعنی بغئی کسی محنت یا جدوجہد کے کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش۔

”چند قدم زیادہ چلیے“ کی عادت سے حاصل ہونے والے فوائد یقینی اور قابل فہم ہیں۔ آئیے چن ایک کاجائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم مزید قائل ہو سکیں۔

اس عادت سے انسان ان لوگوں کی حمایت اور توجہ حاصل کر لیتا ہے جو شخص ترقی کے موقع فراہم کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔

یہ عادت انسان کو کئی قسم کے انسانی تعلقات میں ناگزیر ہنا دیتی ہے اور اس طرح وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی خدمات کا وسط سے زیادہ معافی طلب کر سکے۔

یہ عادت ذہنی نشوونما، جسمانی ہنر مندی اور برداشت کی مختلف صورتوں کی تشكیل کرتی ہے۔ اس طرح یہ انسان کی ماننے کی صلاحیت میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔

جب ملازمتیں کم ہوں تو یہ عادت بے روزگاری سے بچاتی ہے اور انسان کو اپنی پسند کی ملازمت اختیار کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

یہ ثابت اور خوشگوار ذہنی روایے کی تشكیل میں مددگار ہوتی ہے جو کہ پائیدار کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

یہ ذاتی پیش قدمی کی اہمترین خاصیت کو پروان چڑھاتی ہے۔
یہ خود اعتمادی اور جرات کو پروان چڑھاتی ہے۔

اس سے انسان دیانت داری پر وہ مرے لوگوں کے دلوں میں پختہ اعتماد پیدا کرتا ہے۔ یہ ذمہ داری سے پہلو ہجن کی خطرناک عادت کو ختم کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ یہ انسان کو بے مقصد زندگی گزارنے سے بچاتی ہے اور زندگی کا ایک حتمی مقصد فراہم کرتی ہے۔

زیادہ دوزیا دلو

”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ کی پیروی کرنے کی ایک اور بڑی وجہ بھی ہے۔ کسی بھی شخص کو زیادہ صلح طلب کرنے کی واحد معقول وجہ مہیا کرتی ہے۔

اگر کوئی شخص اس سے زیادہ محنت نہیں کرتا جتنا کہ اسے معافی ادا کیا جا رہا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اسے وہ پورا معافی مل رہا ہے جس کا وہ حق دار ہے۔

اپنی ملازمت یا ذریعہ آمدن کو قائم رکھنے کے لیے اسے لازمی اتنا کام کرنا ہو گا جتنا

کے اسے معاوضہ دیا جا رہا ہے۔

ہر وہ شخص جو تنخواہ یا معاوضہ پر کام کر رہا ہے اگر اس اصول کو اپناتا ہے تو اس کے لیے یقیناً آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے موقع پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والے شخص کی ساکھ میں اضافہ ہوتا ہے اور زیادہ معاوضہ یا اچھی پوزیشن کے لیے مطالبہ کرنے کا اس کے پاس معقول جواز ہوتا ہے۔

کوئی بھی نظام یا فلسفہ جس میں انسان کے لیے "چند قدم زیادہ چلنے" کے موقع موجود ہوں وہ کمزور ہو گا اور آخر کار ناکام ثابت ہو گا۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ اصول کا اہم ترین ذریعہ ہے جس کی مدد سے کوئی شخص اپنے غیر معمولی ہنر تحریر ہے اور تعلیم کا صد حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا اصول ہے جو انسان کو قطع نظر اس کے کارہ بار پیشے یا روزگار کے عزم و انتقال بخشتا ہے۔

امریکہ میں کوئی بھی شخص "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے بغیر اپنی روزی نما سکتا ہے۔ اور بہت سے لوگ یہی کر رہے ہیں۔ لیکن امریکن طرز زندگی کے تحت حاصل شدہ معاشی تحفظ اور آسانیوں صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جو اس اصول کو اپنے فلسفہ زندگی کا حصہ بنانے لیتے ہیں، اور یہ ان کی زندگی میں ایک عادت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تمام عقلی دلائل اور خود ہماری عقل سلیم بھی اسے درست تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ اگر ہم بہت بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے والے انسانوں کی زندگیوں کا تجزیہ کریں تو بھی یہ اصول درست ثابت ہو گا۔

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ کارنیگی نے کسی بھی دوسرے بڑے امریکی صنعتکار کی نسبت زیادہ کامیاب صنعتی لیدر پیدا کیے۔ ان میں سے اکثر عام دیپہاؤزی دار مزدوروں میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر نے بہت زیادہ ذاتی دولت اکٹھی کی، اس سے بھی بہت زیادہ جتنی وہ کارنیگی کی راہنمائی کے بغیر حاصل کر سکتے تھے۔

کارنیگی جس بھی کارکن کو ترقی دینیکار ارادہ کرتا تھا اس کا سب سے پہلا ملیٹ یہی لیتا تھا کہ وہ کس حد تک ”چند قدم زیادہ چلنے“ کو تیار ہے۔

اسی ملیٹ کے نتیجے میں چارلس ایم شواب اس کی نظر میں آیا۔ اس وقت وہ سعیل کے بڑے پلانٹ پر دیہاڑی دار مزدور کے طور پر کام کر رہا تھا۔ اس کے کام کا قریبی مشاہدہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی کہ مسٹر شواب کو جو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ اس سے زیادہ اور بہتر کام کرتا ہے۔ مزید بڑا ہے وہ یہ سارا کام ایک ایسے خوشگوار انداز میں کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کارکنوں میں بہت مقبول تھا۔

اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ ترقی دی جاتی رہی حتیٰ کہ وہ 75000 ڈالر سالانہ پر یونا یونڈیٹیس سعیل کا روپوریشن کا پر یونڈیٹ بنادیا گیا۔

انسان کی تمام تر عقل و دانش اور ان تمام تماں مذاہیر کے باوجود جو انسان کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے چارلس ایم شواب جو کہ ایک دیہاڑی دار مزدور تھا 75000 ڈالر اپنی ساری زندگی میں نہیں کام سوتا تھا۔ اگر وہ رضامندی کے ساتھ ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ کو اپنا تے ہوئے اس پر عمل پیران ہوتا۔

مسٹر کارنیگی نے مسٹر شواب کو اس کی باقاعدہ تنخواہ کے علاوہ جو کہ واقعتاً بہت زیادہ فیاضانہ تھی گا ہے گا ہے 1000000 ڈالر کا بونس بھی دیا۔

جب مسٹر کارنیگی سے سوال کیا گیا کہ اس نے مسٹر شواب کو اتنا خطیر بونس کیوں دیا کیا ہے جو اس کی سالانہ تنخواہ سے بھی تجاوز کر جاتا ہے تو اس نے جو جواب دیا وہ دنیا کے ہر کارکن کے لیے قابل غور ہے ”میں اسے تنخواہ اس کام کی دیتا ہوں جو وہ حقیقتاً انجام دے رہا ہے اور بونس اسے چند قدم اور چلنے کی عادت کا دیا ہے۔“

75000 ڈالر سالانہ تنخواہ پر غور کریں جو کہ ایک ایسا شخص لے رہا ہے جس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک دیہاڑی دار مزدور کی حیثیت سے کیا ہو۔ اور پھر اس بونس

کے بارے میں سوچیے جو کہ اس کی تجوہ سے دل گناہ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ
مسئلہ شواب نے اپنی ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ کے بد لے حاصل کیا۔

یقیناً ”چند قدم زیادہ چلنا“ فائدہ پہنچاتا ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی شخص ایسا کرتا
ہے وہ کسی دوسرے شخص کو اپنارہیں منت بناتا ہے۔

کسی کو بھی ”چند قدم زیادہ چلنے“ پر مجبور نہیں کیا جاتا اور شاید ہی کسی کو بھی
درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس معافی سے زیادہ کام کرے جو اسے دیا جا رہا ہے۔
اہذا اس عادت کو ہمیشہ اپنی مرضی سے اپنے طور پر اپنانا پڑتا ہے۔

تاہم یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو یہ عادت اپنا نے پر مناسب صلی یا عوضانہ نہ ملے۔
یہ صلی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ تجوہ میں اضافہ ایک یقینی امر ہے اور
رضا کارانہ ترقیاں ناگزیر ہیں۔ کام کا وہ ستانہ ماحول اور خوشگوار انسانی تعلقات یقینی
امر ہے اور یہ چیزیں معاشی تحفظ کی ضامن ہوتی ہیں جو ایک شخص اپنے استحقاق پر
حاصل کرتا ہے۔

ایک اور فائدہ بھی ہے جو ”چند قدم زیادہ چلنے“ والے شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ اس
پر عمل کرتے ہوئے اس کا خمیر مضمین رہتا ہے اور یوں اسے رہانی سکون اور
تحویت حاصل ہوتی ہے۔ اہذا یہ عادت ایک مضبوط کردار کی تشکیل میں ایسا ہم
کردار ادا کرتی ہے کوئی دوسری انسانی عادت اس کی ثانی نہیں ہو سکتی۔

آپ ایک بچے کو کوئی بھی کام معمول کی نسبت زیادہ اور قدرے بہتر کرنے کی
عادت ڈال دین تو گویا آپ نے اس بچے میں ایک ایسی صفت پیدا کر دی ہے جو
اسے اس کی ساری زندگی میں بے شمار فائدے پہنچا سکے۔

کارنیگی کا فلسفہ بنیادی طور پر معاشی فلسفہ ہے۔ لیکن یہ بات اس سے بڑھ کر ہے
۔ یہ انسانی تعلقات کے حوالے سے فلسفہ اخلاق بھی ہے۔ یہ کمزور بد نصیب
لوگوں کے ساتھ ہم آہنگی، مغابہمت اور ہمدردی کو جنم دیتی ہے۔

”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“، محض اس فنا سُنی کے سترہ اصولوں میں سے ایک ہے جو ان لوگوں کے لیے تشكیل دی گئی ہے جو دولتوں کے متناشی ہیں۔ لیکن آئیے غور کریں کہ کس طرح بارہ دولتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا براہ راست تعلق ہے۔

سب سے پہلے اس عادت کا بارہ دولتوں میں سے سب سے اہم دولت یعنی ”ثبت ذہنی رو یے“، کو پروان چڑھانے کے ساتھ گہر اتعلق ہے۔ جب انسان اپنے جذبات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے اور دوسروں کیلئے مفید کام انجام دیتے ہوئے اپنے اپنے نفس کا فن سیکھ جاتا ہے تو وہ ثبت ذہنی رو یے کی نشوونما میں کافی پیش رفت کر چکا ہوتا ہے۔

ثبت ذہنی رو یہ سوچ کے ایک نمونے کو جنم دیتا ہے جو باقی ماندہ بارہ دولتوں کو اس طرح یقینی طور پر اپنی طرف کھیج لیتا ہے جیسے دن کے بعد رات آتی ہے، اور یہ ایک ناگزیر عمل ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اور آپ کو سمجھا آجائے گی کہ ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“، محض مادی دولتیں اکٹھی کرنے سے بڑھ کر بھی بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ آپ کو یہ بھی سمجھا آجائے گی کہ انفرادی کامیابی کے فلفے میں اس اصول کو اولین حیثیت کیوں دی گئی ہے۔

ایسا انسان جسے کوئی بھی کھونا نہ چاہتا ہو

آئیے اب اس پبلو پر غور کرتے ہیں کہ کسی شخص کو جتنا معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس کی نسبت قدرے زیادہ اور بہتر کام کرنے کی نصیحت اپنے وجود میں تناقض نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی بھی شخص کے لیے ناممکن ہے کہ وہ مناسب صلم پائے بغیر ایسا کام کرے گا۔ لیکن یاد رکھیں کہ معاوضہ مختلف شکلوں یا صورتوں میں بھی ہو سکتا ہے۔

بعض اوقات یہ عجیب اور غیر متوقع ذرائع سے مل جاتا ہے، لیکن ملتا ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کی خدمات انجام دینے والے کارکن ہمیشہ اس شخص سے

صلہ یا معاوضہ نہ ملتا ہو جس کے لیے وہ کام کر رہا ہے۔ لیکن یہ عادت اس کے لیے آگے بڑھنے کے بہت سے موقع پیدا کرتی ہے، ان میں نئے اور زیادہ فائدہ مند روزگار کے زرائع بھی ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اسے یہ معاوضہ با واسطہ طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔

شاید رالف والدو امیرسن (Ralph Waldo Emerson) کے ذہن میں یہی حقیقت تھی جب اس نے ”صلہ“ کے بارے میں اپنے مضمون میں یہ بات کہی ”اگر اپ ایک احسان ناشناس شخص کی ملازمت کر رہے ہیں تو اس کی زیادہ خدمت کریں۔ خدا پر فرض چہہ حاٹے جائیں۔ آپ کی ہر کوشش اور ہر کام کا معاوضہ مل جائے گا۔ معاوضہ ملنے میں جتنی زیادہ دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی آپ کے حق میں بہتر ہو گا کیونکہ اس کے خزانے کی روایت سود مرکب کی ادائیگی پر ہے۔“

اس فلسفے میں ایک اور پہلو جو بظاہر متناقض نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنا فیقی وقت جو محنت پر صرف کرتا ہے اس کا اسے کوئی براہ راست اور فوری معاوضہ یا صلح حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے یہ بات یاد رکھیں کہ ایک آدمی جو معاوضے یا مزدوری پر کام کر رہا ہوتا ہے اسے اس کا معاوضہ یا صلد و شکلوں میں مل رہا ہوتا ہے۔ ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کا معاوضہ نقدی کی صورت میں حاصل کرتا ہے۔ اور دوسری صورت وہ ہے نہر ہوتا ہے جو وہ کام کے تجربے سے حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ صلے یا معاوضے کی ایسی صورت ہوتی ہے جو اکثر نقد تخفواہ سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ کیونکہ تجربہ اور نہر کا وہ بار کی دنیا میں کارکن کا سب سے بڑا اثاثہ ہوتا ہے، جس کی مدد سے وہ زیادہ تخفواہ اور بڑی ذمہ داریوں والے کام حاصل کر ستا ہے۔

وہ شخص جو ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا عادی ہوتا ہے وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اسے بہتر پوزیشن اور زیادہ تخفواہ والے کام کی تربیت حاصل کرنے کا معاوضہ دیا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسا یہول ہے جس پر کسی بھی کارکن کے ساتھ دھوکا نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا

مالک خواہ کتنا ہی خود غرض یا اچھی کیوں نہ ہو وہ معاوضے کی اس شکل کو روک کر نہیں رکھ سکتا۔ یہی وہ ”سودمرکب پرسودمرکب“ ہے جس کا ذکر ایمین نے کیا تھا۔

یہی وہ اثاثہ تھا جس نے مسٹر شواب کو ایک معمولی دیہاڑی دار مزدور سے اٹھا کر زینہ بے زینہ اس اعلیٰ ترین اپوزیشن تک پہنچا دیا جو اس کا مالک اسے پیش کر سکتا تھا۔ اور یہی وہ اثاثہ تھا جو مسٹر شواب کے لیے اس کی تخلوہ سے بھی وہ گناہ زیادہ بونس کا تحفہ لے کر آیا تھا۔

مسٹر شواب کو جو کام بھی سونپا گیا اس میں اس نے اپنی معمول کی ذمہ داری سے بڑھ کر محنت اور جدوجہد کا مظاہرہ کیا۔ اور اس کی اس جدوجہد اور محنت کے عملے کے طور پر اسے 10 لاکھ ڈالر کا بونس دیا گیا۔ اگر اسے ہر کام میں ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ نہ ہوتی تو شاید وہ یہ سب کچھ حاصل نہ کر سکتا۔ اور ظاہر ہے یہ چیز اس کے اپنے ذاتی اختیار میں تھی۔

آئیں ہم فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر کارنسیگی نے اسے یہ بونس اس کا حق سمجھ کر دیا تھا کیونکہ اس کے خیال میں مسٹر شواب نے اپنی محنت اور لگن کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کا حق دار ثابت کر دیا تھا۔ لیکن اصل حقیقت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس مفید آدمی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ یعنی اسے خوف تھا کہ کہیں یہ آدمی اسے چھوڑ کر نہ چلا جائے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول کو جس پہلو سے بھی دیکھیں ہم صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جو شخص بھی اس پر عمل کرتا ہے اسے ”سودمرکب پرسودمرکب“ حاصل ہوتا ہے۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عظیم صنعتی ایڈر کے ذہن میں کیا بات تھی جب اس نے کہا تھا۔ ”ذاتی طور پر مجھے ہفتے میں کم از کم چالیس گھنٹے کام کرنے کے قانون میں اتنی وچھپی نہیں جتنی اس بات میں کہ میں چالیس گھنٹوں کو ایک دن میں کس طرح سمو

ستا ہوں۔

جس آدمی نے یہ بیان دیا تھا اس کے پاس بارہ دو لئیں وافر مقدار میں موجود تجویزیں اور وہ کھلے الفاظ میں یہ تسلیم کرتا تھا کہ اس نے اپنی یہ دو لئیں نہایت پچلی سطح سے کام کا آغاز کرتے ہوئے ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ کو اپناتے ہوئے حاصل کی ہیں۔

یہی وہ آدمی تھا جس نے کہا تھا ”اگر مجھے مجبور کیا جائے کہ میں اپنی کامیابی کے لیے سترہ اصولوں میں سے صرف ایک اصول پر انحصار کروں تو میں بغیر کسی چیز کا ہٹ یا تدبیب کے ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت کے اصول کا انتخاب کروں گا۔“

خوش قسمتی سے اس کے لیے اس انتخاب کی نوبت نہیں آئی، کیوں کہ انفرادی کامیابی کے سترہ اصول آپس میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں اور لہذا ان سب کا مردود استعمال ہی ان کو بہت بڑی قوت میں تبدیل کرتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک اصول کو بھی چھوڑ دینا ان کی مجموعی قوت میں کمی کا باعث بن جاتا ہے با اکل اسی طرح جس طرح ایک واحد کڑی نکال دینے سے زنجیر کمزور ہو جاتی ہے۔

ان سترہ اصولوں کی قوت ان اصولوں میں پوشیدہ نہیں بلکہ ان کے اطلاق اور استعمال میں ہے۔ جب ان اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے تو یہ ذہن کی کیمسٹری کو منفی سے ثابت ڈال رہی ہے میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یہی ثابت ڈالی رویہ ہے جو کامیابی کو ہینپتا ہے اور انسان کو بارہ دو لئیں کے حصول کی جانب لے کر جاتا ہے۔

یہ سترہ اصول حروف تہجی کے اکیاون حروف کی مانند ہیں جن کے مختلف مجموعوں سے ہم تمام انسانی خیالات ظاہر کر سکتے ہیں۔ حروف تہجی کے انفرادی حروف کسی مفہوم کے حامل نہیں ہوتے، لیکن جب انہیں الفاظ کی شکل میں جمع کر دیا جاتا ہے تو یہ انسان کی ہر سوچ اور خیال کو ظاہر کرتے ہیں۔

ستہ اصول انگریزی کامیابی کے حروف تجھی ہیں جن کے ذریعے تمام صاحبوں کا
ان کی اعلیٰ ترین اور مفید ترین شکل میں اظہار کیا جاستا ہے۔ الہنا یہ وہ ذرا کم مہیا
کرتے ہیں جن کے ذریعے آپ دونوں کی ”ماسٹر چابی“ حاصل کر سکتے ہیں۔



محبت، انسانوں کی حقيقة نجات دہنده

محبت انسان کا سب سے بڑا تجربہ ہے۔ یہ انسان کا عظیم داش کے ساتھ رابطہ قائم کرتی ہے۔

جب یہ جنسی اور روحانی جذبات کے ساتھ مغم ہو جاتی ہے تو یہ تخلیقی بصیرت کے ذریعے انسان کو انفرادی پیش رفت کی بلند چوٹیوں تک لے جاسکتی ہے۔

محبت جنس اور عشق کے جذبات کامیابی کی ابدی تکون جسے فضلانت کے طور پر جانا جاتا ہے، کے تین پہلو ہیں۔ فضلانت کی تخلیق کے لیے قدرت کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے۔

محبت انسان کی روحانی ذہرت کا ایک پیرومنی اظہار ہے۔

جنسی فعل اگرچہ حیاتیاتی عمل ہے لیکن یہ زمین پر رینگنے والی معمولی ترین مخلوق سے لے کر انسان جیسی اعلیٰ ترین مخلوق تک تخلیقی سرگرمیوں کا سرچشمہ ہے۔

محبت تمام انسانیت کو ایک رشتہ میں باندھ دیتی ہے۔

یہ خود غرضی، لاچ، حسد اور بعض کا خاتمه کرتی ہے اور اونی ترین انسانوں کو بردا راست با دشایوں کے منصب پر فائز کر دیتی ہے۔ جہاں محبت کا وجود ہو وہاں حقيقة عظمت نظر نہیں آسکتی۔

جس محبت کی میں بات کر رہا ہوں اس کو جنسی جذبات کے ساتھ غلط ملطاخیں کرنا چاہیے کیونکہ محبت اپنے بلند ترین اور خالص ترین اظہار میں ابدی تکون کا حصہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ اس تکون کے تینوں اجزاء میں سے سب سے عظیم ہے۔

جس محبت کی میں بات کر رہا ہوں وہ زندگی عطا کرتی ہے اور اس کی کوکھ سے وہ تخلیقی جدوجہد جنم لیتی ہے، جس نے انسان کو اس کے موجودہ شائستگی اور تہذیب کے مقام تک پہنچایا ہے۔

یہ ایک ایسا عنصر ہے جو انسان اور اس سے بچے دنیا کی تمام تر مخلوق کے درمیان ایک خط اقیاز کھینپتا ہے۔ یہ ایک ایسا عنصر ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ ہر انسان اپنے اردوگرد ہونے والے انسانوں کے دلوں میں کتنی جگہ پاسستا ہے۔

محبت ایک ایسی مضبوط بنیاد ہے جس پر بارہ دولتوں میں سے پہلی دولت، ثابت قبضی رہ یہ کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے اور ہمیں یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے بغیر کوئی بھی شخص حقیقی دولتمند نہیں بن سکتا۔

محبت باقی ماندہ گیارہ دولتوں کا تانا اور بانا ہے۔ یہ تمام دولتوں کی صحیح دھمکی میں اضافہ کرتی ہے اور انہیں پائیداری کی صفت سے نوازتی ہے۔ اس بات کی شہادت ہمیں ان لوگوں کے سرسری مشاہدے سے مل جاتی ہے جنہوں نے مادی دولتیں تو حاصل کر لی ہیں لیکن محبت کا جذبہ حاصل نہیں کر سکے۔

”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“

محبت کی اس روح کو حاصل کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔ کیوں کہ اس محبت سے بڑھ کر محبت کا اظہار کوئی اور نہیں کر سکتا جس کا اظہار بغیر کسی ذاتی مفاد کے محض دھرم و کے فائدے کے لیے کام کر کے کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے عظیم دانشوروں نے محبت کو ایک ایسی اکسیر طاقت فرار دیا ہے جو انسان کے زخمی دلوں کو شفا بخشتی ہے اور انسانوں کو اپنے بھائیوں کا محافظہ بناتی ہے۔ امریکی قوم کے ایک عظیم دانشور نے محبت کی ایسے کلاسیک انداز میں تشرح کی ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔ وہ کہتا ہے:

”زندگی کے کالے بادل میں محبت واحد قوس قزح ہے۔“

”یہ صحیح اور شام کا ستارہ ہے۔“

”یہ بچے پر چمکتی ہے اور اپنی شرعاً عیسیٰ خاموش مقبرے پر بکھیرتی ہے۔“

”یہ فن کی ماں ہے شاعر، محبت وطن اور ناسفر کو جذبہ عطا کرتی ہے۔“

”یہ ہر دل کی روشنی، ہر گھر کی معمدار ہے اور ہر آتشِ داں میں آگ روشن کرنے والے قوت ہے۔

”حیاتِ جاوداں کی نوید ہے۔“

”یہ دنیا کو تر نم سے بھر دیتی ہے، کیونکہ موسيقی محبت کی آواز ہے۔“

”محبت ایک ایسا جادو ہے، ایک ایسا ٹلسماں ہے جو بے کار چیزوں کو شادمانی میں بدل دیتی ہے اور عام افراد کو با دشنا ہوں مانکاؤں کا مقام پر فائز کر دیتی ہے۔“

”یہ ہمارے قلب کے پھول کی خوشبو ہے اور اس مقدس جذبے کے بغیر ہم حیوانوں سے بھی کمتر ہیں۔ لیکن اس کی موجودگی میں زمین جنت ہے اور ہم دیوتا ہیں۔“

”محبت ایک کایا کلب ہے، یہ انسان کو شرافت، پاکیزگی، اور شان و شوکت سے نوازتی ہے، محبت باطن کی روشنی اور ایک تخلیق ہے۔ محبت سے زمین اپنا حسن اور انسان اپنی شان و شوکت مستعار لیتا ہے۔ انساف، نفسِ کشی، سخاوت اور رحم محبت کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ محبت کے بغیر شان و شوکت مان پڑ جاتی ہے، شرافت و متوڑ جاتی ہے، فن مر جاتا ہے، موسيقی اپنا منہوم کھود دیتی ہے اور نیکی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔“

جو انسان حقیقت میں عظیم ہے وہ تمام انسانیت سے محبت کرتا ہے۔ وہ اچھے اور برے تمام انسانوں سے محبت کرتا ہے۔ اچھے لوگوں سے وہ فخر و انہی طبقات کا اظہار کرتے ہوئے محبت کرتا ہے۔ برے لوگوں سے وہ رحم اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ حقیقت میں عظیم ہے تو وہ جانتا ہے کہ اچھے اور برے لوگ دراصل حالات کی پیداوار ہوتے ہیں کیونکہ اپنی جہالت کی وجہ سے حالات ان کے قابو میں نہیں ہوتے۔

اگر کوئی آدمی حقیقت میں عظیم ہے تو وہ رحم دل، ہمدرد اور برے بار ہو گا۔ جب وہ

وہ مرے لوگوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو وہ رحم کے جذبے کے ساتھ انصاف کے تقاضوں میں قدرے نرمی کا منظاہرہ کرتا ہے اور ہمیشہ کمزور بے علم اور غربت کے ماروں کی طرفداری کی کوشش کرتا ہے۔

ان چند لوگوں کا تذکرہ جنہوں نے ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“ سے

فائدہ حاصل کیا

کوئی آدمی بھی کسی محنت کے بغیر رضا کار انہ طور پر کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں ہم ان چند لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت سے فائدہ حاصل کیا شاہد ان کے ذکر سے آپ میں بھی اس عادت کو اپنانے کے لیے کوئی محرک پیدا ہو۔

کئی سال پہلے پس برگ ڈیپارٹمنٹ سٹور میں ایک بوڑھی عورت محض وقت گزاری کے لیے چبل قدمی کر رہی تھی۔ وہ مختلف کاؤنٹریوں کے سامنے سے گزرتی چلی گئی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تمام گھرک اسے ایک بے کار بوڑھی عورت خیال کر رہے تھے جو کچھ بھی خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ جب وہ ان میں سے کسی کاؤنٹر پر کھڑی ہوتی تو وہاں موجود گھرک کسی اور سمت دیکھنا شروع کر دیتا۔

آخر وہ خاتون ایک کاؤنٹر پر آئی جہاں ایک نوجوان گھرک گھر اتھا۔ اس نے بڑی شاستگی سے جھکتے ہوئے پوچھا کہ کیا وہ اس کے کسی کام آستا ہے۔ ”نہیں“، ”بوڑھی“ خاتون نے جواب دیا ”میں صرف وقت گزار رہی ہوں۔ بارش رکنے کا انتظار کر رہی ہوں تاکہ گھر جاسکوں“۔

”بہت اچھی بات ہے میڈم“۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا ”کیا میں آپ کے لیے کرسی لے آؤں“ اور اس نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک کرسی لا کر اسے دے دی۔ جب بارش قدرے ہٹم گئی تو نوجوان بوڑھی خاتون کو بازو سے پلڑ کر گلی تک لیے گیا اور اسے خدا حافظ کہا۔ جانے سے پہلے اس نے اس سے اس کا کارڈ

لے لیا۔

کئی ماہ بعد سٹور کے مالک کو ایک خط ملا کہ اس نوجوان کو ایک گھر کی تزئین و آرائش کے لیے آرڈر حاصل کرنے کے لیے سکٹ لینڈ بھیجا جائے۔ سٹور کے مالک نے جواب میں کھا کر اسے فسوس ہے کہ نوجوان گھروں کی آرائش اور تزئین کرنے والے ڈیپارٹمنٹ میں کام نہیں کرتا۔ تاہم اس نے وضاحت کی کہ اس کام کے لیے ایک تجربہ کار آدمی کو بھیجنے میں وہ خوش محسوس کرے گا۔

جواب میں اسے کہا گیا کہ اس خاص نوجوان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی نہیں چاہیے۔ یہ خطوط اینڈ ریوکارنسی کی جانب سے تھے اور جس گھر کی وہ تزئین و آرائش کروانا چاہتا تھا وہ سکٹ لینڈ میں سکیبو کا سل (Skibo Castle) تھا۔ وہ بورڈسی خاتون کارنسی کی والدہ تھی۔ نوجوان آدمی کو سکٹ لینڈ بھیجا گیا۔ اسے گھر لیو آرائش و تزئین کی مختلف اشیاء کے کوئی سوہنارڈ امر کے آرڈر ملے اور ان کی مدد سے وہ سٹور کا حصہ دار بن گیا۔ بعد میں وہ سٹور کے آدھے منافع میں حصہ دار بن چکا تھا۔

یقیناً جب آپ چند قدم زیادہ چلتے ہیں تو اس کا معاوضہ ضرور ملتا ہے۔

چند سال پیشتر ”دی گولڈن روں میگزین“ کے ایڈیٹر کوڈیون پورٹ کے پالر سکول میں تقریر کے لیے مدعو کیا گیا۔ اس نے اپنی معمول کی فیس 100 ڈالر اور آنے جانے کے اخراجات کی ادائیگی پر پیش قبول کر لی۔

جب ایڈیٹر کا لج میں پہنچا تو اس نے وہاں سے اپنے میگزین کے لیے بہت سی کہانیوں کا مowa اکھا کر لیا۔ جب اس نے تقریر کر لی اور واپسی کی تیاری کی تو اسے اپنے آنے جانے کے اخراجات بتانے کو کہا گیا تاکہ اسے معاوضے کا چیک دیا جا سکے۔

اس نے اپنی تقریر اور اخراجات کے لیے کوئی بھی رقم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس نے اپنے میگزین کے لیے جو مواد اکھا کیا ہے اس صورت میں اسے پہلے سے

مناسب ادا بیگنی ہو چکی ہے۔ اس خیال کے ساتھ کہا سے کافی اجرت مل گئی ہے وہ
ٹرین پر بیٹھا اور واپس شکا گواہ گیا۔

اگلے ہفتے اسے ڈیون پورٹ سے میگزین کی سالانہ خریداری کے لیے بہت سے
آرڈروں صول ہونے شروع ہو گئے۔ ہفتے کے اختتام تک 6000 ڈالرنقد وصول ہو
چکے تھے۔ پھر اسے ڈاکٹر پالمر کا ایک خط ملا جس میں یہ وضاحت کی گئی تھی۔ کہ
خریداری کے لیے یہ ممبر شپ اس کے طالب علموں کی جانب سے آ رہی تھی، جن کو
 بتایا گیا تھا کہ ایڈیٹر نے وہ رقم لینے سے انکار کر دیا تھا۔ جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا
 گیا تھا اور جس کا وہ حقدار تھا۔

اگلے دو سالوں میں پالمر سکول کے گریجوائیں اور طالب علموں نے 50000 ڈالر
 سے زائد چندہ خریداری بھیجا۔ یہ واقعہ اتنا متاثر کن تھا کہ اسے ایک ایسے میگزین نے
 بھی شائع کر دیا جس کی سرکولیشن انگلش بولنے والی دنیا میں تھی۔ اور اس طرح اسے
 بہت سے دیگر ممالک سے بھی چندہ خریداری موصول ہوا۔

اس طرح مخفض 100 ڈالر کی مفت خدمت کرنے کے عوض ایڈیٹر نے اپنی سرمایہ
 کاری کی نسبت 500 گناہ زیادہ منافع حاصل کر لیا۔ ”چند قدم زیادہ چلنے کی عادت“
 مخفض ایک موہوم بات نہیں، اس کا صلیب ضرور ملتا ہے اور بہت زیادہ ملتا ہے۔

اس کے علاوہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت وہ سرمایہ کاریوں کی طرح کبھی
 ختم نہیں ہوتی۔ اس کا صلیب ساری عمر ملتا رہتا ہے۔

آنے اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ جب ایک آدمی ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت
 کو نظر انداز کر دیتا ہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ایک بارش والے دن شام کے وقت
 نیویارک میں ایک ایسے شوروم میں جہاں بہت زیادہ قیمتی گاڑیاں کھڑی تھیں ایک
 سیلر میں معمول کے مطابق اپنی میز پر بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک آدمی بڑی
 خوشدنی سے چھڑی گھما تا ہوا اندر واصل ہوا۔

سیلز میں نے شام کا اخبار پڑھتے ہوئے نظریں اور پرانگیں اور اندر آنے والے پر ایک سرسری نظر ڈالی اور اسے ایک ایسا شخص خیال کیا جس نے خریدنا کچھ بھی نہیں ہوتا اور محض قیمتیں اور مختلف باتیں پوچھتے ہوئے اپنا دوسراں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس نے کرسی سے اٹھنے کی زحمت نہ کی اور دوبارہ اخبار بینی شروع کر دی۔ چھتری والا آدمی شوروم میں گھومتے ہوئے بھی ایک کار کے پاس رکتا بھی دوسرا چھتری پر جھکتے ہوئے بڑی بے پرواہی سے دہاں کھڑی تین مختلف گاڑیوں کی قیمت پوچھی۔ اخبار سے نظریں اٹھائے بغیر سیلز میں نے قیمتیں بتائیں اور دوبارہ اخبار پڑھنے لگا۔

چھتری والا آدمی دوبارہ ان گاڑیوں کی طرف گیا جنہیں وہ پہلے دیتارہا تھا ہر ایک کے نامروں کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر دیکھا اور اس مصروف سیلز میں کے پاس واپس آیا اور کہا ”ٹھیک ہ! مجھے سمجھنے میں آرہی کہ میں یہ خریدوں یا وہ خریدوں یا وہ جو پرے کھڑی ہو وہ خریدوں یا پھر میں تینوں ہی خریدوں“۔ مصروف آدمی جواب میں محض مسکرا دیا، گویا کہ اپنی دانش پر نازل ہو کہ میرا اندازہ درست تھا۔

پھر چھتری والا آدمی نے کہا ”اوہ! میرا خیال ہے میں ان میں سے ہی ایک خریدوں گا۔ یہ ایک جو پلیے پہیوں والی ہے گل میرے گھر بھیج دینا۔ ہاں تو! آپ نے اس کی قیمت کیا بتانی تھی؟“

اس نے اپنی چیک بک نکالی۔ ایک چیک لکھا اور سیلز میں کو تھامتے ہوئے باہر نکل گیا۔ جب سیلز میں نے چیک پر نام دیکھا تو اس کے کئی رنگ بدلتے اور وہ آقر بیا بے ہوش ہونے کو پہنچ گیا۔ چیک دینے والا شخص ہیری پینی ویٹنی (Harry Payne Whitney) تھا اور سیلز میں کو پتا چل چکا تھا کہ اگر وہ کرسی سے اٹھنے کی زحمت گوارا

کر لیتا تو بغیر کسی جدوجہد کے تینوں گاڑیاں بچ سکتا تھا۔

اپنی امیت کے مطابق بہتر کام یا خدمت مہیانہ کرتا اور خواہ مخواہ کی کوتا ہی برنا بہت مہنگا پڑ سکتا ہے اور جب اس حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ بارڈ و ہیر مشور پر ایک نوجوان سیلز میں نے دیکھا کہ بہت چھوٹی مولیٰ چیزیں ایسی پڑی تھیں جن کا رواج ختم ہو چکا تھا اور اس لیے بک نہیں رہی تھیں۔ اس نے تھوڑا وقت زکال کر مشور کے درمیان ایک بڑا میز لگ دیا اور کچھ نہ بلکن والی اشیا رکھ دیں اور اس پر برمال ایک ڈائم (وس سینٹ) کا بورڈ لگا دیا وہ خود بھی اور مشور کا مالک بھی حیران رہ گئے جب یہ تمام اشیاء روپیوں کی طرح بنائے گئیں۔

اسی تجربے نے ایف ڈبلیو وول ڈر تھ پانچ اور دس سینٹ کے چین مشور سسٹم کو جنم دیا۔ جس نوجوان نے ”چن قدم زیادہ چلنے“ کی عادت کے نتیجے میں فروخت کے اس تصور تک رسائی حاصل کی اس کا نام فرینک ڈبلیو وول ڈر تھ تھا۔ اس تصور نے اسے 50000000 ڈالر سے زیادہ دولت سے نوازا۔ اس کے علاوہ اسی تصور نے اور بھی بہت سے لوگوں کو دولت مند بنا دیا۔

کسی نے بھی نوجوان وول ڈر تھ کو اس کی ڈاتی صوابدید کے حق کو استعمال کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ نہی کسی نے اسے اس کام کا معاوضہ ادا کیا تھا۔ لیکن اس کا عمل اسے ہمیشہ کے لیے دولت سے نوازتا چلا گیا۔ جب اس نے اس تصور کو عملی شکل دے دی تو بڑھتی ہوئی مسلسل آمدی نے اسے آرام سے بٹھا دیا۔

جتنا کسی کو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرنے کی عادت میں ایک عجیب خاصیت پائی جاتی ہے کہ یہ اس شخص کو اس وقت بھی فائدہ پہنچا رہی ہوتی ہے جب کہ وہ سویا ہوتا ہے۔ جب یہ ایک دفعہ کام شروع کر دیتی ہے تو پھر اتنی تیزی سے دولت کے ڈھیر اگاتی چلی جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اللہ دین کے چراغ سے

جنوں کی ایک فوج اس کام پر لگا دی ہے جو سونیکے بیگ بھر بھر کر لاد رہے ہیں۔

تقریباً تیس سال پہلے چارلس ایم شواب کذاتی ریل کارزین سے علیحدہ ہو کر پنسلوینیا میں واقع اس کے سٹیل پلانت کے قریب آ کر رکی۔ یہ ایک سر دھند آلو صبح تھی۔ جیسے ہی وہ کار سے باہر نکلا اس کا استقبال ایک نوجوان نے کیا جس کے ہاتھ میں شینوگر افرود والی نوٹ بک تھی۔ اتنے فوری طور پر اپنا تعارف کروایا کہ وہ سٹیل کمپنی کے جزل آفس میں شینوگر افر ہے اور وہ یچے کار کے پاس اس لیے آیا ہے کہ شاید مسٹر شواب کوئی بڑا کھوانا یا کوئی سیلی گرام بھیجننا چاہتے ہوں۔

”مجھے ملنے کے لیے تمہیں کس نے کہا تھا؟“؟ مسٹر شواب نے پوچھا۔ ”کسی نے بھی نہیں،“ نوجوان نے جواب دیا۔ ”میں نے وہ سیلی گرام دیکھی تھی جس میں آپ کے آنے کی اطاعت تھی۔ لہذا میں آپ کو ملنے کے لیے یچے آگیا تھا کہ شاید میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں۔“

ذراغور کریں! وہ اس امید سے یچے آیا تھا کہ شاید اسے کرنے کے لیے کوئی کامل جائے جس کے لیے اسے کوئی اداگی نہیں کی گئی تھی۔ اور وہ بغیر کسی کے کہنے پر اپنی ذاتی صوابدید پر یچے آیا تھا۔

مسٹر شواب نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اسے اس وقت شینوگر افر کی ضرورت نہیں ہے۔ احتیاط کے ساتھ نوجوان آدمی کا نام نوٹ کرتے ہوئے اس نے اسے واپس اپنے کام پر جانے کو کہا۔

اُسی رات جب پرائیویٹ کار واپس نیویارک جانے کے لیے رات کی ڈرین کے ساتھ جوڑی گئی تو اس میں وہ نوجوان شینوگر افر بھی سوار تھا۔ مسٹر شواب کی درخواست پر اس کا تقریب نیویارک میں سٹیل میگنٹ کے ایک اسٹنٹ کے طور پر کرو دیا گیا تھا۔ اس نوجوان کا نام ولیمز تھا۔ وہ مسٹر شواب کے زیر سایہ کی سال تک خدمات انجام دیتا رہا۔ اس دوران بغیر کسی مطالبے یا توقع کے اسے بار بار ترقی کے بے شمار موقع میسر

یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ وہ لوگ جو "چند قدم زیادہ چلنے" کو اپنا اور حصنا پچھونا بنالیتے ہیں موقع ان کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں آخر کار اسے ایک ایسا موقع ملا جسے وہ نظر انداز نہ کر سکا اسے امریکہ کی سب سے بڑی ڈرگ کمپنی کا صدر اور بہت بڑا شاک ہولڈر بنادیا گیا۔ یہ ایک ایسی ملازمت تھی جس نے اسے اس کی ضرورت سے زیادہ دولت سے نوازا۔

"چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے فوائد صرف تنخواہ وار طبقہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ یہ ملازم رکھنے والے کے لیے بھی ایسا ہی کام دکھاتی ہے جیسا کہ ملازمت کرنے والے کے لیے۔ جیسا کہ ایسا تاجر نے جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں ذاتی طور پر اسے آزمکرو یکھا ہے۔

اس کا نام آرٹھر ناٹھ تھا۔ اس کا کاروبار درزیوں کے استعمال کی اشیاء کی پیدائی تھا۔ چند سال پہلے اس کا کاروبار خوب چل رہا تھا۔ کچھ ایسے حالات نے جن پر اس کا ظاہر آکوئی اختیار نہ تھا اس کے کاروبار کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔

اس کے راستے میں ایک اور بڑی رکاوٹ یہ پیدا ہو گئی تھی کہ اس کے ملازمین اس کے شکست خور دلگی کے جذبے کو بجانپ گئے تھے اور انہوں نے بھی اپنے کام میں سستی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا اور مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔ اس کی حالت بہت زیادہ مایوسانہ ہو چکی تھی۔ فوری طور پر کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہو چکا تھا تا کہ وہ اپنا کاروبار جاری رکھ سکے۔

مخصوص مایوسی کے عالم میں اس نے اپنے ملازمین کو اکھا کیا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ جب وہ بات کر رہا تھا تو اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ "گولڈن روبل میگزین" میں ایک کہانی پڑھ رہا تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح اس کے ایڈیٹر نے "چند قدم زیادہ چلنے" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے

معاوضہ لینے سے انکار کر دیا تھا اور اس کے بدالے اسے رضا کارانہ طور پر 6000 ڈالر سے زیادہ چندہ خریداری حاصل ہو گیا تھا۔

اس نے یہ کہتے ہوئے بات ختم کر دی کہ اگر وہ اور اس کے سارے ملاز میں اس جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا تہیہ کر لیں تو وہ کاروبار کو بچا سکتے ہیں۔

اس نے اپنے ملاز میں سے کہا کہ اگر وہ اس شرط پر اس کے ساتھ اس تجربے میں شامل ہونے کو تیار ہوں کہ وہ وقت طور پر تختواہ کو بھول جائیں گے، کام کے گھنٹوں کو بھول جائیں گے اور اپنی بہترین کوششیں کاروبار کے لیے وقف کر دیں گے تو وہ کاروبار کو جاری رکھ سکے گا اور اس نے وعدہ کیا کہ اگر کاروبار اس بحران سے نکل گیا اور آمدی شروع ہو گئی تو ہر ملازم کو اچھے معقول بونس کے ساتھ تختواہ اپنے مل جائیں گی۔ ملاز میں نے اس بات کو پسند کیا اور یہ تجربہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ اگر دن انہوں نے اپنی تھوڑی بہت بچتیں لے کر رضا کارانہ طور پر مسٹر ناش کو قرض کے طور پر دے دیں۔

ہر ایک نے ایک نئے جذبے کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا اور جلد ہی کاروبار میں ایک نئی زندگی نظر آنا شروع ہو گئی۔ بہت جلد یہ منافع کی بنیادوں پر واپس آگیا۔ اور پھر یہ اس طرح پہلنے پھولنے لگا کہ پہلے آج تک کبھی بھی ایسا پھیلا اور پھوانے تھا۔ دس سال بعد کاروبار نے مسٹر ناش کو دوستمند بنادیا تھا اور ملاز میں پہلے سے زیادہ خوشحال ہو چکے تھے اور ہر کوئی خوش تھا۔

آخر ناش فوت ہو چکا ہے لیکن آج اس کا کاروبار امریکہ میں اپنے میدان میں دوسرے تمام ہم پیشہ کاروباروں کی نسبت سب سے زیادہ کامیاب کاروبار ہے۔

جب مسٹر ناش نے ہاتھ کھڑے کر دیے تو ملاز میں نے کاروبار کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ان میں سے کسی سے بھی پوچھ لیجئے کہ وہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول

کے بارے میں کیا خیال کرتے ہیں آپ کو جواب مل جائے گا۔

اس کے علاوہ ناش کے کسی سیلز میں سے ملیں اور اس جذبے اور ولولے اور اس کی خود اعتمادی کا جائزہ لیں۔ جب ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا جذبہ کس کے ذہن میں گھر کر لیتا ہے تو وہ ایک دوسری قسم کا انسان بن جاتا ہے۔ دنیا کے بارے میں اس کا نقطہ نظر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ مختلف نظر آتا ہے کیونکہ وہ حقیقت میں مختلف ہوتا ہے۔

شاید یہ مناسب مقام ہے کہ آپ کو ”چند قدم زیادہ چلنے“، یعنی جتنا کسی کو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرنے کی صادت کے بارے میں ایک اہم پہلو سے روشناس کرایا جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ ”جو آدمی یہ کام کرتا ہے اس پر یہ ایک عجیب اثر ڈالتی ہے“، عمومی فائدہ اس شخص کو نہیں پہنچا جس کے لیے کام کیا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ فائدہ اسے حاصل ہوتا ہے جو یہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ جو کہ ایک تبدیل ہونے کی صلاحیت، زیادہ خود اعتمادی، پیش قدمی کی زیادہ جرات، زیادہ ولاء اور جذبہ، زیادہ بصیرت اور مقصود کی قطعیت عطا کرتا ہے اور یہ تمام خاصیتیں ہیں جو یقینی کامیابی کی ضامن ہیں۔

جو آپ چاہتے ہیں اسے حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ

آپ لوگ جو معاوضے کی خاطر کام کرتے ہیں انہیں ہونے اور کام لئے کے پیشے کے بارے میں زیادہ جانے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ کو سمجھ لگے گی کہ کیوں کوئی بھی شخص ناکافی محنت کے بچ بوتے ہوئے ہمیشہ بھر پور معاوضے کی فصل نہیں کاٹ ستا۔ آپ کو سمجھ آجائے گی کہ آدھے دن کی محنت کے عوض پورے دن کی مزدوری کا مطالبہ زیادہ دن نہیں چل ستا۔

اور آپ جو معاوضے کی خاطر کام نہیں کرتے، لیکن زندگی کی بہترین آسائشیں حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، آئیے آپ سے چند باتیں کرتے ہیں۔ آپ

عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جن اشیاء کی آپ کو خواہش ہے ان کو حاصل کرنے کا آسان اور یقینی طریقہ کیوں نہیں اختیار کرتے؟ جی باں! ایک ایسا طریقہ موجود ہے جسکے ذریعے آپ زندگی کے جس میدان میں بھی آگے بڑھنا چاہتے ہیں اس میں آسانی اور یقینی طور پر آگے بڑھ سکتے ہیں اور اس راز سے ہر وہ شخص آگاہ ہے جو ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت کو اپنا وظیرہ بنا لیتے ہیں۔ اس راز کو آپ کسی اور طریقے سے عیاں نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ان ”زیادہ قدموں“ میں لیتا ہوا ہے۔

توس قزح کے سرے پر سونے کی دلگیکا ہونا محض پر یوں کی کہانی نہیں ہے۔ ”چند مزید قدم“ جہاں ختم ہوتے ہیں وہاں پر توس قزح کا سرا ہوتا ہے اور یہی جگہ ہے جہاں سونے کی دلگیکا فن ہے۔

توس قزح کے سرے کو کوئی بھی شخص نہیں پکڑ سکتا۔ جب کوئی شخص اس جگہ پہنچتا ہے جہاں وہ سمجھتا ہے کہ توس قزح کا سر موجود ہو گا تو وہ اس سے بھی آگے دور نظر آ رہا ہوتا ہے۔ ہم میں سے اکثر کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ توس قزح کا پیچھا کیسے کیا جائے۔ جو لوگ اس راز سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ توس قزح کے سرے تک صرف ”چند قدم زیادہ چلتے“ ہوئے ہیں پہنچا جاسکتا ہے۔ پہنچتا یہیں برس قبل سہ پہر دری گئے جز ل موڑ کا بانی ولیم سی ڈیورنٹ بنک میں داخل ہوا۔ بینکنگ کا وقت ختم ہو چکا تھا اور ایک ایسے کام کے لیے کہا جو عام طور پر بینکنگ اوقات میں ہی ممکن ہو ستا تھا۔

وہ آدمی جس نے یہ بے وقت خدمت انجام دی ایک اندر رائیس کارل ڈاؤنی تھا۔ اس نے نہ صرف اس کا کام کر دیا بلکہ چند قدم زیادہ چلتے ہوئے اس کی عزت افزائی بھی کی۔ اس کا رو یہ ایسا تھا کہ ڈیورنٹ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ حقیقتاً بڑی خوش دلی سے اس کی خدمت کر رہا ہے۔ یہ ایک عام سماں واقعہ تھا۔ اور اپنے وجود میں کسی اہمیت کا حامل نہ تھا۔ مسٹر ڈاؤنی کو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کی یہ عزت افزائی جو اس

نے اسے دی تھی اس قدر دوسری اثرات کی حامل ہو گی۔

دوسرا دن مسٹر ڈیورنٹ نے ڈاؤنی کو اپنے ففتر آنے کے لیے کہا اور اسے ملازمت کی پیشکش کی جسے ڈاؤنی نے قبول کر لیا۔ اسے جز ل آفس میں ایک میز دیا گیا جہاں انداز اسوس کے لگ بھگ آدمی بھی کام کرتے تھے۔ اسے بتایا گیا کہ کام کے اوقات 8:30 سے 5:30 تک ہوں گے اور اس کی معمولی تنخواہ مقرر کی گئی۔

پہلے دن کے اختتام پر جب دن کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے چھٹی بجی، تو ڈاؤنی نے دیکھا کہ ہر شخص ہیٹ اور کوت کو اٹھاتے ہوئے دروانے کی طرف اپکا۔ وہ خاموش بیٹھا دوسروں کے ففتر سے نکل جانے کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ چلے گئے وہ اپنی میز پر بیٹھا رہا اور اس جلد بازی پر تیزی سے غور کرتا رہا جس کا مظاہرہ ہر کسی نے چھٹی کے موقعے پر کیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد مسٹر ڈیورنٹ نے اپنے پرائیویٹ ففتر کا دروازہ کھوا اور مسٹر ڈاؤنی کو ابھی تک اپنے میز پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور ڈاؤنی سے پوچھا کہ کیا اسے علم ہے کہ اسے 30:5 پر کام بند کر دینے کا حق ہے۔

”اوہ! ہاں“ ڈاؤنی نے جواب دیا۔ ”لیکن میں اس قدر تیزی سے باہر نکلا نہیں چاہتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ اگر وہ مسٹر ڈیورنٹ کے کسی کام آ ستا ہو۔ ڈیورنٹ نے اسے پوچھا کہ کیا اس کے پاس پنسل ہے۔ اس نے ایک پنسل کو پنسل تراش میں ڈال کر تراشنا اور مسٹر ڈیورنٹ کو پیش کر دی۔ مسٹر ڈیورنٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے شب بخیر کہا۔

انگے دن چھٹی کے وقت ڈاؤنی دوبارہ اپنے میز پر بیٹھا رہا تاکہ بھیڑ کم ہو جائے۔ اس مرتبہ وہ جان بو جھ کر انتظار کرتا رہا۔ جھوڑی دیر بعد مسٹر ڈیورنٹ اپنے پرائیویٹ ففتر سے باہر نکلا اور دوبارہ پوچھا کہ کیا اسے علم نہیں ہے کہ 30:5 چھٹی کا وقت ہے۔ ”جی ہاں!“ ڈاؤنی مسکرا یا ”مجھے علم ہے کہ یہ دوسروں کے لیے نکلنے کا وقت ہے۔

لیکن مجھے کسی نہیں کہا کہ جب چھٹی کا وقت ہو جائے تو مجھے لازمی دفتر سے نکل جانا چاہیے۔ لہذا میں یہاں اس امید سے بیٹھا رہتا ہوں کہ شاید آپ کے کسی چھوٹے موڑے کام آسکوں۔

”بہت غیر معمولی امید ہے۔“ ڈیورانٹ نے کہا کہ ”تمھیں یہ خیال کیسے آیا؟“

”مجھے یہ خیال اس منظر سے آیا ہے جو میں ہر روز یہاں چھٹی کے وقت دیکھتا ہوں۔“ ڈاؤنی نے جواب دیا۔ مسٹر ڈیورانٹ نے جواب میں پچھہ کہا ڈاؤنی صاف طور پر سن نہ کا اور وہ اپنے دفتر میں واپس چلا گیا۔

اس کے بعد ڈاؤنی ہمیشہ چھٹی کے بعد اس وقت تک میز پر بیٹھا رہتا جب تک وہ مسٹر ڈیورانٹ کو دفتر سے جاتے ہوئے نہ دیکھ لیتا۔ اسے ایسا کرنے کو کسی نہیں کہا تھا اور نہ ہی کسی نے اسے یہاں بیٹھے رہنے کا کوئی معاہ نہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ایک عالم و بخشنے والے کی نظر میں وہ اپنا وقت ضائع کر رہا تھا۔

کئی ماہ بعد مسٹر ڈیورانٹ نے ڈاؤنی کو اپنے دفتر میں بایا اور بتایا کہ اس نے پلان پر بھیجنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو کہ حال ہی میں خریدا گیا ہے اور وہاں اسے پانٹ مشینری لگانے کی نگرانی کرنا ہوگی۔ ذرا غور کریں! ایک سابقہ بنک آفیسر چند مہینوں میں مشینری کا ماہر بن گیا ہے۔

بغیر کسی عذر یا بہانے کے ڈاؤنی نے یہ نئی ذمہ داری قبول کر لی اور اپنے کام پر چلا گیا۔ اس نے نہیں کہا ”مسٹر ڈیورانٹ،“ میں مشین لگانے کے بارے میں پچھنچنے میں جانتا،“ اس نے یہ نہیں کہا ”یہ میرا کام نہیں ہے،“ یا ”مجھے مشین لگانے کے پیسے تو ادا نہیں کیے جا رہے،“ اس نے کوئی بات نہ کی اور اپنے کام پر چلا گیا اور جو اسے کہا گیا تھا اس کے مطابق کام کرنے لگا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے کام پر خوشگوار ہنسنی رویے کے ساتھ گیا۔

تین ماہ بعد کام مکمل ہو گیا۔ یہ سارا کام ایسے اچھے اور خوبصورت طریقہ پر سے

انجام دیا گیا کہ مسٹر ڈیورنٹ نے ڈاؤنی کو اپنے دفتر میں بایا اور اسے پوچھا کہ اس نے مشینری کے بارے میں کہاں سے سیکھا تھا۔ ”میں نے کبھی بھی نہیں سیکھا۔ میں نے اپنے ارڈر گرد جائزہ لیا، وہ آدمی تلاش کیے جو جانتے تھے کہ یہ کام کیسے ہو گا، انہیں کام پر لگایا اور انہوں نے یہ کام کر دیا۔“

”بہت خوب“، مسٹر ڈیورنٹ نے کہا۔ ”وہ قسم کے آدمی ہوتے ہیں جو کسی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو کوئی کام کر سکتا ہے اور بغیر شکایت کیے مجھ پر کام کا بہت بوجھ ہے کام کو اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ اور وہ سرا آدمی وہ ہوتا ہے جو بغیر شکایت کیے وہ سرے لوگوں سے کام کر رہا سکتا ہے۔ اور تم میں دونوں خاصیتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔“

ڈاؤنی نے اپنی اس قدر روانی پر شکریہ ادا کیا اور جانے کے لیے پلنا۔

”ایک منٹ تھہرہ“، ڈیورنٹ نے کہا۔ ”میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ تم اس پلانٹ کے جو تم نے لگایا ہے نئے مبنی ہو اور تمہاری تنخواہ 50000 ڈالر سالانہ ہو گی۔ اگلے دس سالوں میں مسٹر ڈیورنٹ کے ساتھ رفاقت نے کاروں ڈاؤنی کو دس سے بارہ ملین ڈالر سے نوازا۔ وہ موثر کنگ کا ایک بڑی قریبی مشیر بن گیا اور اس کے نتیجے میں بہت زیادہ دولتمند شخص بن گیا۔

ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کے ساتھ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو مقام حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ اور ہم ان کی قدر و منزالت کا اندازہ ان کی کامیابی کے دور میں کرتے ہیں۔ اور یہ سوچنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ انہوں نے یہ مقام کیسے حاصل کیا۔

کاروں ڈاؤنی کی کہانی کوئی خاص چونکا دینے والی نہیں ہے۔ واقعات جو بیان کیے گئے ہیں وہ روزمرہ زندگی کے معمول کا حصہ ہیں۔ جن کا شاید اس کے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں نے بھی کوئی نوٹس نہ لیا ہو۔ اور ہمیں اس بات پر بھی کوئی

شک نہیں کہ اسکے ساتھ کام کرنے والے اکثر ساتھی اسے رشک کی نظرؤں سے دیکھتے ہوں گے کہ کسی خاص تعلق یا محض قسمت کی بنابر مسٹر ڈیورنٹ اس پر خاص طور پر مہربان ہے۔ یا ان کے دل میں کوئی اور بھی بات ہو سکتی تھی جس کی عدم موجودگی کا رونما اکثر لوگ روتے ہیں جو زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بہر حال اگر ہم صاف گولی سے کام لیں تو ڈاؤنی نے مسٹر ڈیورنٹ سے ایک خاص تعلق تو قائم کر ہی لیا تھا۔

اور اس نے یہ تعلق محض اپنی ذاتی پیش قدمی سے پیدا کیا تھا۔

اس نے ضرورت کے وقت محض ایک معمولی سی پہنچ مہیا کرتے ہوئے ”چند قدم زیادہ چلتے،“ ہوئے یہ تعلق استوار کیا تھا۔

اس نے یہ تعلق شام پانچ نجح کر تھیں منٹ پر ش ختم ہونے تک چند منٹ مزید اپنے میز پر اس امید کے ساتھ بیٹھے رہنے سے قائم کیا تھا کہ شاید وہ اپنے مالک کے کسی کام آئے۔

اس نے اپنی ذاتی صوابید پر ایسے آدمی تلاش کرتے ہوئے جو مشینی لگا سکیں یہ تعلق قائم کیا تھا۔ بجائے اس کے کوہ ڈیورنٹ سے پوچھتا کہ ایسے آدمی کہاں سے اور کیسے تلاش کیے جائیں۔

ان واقعات پر قدم بقدم غور کرتے آئیں تو آپ کو علم ہو گا کہ ڈاؤنی کی کامیابی مکمل طور پر اس کی ذاتی پیش قدمیوں کی مرہون منت تھی۔ اس کے علاوہ اس کی کامیابی کی داستان چھوٹے چھوٹے معمولی کاموں کو بہتر انداز میں اور درست ”ڈینی رویے“ کے ساتھ انجام دینے پر مشتمل ہے۔

شاید وہاں سو کے قریب دوسرے افراد تھے جو مسٹر ڈیورنٹ کے لیے کام کر رہے تھے اور وہ اتنا ہی بہتر کام کر سکتے تھے جتنا ڈاؤنی نے کیا۔ لیکن ان کے ساتھ مصیت یہ تھی کہ وہ قوس فرز کلے سرے کی تلاش میں ہرشہ پیر ٹھیک 5:30 پر اس سے دور

بھاگ جاتے تھے۔

کئی سالوں بعد کارول ڈاؤنی کے ایک دوست نے اس سے پوچھا کہ اس نے مسٹر ڈیورنٹ کے ساتھ اپنے لیے ترقی کے موقع کس طرح تلاش کیے ”اوہ“، اس نے سادگی سے جواب دیا ”میں نے یہ اپنی عادت بنائی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس کے سامنے موجود رہوں تاکہ وہ مجھے دیکھ سکے۔ جب وہ کس معمولی کام کے لیے اوہراہڑہ بیکتا تو مجھے ہی آواز دیتا کیونکہ باس میرے علاوہ کوئی اور ہوتا ہی نہیں تھا۔ اس طرح ہر کام کے لیے مجھے آواز دینا اس کی عادت بن گئی تھی۔

مخفی ایک اس بات سے ہمیں مسٹر ڈاؤنی کی ترقی کا سارا راز سمجھا جاتا ہے کہ ”ڈاؤنی کو آواز دینا مسٹر ڈیورنٹ کی عادت بن چکی تھی“۔ اس کے علاوہ اسے یہ بات بھی سمجھا جائی تھی کہ ڈاؤنی اپنی ہر ذمہ داری کو ”چند قدم زیادہ چلتے“ ہونے بھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو سنجیدگی سے یہ دعویٰ کر سکے کہ اگر کارول ڈاؤنی قانون کے مطابق رعایت کے مطابق ٹھیک 5:30 شام کو فنر سے نکل جایا کرتا تو اس کی پوزیشن بہتر ہو سکتی تھی؟ اگر وہ ایسا کرتا تو اسے وہی معمولی تنخواہ مانی تھی جو اس کے کام کے مطابق ہوتی اور اس سے زیادہ کچھ بھی حاصل نہیں کر سستا تھا۔ وہ اس سے زیادہ کس طرح حاصل کر سستا تھا؟

اس کی قسمت اس کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ یہ اس واحد استحقاق میں لپٹی ہوئی تھی جو کہ دنیا کے ہر شہری کا بنیادی استحقاق ہے۔ یعنی ذاتی صواب دید کا حق جس کو استعمال کرتے ہوئے اس نے ”چند قدم زیادہ چلنے“ کو اپنی عادت بنالیا تھا۔ اسی لیے ساری کہانی سمجھا جاتی ہے۔ ڈاؤنی کی کامیابی کا اس کے علاوہ کوئی اور راز نہیں ہے۔ وہ اسے تسلیم کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو غربت تک اس کے سفر کے حالات سے باخبر ہے وہ اس راز کو جانتا ہے۔

اس بات کا جواب شاید کسی کے پاس نہیں ہو گا کہ کارول ڈاؤنی جیسے لوگ اتنے کم کیوں ہیں جو چند قدم زیادہ چلنے یعنی جتنا کسی کو معاوضہ دیا جاتا ہے اس سے قدرے زیادہ کام کرنے میں جو طاقت پوشیدہ ہیہا سے سمجھ سکے ہوں۔ یہ تمام قابل ذکر کامیابیوں کا راز ہے اس کے باوجود اسے بہت کم لوگ سمجھ سکے ہیں۔ اکثر لوگ اسے مالکوں کی ایک ایسی شاطرانہ چال خیال کرتے ہیں جس کی آڑ میں وہ اپنے ملاز میں سے زیادہ کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہسپانوی اور امریکی جنگ کے فوراً بعد البرٹ ہبرڈ نے ایک کہانی لکھی جس کا عنوان تھا ”گارسیا کو ایک پیغام“۔ اسے مختصر آبیان کیا کہ کس طرح صدر ولیم میک کینلے نے حکومت ریاست ہائے متحده کا ایک پیغام باغیوں کے سردار گارسیا تک پہنچا نے کا کام ایک نوجوان امریکی فوجی روان کے سپرد گیا، جبکہ گارسیا کے قیام کی درست جگہ کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔

وہ کیوبا کے دشوار گزار جنگلوں میں ڈھونڈتے ہوئے آخر کار گارسیا تک جا پہنچا۔ اور اسے پیغام پہنچا دیا۔ کہانی میں یہی بات بیان کی گئی تھی..... کہ ایک نوجوان فوجی نے انتہائی مشکل حالات میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کام کمکمل کیا اور کوئی بیان تراش کر پسپانی اختیار نہ کی۔

کہانی نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور پوری دنیا میں مشہور ہو گئی۔ ایک آدمی کو جو حکم دیا گیا اس کی بڑے احسن طریقے سے تعمیل ہر محفل می گفتگو کا ایک اہم موضوع بن چکا تھا۔ ”گارسیا کو ایک پیغام“، ایک کتابچے کی شکل میں شائع کی گئی اور اس کی تقریباً دس ملین کا پیاں باحبوں ہاتھ فروخت ہو گئیں۔ اس ایک کہانی نے البرٹ ہبرڈ کو نہ صرف پوری دنیا میں بامشہرت پر پہنچا دیا بلکہ اسے بہت زیادہ دولتمدار بھی بنادیا۔

یہ کہانی کسی زبانوں میں ترجمہ کی گئی۔ جاپانی حکومت نے اسے چھپوا کر جاپانی روپی

جنگ میں اپنے ہر سپاہی کو تقسیم کی۔ پسلوینیا ریلے کمپنی نے بہتھ ہزاروں ملاز میں میں تقسیم کیا۔ امریکہ کی بڑی بڑی لاٹ انسورنس کمپنیوں نے اسے اپنے تمام سیلز مینوں میں تقسیم کیا۔ 1915ء میں بد قسمت بہر جہاز لوکی مینیا می سوار البرٹ، ہیرڈ ڈوب مر نے کے بعد بھی بہت عرصے تک ”گارسیا کو ایک پیغام“ امریکہ میں بہت زیادہ فروخت ہونے والی کتاب رہی۔

اس کہانی کے مقبول ہونے کی وجہ اس آدمی کی طلسماتی قوت تھی جس نے یہ کام انجام دیا اور بہتر طور پر انجام دیا۔

ایسے لوگوں کی اس دنیا میں ہمیشہ مانگ رہی ہے۔ ان کی زندگی کے ہر میدان میں ضرورت ہوتی ہے۔ امریکی صنعت نے ایسے لوگوں کو جو ذمہ داریاں قبول کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، اور جو مناسب ”بُنی روئے“ کے ساتھ ”چند قدم زیادہ چلتے،“ ہونے کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں ہمیشہ اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔

اینڈریو کارنیگی نے کم از کم ایسے چالیس سے زائد آدمیوں کو دیباڑی وار مزدوروں سے اٹھا کر کروڑوں پتی بنایا ہے۔ وہ ایسے آدمیوں کی قدر کو جو چند قدم زیادہ چلنے کے عادی ہوتے ہیں بخوبی سمجھتا تھا۔ جہاں کہیں بھی اسے ایسا آدمی نظر آتا تو وہ اسے اپنے کارہ بار کے اندر ونی حصے میں لے کر آتا اور اسے موقع مہیا کرتا کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق جتنا کام کستا ہے مانسکے۔

لوگوں کے کسی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے۔ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت کے پیچھے سب سے منہیوط اور بڑا محرک یہ حقیقت ہے کہ یہ عادت ان لوگوں کو جو اس پر عمل کرتے ہیں کسی نہ کسی طور پر جن سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے صاریح ضرور دیتی ہے۔ اور یہ صاریح ہمیشہ پائیدار اور مستقل ہوتا ہے۔

آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا گیا جس نے جتنا کسی کو ادا کیا جاتا ہے اسے

زیادہ محنت نہ کرتے ہوئے کوئی مستغل کامیابی حاصل کی ہو۔ یہ اصول ہمیں تو انہیں قدرت میں بھی کارفرمانظر آتا ہے۔ اس اصول کی سچائی میں بے شمار موثر دائمی موجود ہیں۔ یہ عقل سلیم اور انصاف پر مبنی ہے۔ ہم وہ اصول جانتے ہیں جن سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آئینے ان کو داشمندی سے استعمال کرتے ہوئے اپنی خواہش کے مطابق ذاتی دولتیں حاصل کریں اور ساتھ ہی قومی دولت میں اضافہ کریں۔

لاپچی مالک کا معاملہ

کوئی شخص کہہ سکتا ہے ”میں پہلے ہی اپنے معاوضے سے زیادہ کام کر رہا ہوں لیکن میرا مالک اس قدر خود غرض اور لاپچی ہے کہ وہ بھی بھی میری ان خدمات کا اعتراض نہیں کرے گا“۔ ہم سب جانتے ہیں کہ کچھ لوگ لاپچی ہوتے ہیں اونکی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بتنا وہ ادا کر رہے ہیں اس سے زیادہ کام لے سکتے۔

خود غرض مالک مہار کے ہاتھ میں کچھ برتن کی طرح ہے۔ ان کے لاچ کی بنابر انہیں اس بات کی طرف لایا جا سکتا ہے کہ وہ اس آدمی کو جو اس سے بڑھ کر کام کر رہا ہے جتنی کہ اسے ادائیگی کے جاری ہے، کوئی صدی یا انعام دیں۔

لاپچی آدمی ایسے آدمی کا چھوڑ کر جانا برداشت نہیں کر سکتا جو چند قدم زیادہ چلنے کا عادی ہو۔ وہ ایسے شخص کی قدرہ قیمت جانتا ہے۔ لہذا یہی وہ لیور ہے جس کی مدد سے لاپچی آدمی کو اس کے لاچ سے الکھاڑا جا سکتا ہے۔

زیریک آدمی جانتا ہے کہ اس لیور کو کیسے استعمال کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کام کے معیار اور مقدار میں کمی کے بجائے اضافہ کیا جائے۔

اپنی خدمات پیچنے والا ایک زیریک انسان اپنی خدمات کے ایک لاپچی خریدار کو تلقی ہی چاکدہ سی سے متاثر کر سکتا ہے جتنا کہ ایک خوبصورت خاتون اپنی پسند کے مرد کو متاثر کر سکتی ہے۔ اس کام کے لیے ایک موثر طریقہ کاروہی ہے جو ایک خوبصورت

خاتون کسی مرد کو بھانے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

ایک زیریک شخص دوسرے ملازمین کی نسبت زیادہ اور بہتر کام کر کے اپنے آپ کو لاپچی مالک کے لیے ناگزیر بنا لیتا ہے۔ لاپچی مالک ایسے ملازم کی خاطر اپنا سب کچھ نچاہر کر دیتے ہیں۔ اس طرح مالکوں کا لاپچی بھی اس شخص کے لیے ایک اتنا شہ بن جاتا ہے جو ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا عادی ہوتا ہے۔

ہم نے سو سے زیادہ مرتبہ اس طریقہ کار کا استعمال ہوتے دیکھا ہے جبکہ لاپچی مالکوں کو ان کی اپنی کمزہری کے ذریعے ہی کامیابی سے قابو کیا گیا اور ایک مرتبہ بھی اس طریقہ کار کو غلط ہوتے نہیں دیکھا۔

بعض اوقات لاپچی مالک بروقت کوئی قدم اٹھانے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی اپنی ہی بد قسمتی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ملازم کسی حریف مالک کی نگاہوں میں آ جاتا ہے اور وہ اسے زیادہ تباہ اور زیادہ سہولتوں کے ساتھ لے جاتا ہے۔

جو شخص ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا عادی ہوتا ہے اس کے خلاف کسی کا دنما کرنا یا زیادتی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر اسے اک ذریعے سے مکمل پذیرائی نہیں ملتی تو یہ دوسرے ذرائع سے خود بخوبی درضا کارانہ طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عام طور پر اس وقت ملتی ہے جب اس کی توقع ہی نہیں کی جا رہی ہوتی۔ اگر ایک شخص جتنا اسے معاوضہ دیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرتا ہے تو اسے یہ پذیرائی ضرور ملتی ہے۔

ایک شخص جو درست ذہنی رویے کے ساتھ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کا عادی ہوتا ہے اسے کبھی بھی کام کی تلاش میں وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ کام اسے خود تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ منڈیوں میں اچھے اور بُرے وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ کاروبار اچھا یا مند اہو سکتا ہے۔ ملک جنگ کی حالت میں بھی ہو سکتا ہے اور امن کی حالت میں بھی، لیکن جو شخص ادا کیے جانے والے معاوضے سے زیادہ بہتر کام کرنے کا عادی

ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کے لیے ضرور ناگزیر ہوتا ہے اور یوں وہ ہر حالت میں اپنے روزگار کو یقینی بنائے رکھتا ہے۔

زیادہ معاملوں اور ناگزیر پن میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور یہ ہمیشہ کام ملتا رہتا ہے اور ان معاملوں پر ملتا ہے جن کا مطالبہ انتہائی لاپچی مزدور رہنا بھی نہیں کرتا۔

اکثر لوگ موقع کی تلاش میں اپنی زندگیاں صرف کر دیتے ہیں وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ قسم ان کے لیے ایسے موقع لے کر آئے گی جنکے ذریعے انہیں وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں اپنا ہدف کبھی نظر نہیں آتا کیونکہ انکا کوئی واضح بدف ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے ان کے پاس ایسا حرک نہیں ہوتا جو انہیں ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت اپنانے پر اکسے کے۔

ان کی جلد بازمی اس لیے نقصان وہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ ایک چھوٹے حوض میں تیرتی ہوئی رنگیں مچھلی کی طرح پکر پکر کاٹتے چلے جاتے ہیں اور بار بار اسی جگہ پر جہاں سے وہ شروع کرتے ہیں خالی باتھا اور ماہی کے عالم میں واپس آ جاتے ہیں

لیکن ہمیں یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے عمل کا معاملہ ہمیشہ مادی دولتوں کی صورت میں ہی ملتا ہے۔ یہ عادت یقیناً روحانی دولتوں کا دروازہ لٹکھنا نے میں اور اس ذریعے سے تمام تر انسانی ضروریات حاصل کرنے میں بھی مددگار ہوتی ہے۔

ایڈ ورڈ چوایٹ کی واولہ انگیز کہانی

کچھ لوگ جو زیرِ ک اور داشمند ہیں انہوں نے مالی منفعت کی خاطر ارادتا ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول کو اپناتے ہوئے زندگی کی دولتوں کا راستہ تلاش کیا ہے۔ تاہم جو حقیقی طور پر مغلنہ ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس اصول پر عمل کرنے سے جو

صلہ ملتا ہے وہ زندگی بھر کی پائیدار وہ سیلوں، ہم آہنگ انسانی تعلقات، اپنی مرضی کے کام کے موقعوں، لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیتوں، اپنی فعمتوں میں دوسروں کو شریک کرنے پر آمادگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سب کی سب زندگی کی بارہ دوستوں میں شامل ہیں۔

ایڈہ رو چوایٹ ایک وہ انسان ہے جس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا اور تمام دوستوں کی ماشر چابی ڈھونڈ لی۔ اس کا گھر اس انجلز میں ہے اور اس کا کاروبار اُنف انشورنس پالیسیاں بیچنا ہے۔

اُنف انشورنس سیلز میں کے طور پر اپنے پیشے کی ابتداء میں وہ اپنی محنت سے ایک درمیانی زندگی بس رکر رہا تھا۔ لیکن اس نے اُن میدان میں کوئی ریکارڈ وغیرہ نہیں توڑا تھا۔ ایک بد قسمت کاروباری مہم میں وہ اپنی ساری رقم ضائع کر دیتا اور واپس زمین پر آگرا اور مجبوراً اسے نئے سرے سے ابتداء کرنا پڑی۔

میں نے اسے ”ایک بد قسمت کاروباری مہم“ کہا ہے جبکہ شاید مجھے ”ایک خوش بخت کاروباری مہم“ کہنا چاہیے تھا کیونکہ اس ناکامی کی وجہ سے اس نے انسانوں کی قسمتوں کے بارے میں غور کرنا شروع کیا جو کسی کو کامیابیوں کی بلندیوں تک لے جاتی ہے اور کچھ کو وققی شکستوں یا مستقل ناکامی سے دوچار کر دیتی ہے۔

اسی غور و فکر کے نتیجے میں وہ انفرادی کامیابی کے فلفے کا طالب علم بن گیا۔ جب مسٹر چوایٹ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے سبق پر پہنچا تو اس کے رموز کو اس قدر باریکی سے سمجھ گیا کہ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی پا گیا تھا کہ مادی دوستوں کا نقصان ایک شخص کو ان بڑی دوستوں کے چشمے پر لے جاتا ہے جو اس کی روحانی قوتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

اس عظیم انساف کے ساتھ مسٹر چوایٹ نے ایک ایک کر کے زندگی کی بارہ دوستیں حاصل کرنا شروع کر دیں۔ اس نے ان دوستوں میں سرفہرست دولت ”ثبت

ذنبی رو ہے، کو حاصل کرتے ہوئے اپنے اس کام کا آغاز کیا۔

وقتی طور پر اس نے لائف انشورنس پالیسیوں کے بارے میں جواب سے بیچھنی چاہئیں تھیں سوچنا چھوڑ دیا۔ اور اپنے اردو گردان لوگوں کے کام آنے کے موقعے تلاش کرنا شروع کر دیے جوایے مسائل میں دبے ہوئے تھے جنہیں وہ حل نہیں کر سکتے تھے۔

اسے پہلا موقع اس وقت حاصل ہوا جب اسے کیا فیور نیا کے صحراؤں میں ایک ایسا شخص ملا جو کان گنی کی محہم میں نا کام ہو چکا تھا اور فاقوں تک پہنچ گیا تھا۔ وہ نوجوان آدمی کو اپنے گھر لے آیا۔ اسے کھانا کھایا، اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اس وقت تک اپنے گھر میں رکھا جب تک اس کے لیے اچھی ملازمت تلاش نہ کر لی۔

اس فتح کا غریب نوازی پہنچ فیاضانہ رو یہ اختیار کرتے ہوئے چوایٹ کے ذہن میں مالی صنعت کا کوئی خیال نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک غربت کا مارا رہ جانی طور پر ٹوٹا پھونا نوجوان لائف انشورنس کا متوقع خریدار کبھی نہیں بن ستا تھا۔

اس کے بعد دیگر بد قسمت افراد کی امداد کے موقع اس طرح پیدا ہوئے شروع ہو گئے کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا مسٹر چوایٹ ایک ایسا مقناطیس بن گیا ہے جو صرف مشکل مسائل میں گھرے ہوئے افراد کو اپنی طرف کھینپتا ہے۔

پھر منظر نامہ تبدیل ہو گیا اور ایڈ ورڈ چوایٹ کے حالات ایک ایسا رخ اختیار کرنے لگے جسکی اسے کوئی توقع نہ تھی۔ اس کی لائف انشورنس کی فروخت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور پھر مجزے پر مجزے ہوتے چلے گئے۔ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی لائف انشورنس اس شخص کے ملاز میں کو فروخت کی جس کی اس نے صحراء سے ڈھونڈ کر مدد کی تھی۔ اور اس فروخت کے لیے مسٹر چوایٹ نے نتود رخواست کی تھی اور نہ ہی کوئی اسے محنت کرنا پڑی تھی۔

پھر اس کی لائف انشورنس پالیسیاں فروخت ہوتی چلی گئیں۔ اسے خوب بھی علم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے۔ اور اسے پہلے کی نسبت بہت زیادہ کم محنت کرنا پڑتی

تھی۔ گاہک خود بخود اس کے پاس پہنچ جاتے تھے۔

اس کا کاروبار پہلیتا چلا گیا یہاں تک کہ اس نے وہ ہدف حاصل کر لیا جس کی لائف انشورنس کا ہر سیلز میں شدید خواہش رکھتا ہے۔ اسے ”میلن ڈالر راوے نڈیبل“ کا ساری عمر کے لیے مستقل ممبر بنایا گیا۔ یہ اعزاز ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو مسلسل تین سال تک میلن ڈالر کی انشورنس فروخت کرتے ہیں۔

پہنچارہ عائی دوستیں حال کرتے ہوئے اسے مادی دوستیں بھی حاصل ہو گئیں، اور اس قدر بہتات میں حاصل ہو گئیں کہ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ غریب نوازی کا کروار ادا کرتے ہوئے اسے بمشکل ۶ سال کا مختصر عرصہ گزر اتنا جب اس نے سال کے پہلے چار مہینوں میں وہ میلن ڈالر سے بھی زیادہ انشورنس پالیساں فروخت کی تھیں۔

اس کی کامیابی کی یہ داستان پورے ملک میں پھیل گئی۔ اور اسے مختلف انشورنس کونشوں سے خطاب کرنے کی دعوییں ملنے لگیں۔ کیونکہ دوسرے سیلز میں بھی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اس نے اس میدان میں ایسی قابل رشک پوزیشن کیسے حاصل کر لی۔ اور اس نے ایسے دوسرے تمام لوگوں کے بر عکس جزوں نے زندگی میں اعلیٰ کامیابیاں حاصل کی ہوتی ہیں؛ بڑے واخخ اور کھلے دل کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ اس نے اپنی تمام تر کامیابیاں دوسروں کے فلسفے کو استعمال کرتے ہوئے حاصل کی ہیں۔ عام لوگ جو کامیابیاں حاصل کرتے ہیں ان کے بارے میں وہ عام طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی اپنی عقل و دانش کا نتیجہ ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کھلے دل سے اپنے کسی محسن کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ دنیا میں ایڈورڈ چوایٹ جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

ایڈورڈ چوایٹ مادی لحاظ سے بھی اتنا وہلت مند ہے جتنا کہ وہ چاہتا ہے۔ جبکہ وہ

روحانی طور پر بہت بھی زیادہ دوستمند ہے۔ کیونکہ زندگی کی ان بارہ دوستوں سے مالا مال ہے جن کے سامنے قم یا نقدی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور اسے بارہ دوستوں میں سے سب سے آخر میں شمار کیا جاتا ہے۔



ماہر ذہن

”تشریح: دو یادو سے زیادہ ذہنوں کا ایسا اتحاد جس سے میں مکمل ہم آہنگی کی روح پائی جاتی ہو، یہ ایک قطعی مقصود کے حصول کے لیے باہمی رفاقت میں کام کر رہے ہوں۔“

اس اصول کی تشریح کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، کیونکہ اسی میں وہ حقیقت پوشیدہ ہے جو عظیم انفرادی قوت کے حصول میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قوت کو حاصل کرنے کا راز ہمیں لفظ ”ہم آہنگی“ میں ملتا ہے۔

اس عنصر کے بغیر تمام اجتماعی کوششوں باہمی تاؤن کی غمازی تو کرتی ہیں لیکن اس قوت سے محروم رہتی ہیں جو ہم آہنگی کوششوں میں باہمی ربط پیدا کر کے مہیا کرتی ہے۔

ماہر ذہن کے اصول کی اہم ترین خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ ماہر ذہن کا اصول ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم دوسروں کے تجربے، تربیت، تعلیم، مخصوص جانکاری اور پیدائشی صاحیتوں سے بھر پور فائدہ اٹھا سکتے ہیں گویا ان کے ذہن ہمارے ذہن ہوں۔

۲۔ دو یادو سے زائد ذہنوں کا اتحاد جس میں قطعی مقصود کے حصول کے لیے مکمل ہم آہنگی کی روح پائی جاتی ہو، فرد کے ذہن میں مکمل جوش اور رواہ پیدا کروتا ہے اور ایسی ذہنی حالت کو جنم دیتا ہے جسے ہم ”یقینِ محکم“ کہتے ہیں۔ اس میں کافر ما قوت کا ہمیں ہاگا سا تجربہ گہری دوستی اور عشق و محبت کے تعلقات میں ہوتا ہے۔

۳۔ ہر انسانی ذہن خیالات کے ارتقا ش کو نشر بھی کر رہا ہوتا ہے اور وہ حصول بھی کر رہا ہوتا ہے۔ اور ماہر ذہن کے اصول کا تحریک پیدا کرنے والا عنصر چھٹی حس کے ذریعے کام کرتے ہوئے خیالات کے عمل کو تحریک کرتا ہے جسے ہم عام طور پر ”یہی

پیتھی، کا نام دیتے ہیں۔

اس طریقے سے بہت سے کاروباری اور پیشہ و رانہ اتحادوں نے حقیقت کا روپ دھارا ہے وار ماسٹر ذہن کے اصول کو استعمال کیے بغیر شاید ہی کسی ایک نے اعلیٰ مرتبہ یا پائیدار طاقت حاصل کی ہو جس میں وہ دوسروں کے ذہن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

صرف ایک یہی حقیقت ماسٹر ذہن کے اصول کی فرزائگی اور اہمیت کی کافی شہادت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہر کوئی آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔

۴۔ ماسٹر ذہن کے اصول کو جب عملی طور پر لا گو کیا جائے تو یہ فرد کو اس کے ذہن کے تحت اشوروں والے حصے کے ساتھ اور اس کے ساتھیوں کے ذہنوں کے تحت اشوروں والے حصوں کے ساتھ رابطے میں آتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو ماسٹر ذہن کے ذریعے حاصل کیے جانے والے مجرمانہ نتائج کی تشریح کرتی ہے۔

۵۔ وہ اہم ترین انسانی تعلقات جن میں کوئی بھی شخص ماسٹر ذہن کے اصول کا فائدہ مند اطلاق کر سکتا ہے یہ ہیں:

(1) ازدواجی تعلقات یعنی میاں بیوی کے تعلقات

(2) مذہبی تعلقات

(3) کاروباری اور پیشہ و رانہ تعلقات

ماسٹر ذہن کے اصول کی وجہ ہی سے تھامس ایڈیسون کے لیے یہ ممکن ہوا کہ وہ تعلیم اور سائنسی علم سے محروم ہونے کے باوجود بہت بڑا موجود بن سکا۔ یہ بات ان لوگوں کے لیے یقیناً حوصلہ افزای ہو گی جو غلط فہمی کی بنا پر زندگی تعلیم سے محرومی اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔

ماسٹر ذہن کے اصول کی مدد سے کوئی بھی شخص ماہر ارضیات کے علم کی بدولت اس

زمین کی تاریخ اور ساخت کو سمجھ سکتا ہے۔

تجربہ کا رکنیا دانوں کے علم اور تجربے کے ذریعے کوئی بھی شخص کیمسٹری کا عملی استعمال کر سکتا ہے۔

سامنے دانوں، نیشنل نیشنوں، طبیعت کے ماہرین اور ریاضی دانوں کی مدد سے کوئی بھی شخص ان میدانوں میں عملی تربیت حاصل کیے بغیر ایک کامیاب موجہ بن سکتا ہے۔

ذہنی اتحاد کی دو عالم اقسام:

۱۔ اپنے رشتہ داروں، مذہبی رہنماؤں اور ووہتوں کے ساتھ خاصتاً سماجی یا ذاتی وجہات کی بناء پر تا حال جس میں کسی بھی قسم کے مادی فوائد یا اهداف مد نظر نہیں ہوتے۔ اس قسم کے اتحادوں میں سب سے اہم اتحاد میاں اور بیوی کے اعلانات ہیں۔

۲۔ کاروباری، پیشہ و رانی یا معاشی ترقی کے لیے اتحاد جو کہ ایسے افراد پر مشتمل ہوتا ہے جن میں اتحاد کا مقصود ان کے ذاتی محركات ہوتے ہیں۔

ماسٹر ذہن کا اصول صرف امیر اور طاقتور لوگوں کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اہم ذریعہ ہے جس سے آدمی اپنے پسندیدہ مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔

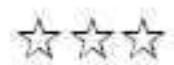
ادنی ترین شخص بھی اپنی پسند کے کسی بھی شخص کے ساتھ ہم اہنگ اتحاد کر کے اس اصول سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اس اصول کا انتہائی فائدہ مند اطلاق جو کہ شاید کوئی بھی شخص کر سکتا ہو وہ شادی کے ذریعے دو ذہنوں کا اشتراک ہے، بشرطیکہ اس کا محرك محبت ہو۔

اس قسم کا اشتراک نہ صرف میاں بیوی کے ذہنوں کو باہم مربوط کر دیتا ہے بلکہ ان کی روحوں کی روحرانی خصوصیات کو بھی باہم یک جا کر دیتا ہے۔

اس قسم کے اشتراک کے فوائد نہ صرف میاں اور بیوی کے لیے مسرت اور خوشی لے کر آتے ہیں، بلکہ یہ ان بچوں کو بھی ایک مضبوط کروار عطا کرتے ہیں اور انہیں کامیاب زندگی کی بنیادیں مہیا کرتے ہیں۔

اب آپ ”ماسٹر ڈین“ کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں جو کہ ذاتی قوت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا درست استعمال آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔

آپ اس کا درست استعمال کریں آپ کونہ صرف مادی فوائد حاصل ہوں گے بلکہ انسانوں کے ساتھ آپ کے مضبوط اور گہرے رشته استوار ہوتے چلے جائیں گے ایسے رشته جو وہ سی اور تعاوں کے جذبے پر قائم ہوں۔



ماسٹر ڈہن کے اصول کا تجزیہ

جب کارنیگی نے انفرادی کامیابی کا فلسفہ ترتیب دینے کا کام میرے پرداز کیا تو میں نے اسے ماسٹر ڈہن کے اصول کی تشریح کرنے کو کہا تاکہ وہ مرے لوگ بھی اسے سمجھ سکیں اور استعمال میں لاتے ہوئے اپنے قطعی اہم مقصد کو حاصل کر سکیں۔

کارنیگی نے جواب دیا ”میں ماسٹر ڈہن کے اصول چند انفرادی استعمالات کی تشریح کروں گا۔ جیسا کہ اس کا اطلاق مختلف انسانی رشتہوں اور تعلقات پر ہو ستا ہے جو کہ کسی کے قطعی اہم مقصد کے حصول میں مددگار ہو ستا ہے۔“

”لیکن سب سے پہلے میں اس حقیقت پر زور دوں گا کہ کسی بھی قطعی اہم مقصد کا حصول سلسلہ وار مرحل کی صورت ہی میں ہو ستا ہے۔ ہر خیال جو کوئی سوچتا ہے، ہر معاملہ جس میں وہ دوسروں کے حوالے سے ملوث ہوتا ہے۔ ہر منصوبہ جو وہ تشکیل دیتا ہے، ہر غلطی جو اس سے سرزد ہوتی ہے۔ یہ سب باقی اس کے اپنے منتخب شدہ ہدف کو حاصل کرنے کی صلاحیت پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔“

”مخفی ایک قطعی اہم مقصد کا انتخاب، خواہ وہ واضح الفاظ میں لکھا بھی گیا ہو اور پوری طرح ڈہن نشین بھی کر لیا ہو اس مقصد کے یقینی حصول کی ضمانت نہیں ہو ستا۔“

” واضح مقصد کے یقینی حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے مسلسل جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اس جدوجہد کا سب سے اہم حصہ وہ تعلقات ہیں جو ہم دوسروں کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔“

”اس حقیقت کو ڈہن میں راخ کر لینے کے بعد کسی بھی شخص کے لیے یہ بات سمجھنی مشکل نہیں رہتی کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ممتاز رتبے کی کس قدر ضرورت ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کے ساتھ اپنے پیشے کے حوالے سے ہمارا قریبی تعلق ہوتا ہے۔“

”لہذا یہاں چند انسانی تعلقات اور رشتہوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو ایک قطعی اہم مقصد رکھنے والے شخص کو اپنے منتخب مقصد کو حاصل کرنے کے لیے لازماً پروان چڑھانے، منظم کرنے اور استعمال کرنے ہوں گے۔

پیشہ

”شادی کے تعلق کے علاوہ (جو کہ ما سڑد ہن تعلقات میں سب سے اہم ہے) سب سے اہم تعلق وہ ہے جو ایک آدمی اور ان لوگوں کے درمیان پایا جاتا ہے جن کے ساتھ وہ اپنے فتحجہ پیشے کا کام کر رہا ہوتا ہے۔

تقریباً اس میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کام کا ج میں جن لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے وہ ان میں سے بہت زیادہ باتیں کرنے والے لوگوں کے عادات و اطوار، قسمی رو یہ سیاسی اور معاشی نظریات اور ویگر جملہ اوصاف بھی اپناتا چلا جاتا ہے۔

”اس رجحان میں سب سے بڑی قباحت یہ ہوتی ہے کہ روزمرہ زندگی میں ہم جن لوگوں کو ملتے ہیں ان میں سے بہت زیادہ باتیں کرنے والا شخص ہمیشہ بہت اعلیٰ سوچ اور سمجھ رکھنے والا شخص نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات وہ ایک شاکی انسان ہوتا ہے اور اپنے سماں تھی کارکنوں میں رنجیدگی اور شاکی پن پیدا کر کے خوشی محسوس کرتا ہے۔

”اور اکثر اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت زیادہ باتیں کرنے والے شخص کے سامنے کوئی اپنا قطعی اہم مقصد نہیں ہوتا۔ اور زیادہ تر ایسے آدمی کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے جو کوئی مقصد لے کر چل رہا ہو۔

مضبوط کردار کے حامل لوگ جو واضح طور پر جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور تمام طور پر اتنی داش کے مالک ہوتے ہیں کہ اپنی بات اپنے دل تک ہی رکھتے ہیں، اور دوسروں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول میں اس قدر مصروف ہوتے ہیں کہ وہ کسی بھی ایسے شخص یا کسی بھی

ایسی چیز کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے جو کسی نہ کسی صورت میں ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہو سکیں۔

اقریبًا ہر شخص کے دوستوں اور ساتھیوں میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر و رسوخ اور تعادن فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک باشур شخص جو زندگی میں کوئی واضح مقصد رکھتا ہے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہا ہوتا ہے۔ وہ داشمندی سے کام لیتے ہوئے صرف ان لوگوں سے تعلق استوار کرتا ہے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو سکتے ہیں اور اسے فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ مرے بے کار لوگوں سے وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ دامن بچا کر نکل جاتا ہے۔

وہ صرف ان لوگوں سے قریبی روابط قائم کرتا ہے جن کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ ان کا کردار، علم اور شخصیت اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اور یقیناً وہ ان لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جو اس سے بلند رتبے اور عہدے پر فائز ہوتے ہیں۔ اس نے اپنی نگاہیں اس دن پر مرکوز کی ہوتی ہیں جب وہ نہ صرف ان لوگوں کے برابر پہنچ جائے گا بلکہ ان سے آگے نکل جائے گا۔ اس کے سامنے ابراہیم لٹکن کے یہ الفاظ ہوتے ہیں ”میں علم حاصل کرتا رہتا ہوں اور اپنے آپ کو تیار رکھتا ہوں کسی دن کوئی موقع مجھے نصیب ہو سکتا ہے۔“

ایک ایسا شخص جس کے مد نظر کوئی اہم تغیری مقصود ہوتا ہے وہ اپنے سے اعلیٰ رتبے کے لوگوں کو بھی بھی حسد نہیں کرتا بلکہ وہ ان کے طریقہ کار کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور ان کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک بین حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے سے اعلیٰ رتبے کے لوگوں میں نقاصل تلاش کرنے میں اپنا وقت صرف کرتا ہے وہ کبھی بھی اپنے طور پر ایک کامیاب ایڈرنسیں بن سکتا۔

”عظیم سپاہی وہ ہوتے ہیں جو اپنے افسروں کے تمام احکام بجالاتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایسا نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے کبھی بھی کامیاب فوجی ایڈرنسیں بن سکتے۔ یہی

اصول زندگی کے دوسرے میدانوں میں ہر انسان پر لا گو ہوتا ہے۔ اگر وہ ہم آہنگی کے پورے جذبے کے ساتھ اپنے سے اوپر آدمی کی تقلید نہیں کرتا تو وہ اس شخص کے ساتھ اپنی رفاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر ستا۔

میرے اپنے ادارے میں ایسے لوگ سو سے کم نہیں ہوں گے جو معمولی درجے سے اوپر اٹھے ہیں اور اس وقت اپنی ضرورت سے زیادہ دولت مند ہیں۔ ان کی یہ ترقی اُنکی بد مزاجی یا اپنے اوپر یا اپنے نیچے کے افراد کی عیب جوئی کرنے سے نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ترقی کی یہ منازل ان لوگوں کے تجریبے کا عملی استعمال کرتے ہوئے طے کیں جن کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔

وہ آدمی جس کے سامنے کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا ان تمام اشخاص کی ایک محتاط فہرست مرتب کر لیتا ہے جن کے ساتھ روزمرہ زندگی میں اس کا میل جوں ہوتا ہے۔ وہ ہر ایسے شخص کو مفید علم یا اثر و رسوخ کے ایک ذریعے کے طور پر پر کھتنا ہے جس کو استعمال کرتے ہوئے وہ اپنی ترقی کی راہیں ہموار کر سکے۔

اگر ایک شخص زبانت سے اپنے آپ کو دیکھتا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا روزمرہ کا کام کا ج اس کے لیے ایک سکول کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں وہ اعلیٰ ترین تعلیم جو مشاہدے اور تجریبے سے حاصل ہوتی ہے حاصل کر ستا ہے۔

اس فتحم کی تعلیم سے کس حد تک فائدہ حاصل کیا جاستا ہے؟ کوئی آدمی یہ سوال کر سکتا ہے۔

اس کا جواب ان نو بنیادی حرکات کے مطالعہ سے ملتا ہے جو لوگوں کو رضا کارانہ کاموں کی طرف راغب کرتے ہیں۔ لوگ اس وقت اپنا تجریب، اپنا علم بانٹتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے تعاون کرتے ہیں جب ان کو اس کام کے لیے کافی محرک مہیا کیا جاتا ہے وہ شخص جو درست ذہنی رویے کے ساتھ اپنے روزمرہ کے ساتھیوں سے دوست اور تعاون پر مبنی تعلقات استوار کر لیتا ہے اس کے پاس ان

سے سکھنے اور علم حاصل کرنے کے بہتر امکانات ہوتے ہیں، بجائے اس شخص کے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مخالفانہ، تکلیف دہ اور غیر شایستہ روایہ رکھتا ہے۔ اور ان چھوٹے چھوٹے اخلاقی پہلوؤں کو نظر انداز کیے رکھتا ہے جو مہذب لوگوں کا شیوه ہوتے ہیں۔

پرانی کہاوت ہے کہ ”ایک آدمی نمک کے بجائے شہد سے زیادہ لکھیاں پکڑ سکتا ہے، اس شخص کو جو اپنے روزمرہ ساتھیوں سے جو بہت سی چیزوں کے بارے میں اس سے زیادہ جانتے ہیں، کچھ سیکھنا چاہتا ہے، اس محاورے کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

تعلیم

”کسی بھی شخص کی تعلیم کبھی کامل نہیں ہوتی۔“

”ایک ایسا شخص جس کا قطعی اہم مقصد کافی حد تک بلند ہے اس کے لیے ہر وقت علم حاصل کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ اسے ہر ممکنہ ذریعے سے علم حاصل کرنا چاہیے۔ خاص طور پر ان ذرائع سے اسے پنے قطعی اہم مقصد کے متعلق مخصوص علم اور تجربہ حاصل ہو سکتا ہے۔

”پہلک لا بہریہ میں مفت ہوتی ہیں۔ وہاں ہر موضوع پر علم کے منظم ذخائر موجود ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کسی بھی موضوع پر انسان کا کامل علم حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک واضح مقصد حیات رکھنے والا انسان کتابیں پڑھنے کو اپنی سعادت بنالیتا ہے اور مطالعہ کو اپنی ذمہ داری تصور کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے خاص مقصد کے لیے وہ تمام تر ضروری علم حاصل کر لیتا ہے جو اس سے پہلے اسی مقصد کے لیے جدوجہد کرنے والے انسانوں کے تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔

ایک آدمی کا مطالعہ کا پروگرام بھی اتنی بی احتیاط سے ترتیب دینا چاہیے جتنی احتیاط سے اس کا کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک ایسی غذا ہے جس کے بغیر وہ فتنی طور پر پروان نہیں چڑھ سکتا۔

وہ شخص اپنا فاٹو وقت مزاجیہ مواد اور جنسی رسائل پڑھنے میں صرف کر دتا ہے۔ وہ بڑی کامیابیوں کو حاصل نہیں کر ستا۔

یہی بات اس شخص کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے جو اپنے روزمرہ پروگرام میں پڑھنے کے لیے کوئی ایسا مواد شامل نہیں کرتا جو اس کے اہم مقصد کے حصول میں کام آسکے۔ یونہی بے سوچ سمجھا انکل پچھو مطالعہ تفریح کا باعث تو ہو ستا ہے لیکن کسی کے پیشے کے لیے کار آمد نہیں ہو ستا۔

تاہم تعلیم حاصل کرنے کا واحد طریقہ صرف مطالعہ ہی نہیں ہے۔ آپ اپنے کو ہم پیشہ ساتھیوں میں احتیاط کے ساتھ ایسے افراد کا انتخاب کر سکتے ہیں جن سے آپ عام افتکلو کرتے ہوئے آزادانہ تعلیم حاصل کر سکیں۔

کارہ باری اور پیشہ ورانہ کلب آپ کو ایسے موقع مہیا کرتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ تعلیمی اہمیت کے تعلقات قائم کر سکیں۔ بشرطیکہ آپ اپنے کلب اور اس کے ممبران میں سے اپنے ساتھیوں کا انتخاب کرتے وقت اپنا اہم مقصد پیش نظر رکھیں۔ اس قسم کے تعلقات کے ذریعے بہت سے لوگ ایسی کارہ باری اور سماجی و مدنی امور کا قائم کر لیتے ہیں جو ان کے اہم مقصد کے حصول میں بہت کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں۔ کوئی بھی شخص بغیر دوست بنانے کے کامیاب زندگی بسرنہیں کر ستا۔

لفظ ”رابطہ“ جو کہ ہم شخصی شناسائیوں کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں ایک اہم لفظ ہے۔ اگر ایک شخص اپنے روزمرہ کامعمول کا ایک حصہ ”ذاتی رابطوں“ میں اضافہ کرنیکے لیے وقف کر دیتا ہے تو وہ دیکھے گا کہ اس عادت سے اس کو ایسے عظیم فوائد حاصل ہو رہے ہیں جن کے بارے میں ہم پہلے کچھ نہیں بتا سکتے۔ لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب وہ اس کی مدد کرنے کے لیے نہ صرف تیار ہوں گے بلکہ دل و جان سے مدد کرنا چاہتے ہوں گے۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ایک اہم قطبی مقصد کے حامل شخص کو ہر ممکنہ ذریعے

سے رابطے قائم کرنیکی عادت اپنائی چاہیے۔ تاہم اسے یہ احتیاط برتنی چاہیے کہ ان ذرائع کا انتخاب کرے جہاں اس ایسے لوگوں کے ساتھ ملنے کا امکان زیادہ ہو جو اس کے لیے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مسجد بھی ایک ایسا پسندیدہ ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے جہاں وہ لوگوں سے مل ستا ہے اور وہستی پیدا کر ستا ہے کیونکہ وہاں جو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں ان میں بھائی چارے کا جذبہ جائز ہوتا ہے۔

ہر آدمی کو ایسے وسائلوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے ذریعے وہ اپنے ہمسایوں سے تعلقات استوار کر سکتے ہیں اور باہمی افہام و تفہیم اور وہستی کی خاطر بغیر کسی مالی لائق کے تعلقات قائم کر سکے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے خول میں بند کر لیتا ہے وہ مستقل طور پر اپنی ذات میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور جلد ہی خود غرض اور زندگی کے باری میں تنگ نظر ہو جاتا ہے۔

سیاست

یہ ہر ملک کے شہری کا فرض اور حق ہے کہ وہ سیاست میں وچکپی لے اور اس طرح عوامی اداروں میں قابل اور اہل مردوخوانیں کو منتخب کرنے کا حق ادا کرے۔

سیاسی پارٹی جس سے کسی شخص کا تعلق ہوتا ہے اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی جتنا کہ ووٹ کا حق استعمال کرنا اہم ہے۔ اگر سیاست بد دیانتیوں اور بد عنوانیوں سے داغدار ہو رہی ہے تو اس کا الزام سوائے لوگوں کے کسی پر نہیں دیا جا سکتا جن کے اختیار میں ہے کہ بد دیانت اور نا اہل لوگوں کو اقتدار میں نہ آنے دیں۔

وہ تنگ کے حق اور اس کے ساتھ جو فرائض وابستہ ہیں

اس کے علاوہ آپ کو ان فوائد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو آپ سیاست میں عملی حصہ لیتے ہوئے ان لوگوں سے تعلقات اور روابط پیدا کر کے حاصل کر سکتے ہیں جو آپ کے اہم مقصد کے حصول میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

بہت سے کاموں پیشیوں اور کارہ باروں میں سیاسی اثر و رسوخ فائدہ مند ثابت ہو

سکتا ہے۔ پیشہ ور اور کارہ باری حضرات اور خواتین کو عملی سیاسی والستلیوں سے حاصل ہونے والے فوائد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

ایک ہوشیار شخص جو ہر سمت ایسی دوستانہ والستلیوں کا متناشی ہوتا ہے جو اس کے اہم مقصد کے حصول میں مددگار ثابت ہو سکیں وہ اپنے ووٹ کے حق کو بھی پوری طرح اپنے مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔

لیکن سب سے اہم وجہ جس کی بنابر میں زور دیتا ہوں کہ ہر شہری کو سیاست میں عملی دل چھپی کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ ہے کہ اگر اچھی سوچ رکھنے والے شہری اپنے ووٹ کے حق کو استعمال نہیں کریں گے تو سیاست خافشار کا شکار ہو جائے گی اور ایک ایسی برائی میں تبدیل ہو جائے گی جو قوم کو تباہ کر دے گی۔

ہر چیز جو قابل قدر ہوتی ہے ایک قیمت رکھتی ہے۔

اگر آپ شخصی اور افرادی آزادی کے خواہاں ہیں تو پھر آپ کو اس حق کی حفاظت دیانت دار اور محبت وطن افراد کے ساتھ ذمہ اتنا دکھنے اتنا کرو کر کرنا ہو گی اور ساتھ ہی اپنا فرض سمجھ کر صرف دیانت دار لوگوں کو ہی منتخب کرنا ہو گا۔ آپ کو یہ کام نہ صرف اپنی ذات کے لیے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کرنا ہو گا۔ آپ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں محبت الوطن نہیں کہا سکتے جب تک آپ محبت الوطنی کی یقینت ادا نہیں کرتے۔

سماجی اور معاشرتی روابط

آپ کے اردوگر دوستانہ روابط قائم کرنے کے لیے ہمیشہ بہت زرخیز اور تقریباً لا محدود میدان موجود ہوتا ہے۔ اور شادی شدہ حضرات کے لیے یہ موقع اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اگر اس کی بیوی سماجی سرگرمیوں کے ذریعے دوست بنانے کے فن سے آگاہ ہے۔

اگر کسی آدمی کا پیشہ ایسا ہے کہ اسے اپنے دوستوں اور خیرخواہوں کی تعداد میں

لیے ایک اثاثہ ثابت ہو سکتی ہیں

اضافہ فائدے کا باعث ہو ستا ہے تو ایسی بیوی کی سماجی سرگرمیاں اس کے خامند کے بہت سے افراد جو ایسے پیشوں سے مسلک ہوتے ہیں جن میں پیشہ ورانہ اخلاقیات اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ براہ راست اشتہار بازی یا خودستائی سے کام لیا جاسکے وہ اپنے سماجی اعلانات کا موثر استعمال کر سکتے ہیں۔

ایک لاکھ انشورنس سیلز میں محض اپنی بیوی کی مدد سے جو کہ کئی ایک کاروباری خواتین کے کلبوں کی ممبر تھی، سال میں لاکھوں کی پالیسیاں فروخت کر دیتا تھا۔ اس کی بیوی کا کردار بہت سادا ساتھا۔ وہ گاہے گاہے کلب کی ساتھی خواتین کو ان کے خامدوں سمیت گھر میں مدعو کرتی تھی اس طرح اس کا خامندان لوگوں سے وہستانہ ماحول میں واقفیت پیدا کر لیتا تھا۔

اسی طرح ایک وکیل کی بیوی نے اپنی سماجی سرگرمیوں کے ذریعے وہ قندلوگوں کی بیویوں کو گھر میں مدعو کرتے ہوئے اپنے خامند کے کاروبار کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر دیا۔ اس سمت میں الامد و وام کائنات ہمیشہ موجود ہوتے ہیں۔

اگر کسی کے واقف کاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ مختلف موضوعات پر معلومات کا اک قیمتی ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس طرح داش کا جو تبادلہ ہوتا ہے وہ ذہنی لچک اور ہمہ گیری کو پروان چڑھاتا ہے جس سے بہت سے پیشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب بہت سے افراد میں اور کسی موضوع پر بات چیت کرتے ہیں تو اس قسم کا بے ساختہ اظہار اور تبادلہ خیالات سب کے لیے ذہنی بالیدگی کا باعث بنتا ہے۔ ہر آدمی کو اپنے نظریات اور منصوبوں کو تقویت دینے کے لیے نئے خیالات کی ضرورت پیش آتی ہے جو کہ اسے ایسے لوگوں کے ساتھ کھلی اور سنجیدہ گفتگو کے ذریعے سے حاصل ہو سکتے ہیں جن کا تجربہ اور تعلیم اس سے مختلف ہو۔

اعلیٰ درجے کے تمام مصنفوں کو اپنی پوزیشن قائم رکھنے کے لیے ازاں مطالعے اور ذاتی رابطوں کے ذریعے دوسروں کے خیالات اور نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے علم میں مسلسل اضافہ کرتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک روشن چوکس اور لچکدار ذہن کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے ذہنی ذخیرے سے مسلسل استفادہ حاصل کرتا رہے۔ اگر تجدید خیالات کے اس سلسلے کو نظر انداز کر دیا جائے تو ذہن بالکل ناکارہ ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اگر ہم اپنے بازو کو کافی عرصہ تک استعمال نہ کریں تو یہ بے کار ہو جائے گا۔ یہ ایک قدرت کا قانون ہے۔ قدرت کے طریقہ کار کا مطالعہ کریں تو آپ کو علم ہو گا کہ ایک معمولی کیڑے سے لے کر انسان کی پیچیدہ مشینی تک ہر چیز صرف مسلسل استعمال سے ہی صحیح مندرجہ تھی اور پرہان چھپتی ہے۔

آپس کی گفت و شنید اور بحث مباحثہ نہ صرف کسی شخص کے مفید علم کے ذخیرے میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں، بلکہ ذہنی صلاحیتوں میں بھی اضافے اور فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ ایک آدمی جو سکول کی رسمی تعلیم کے خاتمے کیسا تھا ہی مطالعہ وغیرہ چھوڑ دیتا ہے وہ کبھی بھی تعلیم یافتہ آدمی نہیں بن سکتا۔ چاہے سکول جانے کے دہران اس نے کتنا ہی علم کیوں کہ حاصل کیا ہو۔

زندگی خود سب سے بڑا سکول ہے اور سب سے بڑی چیز جو ہمارے خیالات کو ابھارتی ہے استاد ہے۔ عظیم انسان اس حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے اور وہ دوسرا ذہنوں سے رابطہ اپنی روزمرہ زندگی کا معمول بنالیتا ہے اس طرح وہ تبادلہ خیالات کے ذریعے وہ دراصل اپنی ذاتی ذہنی نشوونما کر رہا ہوتا ہے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ماestro ذہن کے اصولوں کے عملی استعمال کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ یہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے ایک فرد دوسروں کے علم تجربات اور ذہنی رویوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی ذہنی قوت اور استطاعت

میں اضافہ کرتا ہے۔

جیسا کہ کسی نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ”اگر میں آپ“ کو آپ کے ایک ڈالر کے بد لے میں ایک ڈالراوا کرتا ہوں تو ہم دونوں کے پاس رقم سے زیادہ رقم نہیں ہو گی جو پہلے ہی ہمارے پاس موجود تھی۔ لیکن اگر میں آپ کو ایک خیال کے بد لے میں آپ کو ایک خیال دیتا ہوں تو ہم میں سے ہر ایک اپنے صرف شدہ وقت کا سو فیصد منافع حاصل کر سکتا ہے۔

انسانی تعلقات میں سب سے سو و مند تعلق وہ ہے جس کے ذریعے ہم آپس میں تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات آپ کے لیے حیران کن ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات ہم انتہائی ادنیٰ شخص سے بھی کوئی ایسا نظریہ حاصل کر سکتے ہیں جو ہمارے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

اس بات کی وضاحت کے لیے میں آپ کو ایک پادری کی سچی کہانی سناتا ہوں جس نے اپنے چہرچ کے اک معمولی دربان سے ایک ایسا خیال حاصل کیا جس کی مدد سے وہ اپنے اہم مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا۔

پادری کا نام رسول کانویل تھا اور اس کی زندگی کا اہم ترین مقصد ایک کالج کی بنیاد رکھنا تھا جس کو قائم کرنے کی خواہش عرصہ دراز سے اس کے ول میں جائز تھی۔ جس کے لیے کم از کم ایک ملین ڈالر سے زیادہ کی ضرورت تھی۔

ایک دن رسول کانویل چہرچ کے دربان کے پاس بات چیت کے لیے رکا جو کہ چہرچ کے لان کی گھاس کاٹنے میں مصروف تھا۔ اس نے یونہی بات کی کہ چہرچ کے لان کے ساتھ والی گھاس زیادہ سر بزیر ہے اور اس کی دلکشی بھال ان کے لان کی نسبت بہتر کی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد بورڈ آدمی کی بلکلی سر بزیر کرنا تھا۔

چہرے پر ایک کشاورہ مسکراہٹ کے ساتھ دربان نے جواب دیا ”ہاں! یقیناً وہ گھاس زیادہ سر بزیر نظر آتی ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جنگل کے اس سمت والی

گھاس کے بہت زیادہ عادی ہو چکے ہیں۔

اب ظاہر اس جملے میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں مخصوص اپنی ناہمی کا عذر پیش کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ لیکن اس نے رسول کے ذرخیز ذہن میں ایک ایسا چھوٹا سائچ بودیا جس سے خیالات کے تنومند درخت نے جنم لیا جو بعد میں اس اہم ترین مسئلے کا حل ثابت ہوا۔

ایک معمولی سے جملے سے پادری کے ذہن میں وعظ کے لیے ایک خیال نے جنم لیا جسے اس نے ترتیب دے کر چار ہزار سے زائد مرتبہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اسے ”ہیروں کی سرز میں“ کا نام دیا۔ وعظ کا مرکزی خیال یہ تھا کہ ایک انسان کو اپنے کسی مناسب موقع کی تلاش میں دور دراز جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس حقیقت کو پہچانتے ہوئے کہ جنگل کے پار کی گھاس اس کی نسب زیادہ سر بر زنیں ہے جہاں وہ کھڑا ہے، اپنے قدموں کے شیچے ہی بے شمار مواقع تلاش کر ستا ہے۔

ان واعظوں نے رسول کی زندگی میں چھٹیں ڈالر سے زیادہ کی آمد نی پیدا کی۔ یہ ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا اور اس کے بعد کئی سال تک سب سے زیادہ فروخت ہوتا رہا، اور یہ اج بھی کتابوں کی دکان پر مقتیاب ہے۔ یہ رقم پنسلوینیا کی ٹیپل یونیورسٹی آف فلاڈلفیا قائم کرنے پر خرچ کی گئی، جو کہ ملک کے سب سے بڑے تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔

اس خیال نے جس کے گرد یہ وعظ ترتیب دیا گیا تھا اس یونیورسٹی کے قیام کے علاوہ بھی بہت کچھ دیا۔ اس نے بہت سے لوگوں کے ذہنوں کو مال کیا اور انہیں اس قابل بنایا کہ وہ زندگی کی دوڑ میں جس مقام پر بھی کھڑے ہیں وہیں موقع تلاش کر سکیں۔ اس وعظ کا فلسفہ اج بھی اتنا ہی جاندار ہے جتنا ہی اس وقت تھا جب یہ ایک معمولی کارکن کے ذہن سے اکا تھا۔

یہ بات یاد رکھیں ”ہر مستعد ذہن تخلیقی تحریک کا ایسا سرچشمہ ہوتا ہے جہاں سے آپ خیالات اور نظریات یا محض ان کے بیچ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو کہ آپ کے ذاتی مسائل یا آپ کی زندگی کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے انمول قدر و قیمت کے حامل ہو سکتے ہیں“۔

بعض اوقات عظیم نظریات ادنیٰ ذہنوں سے جنم لیتے ہیں لیکن عام طور پر ان ذہنوں سے بچوٹتے ہیں جو فرد کے نزدیک ترین ہوتے ہیں، جہاں مسئلہ ذہن کا اعلان بالا ارادہ قائم کیا گی اور برقرار رکھا گیا ہوتا ہے۔

میری اپنی زندگی کا سب سے منفعت بخش خیال ایک سہ پر کواں وقت آیا جب میں اور چارلی شواب گالف گراڈ میں چلے جا رہے تھے جیسے ہی ہم تیر ہوں سوراخ پر اپنی شاٹس مکمل کیں چارلی نے چہرے پر تھپنے سے مسکراہٹ لاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور کہا ”چیف! تم سے تین سڑو کس آگے ہوں، لیکن ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک ایسی تجویز آئی ہے جو کہ تمہیں گالف کھیلنے کے لیے بہت سا وقت مہیا کر سکتی ہے“۔

میں نے بے چینی سے اس تجویز کے بارے میں پوچھا اس نے ایک مختصر س فقرے میں جواب دیا جس کا ہر لفظ ایک ملین ڈالر سے کم اہمیت کا نہ تھا: ”اپنے فولاد کے تمام کارخانوں کو ایک بڑی کارپوریشن میں مدمغہ کر دیں اور اسے وال سڑیت کے بندرز کے آگے فروخت کروں“۔

سمیل کے دوران اس موضوع پر مزید کوئی گفتگونہ ہوتی، لیکن اس شام میں نے اس مشورے کو اپنے ذہن میں پرکھنا شروع کیا اور اس رات سونے سے پہلے میں اس کی تجویز کے بیچ کو ایک قطعی اہم مقصد کی شکل دے چکا تھا۔ اگلے ہفتے میں نے چارلی کو بندرز کے ایک گروپ کے سامنے جن میں بے پائیں یونٹ مار گن بھی شامل تھا ایک خطاب کرنے کے لیے نیویارک بھیج دیا۔

اس خطاب کا لب لباب یونا نر اسٹینس سٹیل کار پوریشن کے قیام کا منصوبہ تھا جس میں میں نے اپنے تمام فولاد کے کارخانے مدغم کر دیے تھے اور عملی کاروبار سے دست بردار ہو گیا تھا۔ مجھے اس سے بہتر زیادہ رقم مل گئی تھی جس کی کسی کو ضرورت ہو سکتی ہے۔

اب مجھے ایک اور نقطے پر قدرے زور دینے کی اجازت دیں۔ چارلی شواب کی تجویز کبھی بھی سامنے نہ آتی اور میں اس سے کبھی بھی فائدہ حاصل نہ کر سکتا تھا، اگر میں نے اپنے ساتھیوں میں نئے خیالات اور نظریات پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کرنے کو اپنی عادت نہ بنایا ہوتا۔ یہ حوصلہ افزائی میں نے اپنے کاروبار کی انتظامیہ کے ممبران کے ساتھ ہم میں چارلی شواب بھی شامل تھا، ایک فربی اور مسلسل ماشر ذہن اتحاد قائم کر کے مہیا کی تھی۔

رابطہ میں دوبارہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ایک اہم لفظ ہے۔ یہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا اگر ہم اس کے ساتھ لفظ ہم آہنگ کو شامل کر لیں۔ دوسرے افراد کے ذہنوں کے ساتھ ہم آہنگ اعلیات کو قائم کرتے ہوئے ایک شخص خیالات اور نظریات پیدا کرنے کی صلاحیت کا بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ شخص جو اس عظیم حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے غربت و اناکا اور محرومی کے راستے کا انتخاب کر لیتا ہے۔

کوئی بھی آدمی اتنا عقلمند اور ہوشیار نہیں ہو سکتا کہ دوسرے لوگوں کے دوستانہ تعاون کے بغیر اپنے اثرات دنیا میں دور تک پھیلا سکے۔ اس خیال کو پوری طرح اپنا لیں کیونکہ آپکے لیے اعلیٰ انفرادی کامیابیوں کے دروازے کھولنے کے لیے صرف یہی ایک خیال اپنے وجود میں کافی ہے۔

بہت سے لوگ جہاں وہ ہوتے ہیں اس سے بہت دور کامیابی تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اکثر لوگ اس کی تلاش ایسے پیچیدہ منصوبوں کے ذریعے کر رہے ہیں

ہوتے ہیں جو خوش قسم اور معجزوں پر بُنی ہوتے ہیں اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قسمت ان کا ساتھ دے گی اور ان کے حق میں مجذبے رو نما ہوں گے۔

جیسا کہ رسول کانویل نے اپنے وعظ میں بڑے شاندار موثر انداز میں یہ معاملہ بیان کیا تھا کہ بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں وہ کھڑے ہیں اس کی نسبت جنگل کے پار کی گھاس زیادہ سر بزیر ہے۔ اور اس طرح وہ ”ہمیروں کی اس سر ز میں“ کو کھود دیتے ہیں جو انہیں اپنے روزمرہ کے ساتھیوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے خیالات اور مواقعوں کی شکل میں مہریا ہو سکتی ہے۔
سب سے اہم بات یہ جانتا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد اہم بات یہ ہے کہ آپ جس جگہ کھڑے ہیں بالکل اسی جگہ جو بھی ہتھیار میسر ہو خواہ یہ شخص خیالات کا ہتھیار ہی کیوں نہ ہو؟ ہمیں کھودنے شروع کر دیں۔ کتنے یقین کے ساتھ آپ اس ہتھیار کو جو آپ کے ہاتھ میں ہے استعمال کرنا شروع کریں گے اتنا ہی بہتر ہتھیار خود بخود آپ کے ہاتھ میں آجائے گا جب آپ اس کے لیے تیار ہوں گے۔

وہ آدمی ما سڑ ڈہن کے اصول کو سمجھتا ہے اور اس کا استعمال کرتا ہے وہ ضروری ہتھیار اس شخص کی نسبت بہت جلد تیار کر لیتا ہے جو اس اصول کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔

ہر ڈہن کو اپنی وسعت اور بالی دگی کے لیے وہ سرے ذہنوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ذی شعور شخص جو زندگی میں کوئی واضح اہم مقصد رکھتا ہے وہ بڑی احتیاط کے ساتھ ان اشخاص کا انتخاب کرتا ہے جن کے ساتھ اس کا قریبی قبضی تعلق ہو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص کے ساتھ بھی اس کا اس قسم کا تعلق ہوگا اس کی شخصیت کا ایک واضح اثر اس کی ذات پر بھی مرتب ہو گا۔

میں اس شخص کے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں رکھتا جو ان لوگوں کی صحبت اختیار

کرنے کی کوشش نہیں کرتا جو اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ ایک شخص جس قسم کے ساتھیوں کا اختیار کرتا ہے اس کے مطابق ہی وہ اپر کی جانب ترقی کرتا ہے یعنی کی جانب تنزلی اختیار کرتا ہے۔

آخر میں ایک اور بات کیہ جو ہر اس شخص کو مد نظر رکھنی چاہی جو معاوضہ یا تنخواہ کی خاطر کام کر رہا ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اس کا کام اس کے لیے تربیت گاہ ہے اور ہونا چاہیے جو اسے زندگی کے بلند مقامات کے لیے تیار کر رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی تربیت گاہ ہے جہاں اسے تربیت حاصل کرنے کا معاوضہ دو، ہم شکلوں میں ادا کیا جا رہا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ اپنے کام کی برآمدہ راست تنخواہ یا معاوضہ حاصل کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا وہ تجربہ جو کام کرنے سے اُسے حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی کی سب سے بڑی تنخواہ وہ نہیں ہوتی جو اسے نقدی کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔ بلکہ اصل تنخواہ وہ تجربہ ہوتا ہے جو وہ اپنے کام سے حاصل کرتا ہے۔

اپنے تجربے سے کوئی شخص کس قدر فائدہ حاصل کر سکتا ہے اس کا انحصار برآمدہ راست اس ذہنی رویے کے ساتھ ہوتا ہے، جو وہ اپنے ساتھ کام کرنے والے ان افراد کے ساتھ روا رکھتا ہے جو اس کے اپر کام کر رہے ہیں اور جو اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اگر اس کا رویہ ثابت اور تعاوون پر ہمیں ہو اور اسے ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت ہو اس کی ترقی اور تیز تر ہوتی ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص آگے بڑھتا ہے اور ترقی کرتا ہے وہ نہ صرف ماہر ذہن کے اصول کا عملی استعمال کر رہا ہوتا ہے بلکہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول اور ”مقصد کی قطعیت“ کے اصول کو بھی استعمال کر رہا ہوتا ہے۔ یہ وہ تین اصول ہیں جو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب انسانوں کا جزو ایسا نیفک ہوتے ہیں۔

شادی

شادی ایک سب سے اہم اتحاد ہے جس کا تجربہ کوئی بھی شخص اپنی زندگی میں کرتا

ہے۔

یہ مالی، جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر ابھیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو ان سب کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔

گھروہ جگہ ہے جہاں زیادہ تر ما سڑذہن اتحاد جنم لیتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اپنے ساتھی کا انتخاب و انس مندی سے کرتا ہے، اگر وہ معاشری طور پر داشمند ہے تو وہ اپنی بیوی کو اپنے ذاتی ما سڑذہن گروہ پ کا پہاامبر بناتا ہے۔

گھر یلو اتحاد میں صرف میاں بیوی شریک نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ اس میں خاندان کے دوسرے ممبران اگر وہ ایک ہی گھر میں رہ رہے ہیں، خاص طور پر بچے بھی شامل ہونے چاہئیں۔

ما سڑذہن اصول ان لوگوں کی روحانی قوتیں کو متحرک کرتا ہے جو اس کے ذریعے ایک قطعی مقصد کے لیے متعدد ہوتے ہیں۔ اور روحانی طاقت اگرچہ غیر مادی نظر آتی ہے تاہم یہ تمام قوتیں میں سب سے بڑی قوت ہے۔

شادی شدہ مرد جس کے تعلقات اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھے ہیں اور یہ تعلقات مکمل ہم آہنگی، افہام و تفہیم، ہمدردی اور مقصد کی وحدتیت پر مبنی ہیں تو یہ اس کے لیے بہت بڑا اثاثہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ جو اسے ذاتی کامیابیوں کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

صرف بیویوں کے لیے

یہاں میں ایک تجویز مخصوص بیویوں کے لیے پیش کرنا چاہوں گا۔

اس تجویز پر اگر کان وہرے جائیں اور عمل کیا جائے تو زندگی بھر کی غربت اور غبکت اور زندگی بھر کی امارت اور فراوانی میں فرق ڈال سکتی ہے۔

بیوی کا اپنے خاوند پر کسی بھی دوسرے شخص سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند پر برتر اثر اس وقت ہوتا ہے جب اس نے اپنے خاوند

سے بہت اچھے تعلقات قائم کیے ہوں۔ اس نے اسے اپنی دوسری تمام واقف کار خواتین میں سے منتخب کیا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی محبت اور اعتماد حاصل ہے۔

زندگی کے نوبنیادی محرکات میں سے محبت کا محرک سرفہرست ہے، جوانانوں میں تمام رضا کارانہ سرگرمیوں کو ایک تحریک بخشنے ہیں۔ اپنی محبت سے سرشار کرتے ہوئے بیوی اپنے خاوند کو اس کے روزمرہ کے کام پر اس جذبے کے ساتھ بھیج سکتی ہے جو ناکامی جیسی حقیقت سے نا آشنا ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں جھاڑ بھنپاڑ، حسد، نقص اور نشاندہی اور اعلقمنی جیسے جذبات محبت کے جذبے کو تقویت نہیں دیتے بلکہ انہیں اسے کچل دیتے ہیں۔

اگر بیوی داشتماند ہے تو وہ ہر روز اپنے خاوند کے ساتھ ما سڑہ ہیں کے تعلق کے لیے چند گھنٹے وقف کر سکتی ہے، جس دوران وہ محبت اور مفاہمت کی فضائیں اپنی باہمی دلچسپیوں کو سمجھا کرتے ہیں اور ان پر تفصیل سے تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اس ما سڑہ ہیں گفتگو کے لیے مناسب ترین وقت صبح کے کھانے کے بعد یا رات سو نے سے پہلے کا ہے۔

اور ہر کھانے کا وقت میاں بیوی میں دوستیانہ تبادلہ خیالات کا وقت ہونا چاہیے۔ یہ ایک دوسرے کو کریدے نے اور نقصان تلاش کرنے کا وقت نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ خوشگوار باتوں اور میاں بیوی کی باہمی دلچسپی کے مختلف خوش کن پہلوؤں پر بات چیت کا وقت ہونا چاہیے۔

اکثر خاندانی تعلقات اس وقت انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں جب سب ملک حل کر بیٹھے کھانا کھا رہے ہوتے ہی۔ کیونکہ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب اکثر خاندان اپنے خاندانی اختلافات حل کرنے یا بچوں کی تاویب و تربیت کے مسائل کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مرد کے دل میں جانے کا راستہ اس کے معدے سے ہو گرگز رتا ہے۔ لہذا کہانے کا دورانیہ بیوی کے لیے ایک بہترین وقت ہوتا ہے کہ وہ مرد کے دل میں اتر کر وہاں کسی خواہش یا خیال کا تجھ بوسکے۔ لیکن دل تک یہ رسائی نفس تلاش کرنے یا سرزنش کرنے جیسی منقصی عادات کے بجائے محبت اور مردودت کے جذبات پر مبنی ہونی چاہیے۔

ایک بیوی کو اپنے خادم کے پیشے میں گھری دلچسپی لینی چاہیے۔ اس کے ہر پہلو سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے۔ اور ہر اس چیز میں، جس کا تعلق اس ذریعے سے ہے جس سے وہ روزی کہاتا ہے، گھری دلچسپی لینے کے کسی موقع کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اسے ان بیویوں میں سے نہیں ہونا چاہیے جو اپنے خادموں کو الفاظ سے نہ کہی اپنے روپے سے یہ بات کہتی ہیں ”تم رقم گھرا تے ہو“ میں خرچ کرتی ہوں، لیکن مجھے ان تفصیلات سے پریشان نہ کیا کرو کہ تم اسے کہاتے کیسے ہو، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔

اگر ایک بیوی اس روپے کو اپنایتی ہے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ خادم کو اس بات میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہے گی کہ وہ کتنی رقم گھر لے کر آتا ہے۔ اور وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ وہ گھرباکل ہی کچھ نہیں لائے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ وہ بیویاں جو عقلمند ہیں سمجھ گئی ہوں گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ جب ایک عورت شادی کرتی ہے تو وہ فرم کے اکثریتی حصص کی مالک بن جاتی ہے۔ اگر وہ اپنے خادم کے ساتھ ماسٹر ذہن کے اصول کے حقیقی اطلاق کے ذریعے جوڑے رکھتی ہے تو جب تک شادی قائم رہتی ہے وہ ان حصص کی بنابر اپنی رائے کا استعمال کر سکتی ہے۔

وہ بیوی عقلمند ہوتی ہے وہ احتیاط سے تیار کیے گئے بجٹ کے تحت فرم کو چلاتی ہے اور خیال رکھتی ہے آمد نی سے زیادہ خرچ نہ کرے۔ بہت سی شادیاں اس لیے ٹوٹ

پچھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں گیونکہ فرم سرما نے کی کمی کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ صرف ضرب المثل ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ جب غربت صدر دروازے پر دستک دیتی ہے تو محبت پچھلے دروازے سے نکل کر سرپٹ دوڑ لگادیتی ہے۔ محبت کو بھی مادی جسم کی طرح پروان چڑھنے کے لیے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ محبت لا تعلقی جھاڑ جھنپاڑ اور نغانس کی تلاش جیسے منفی رویوں میں قائم نہیں رہ سکتی۔

محبت اس جگہ پھیلتی اور پھولتی ہے جہاں مرد اور اس کی بیوی اسے مقصد کی وحدانیت سے تقویت مہیا کرتے ہیں۔ وہ بیوی جو اس بات کو یاد رکھتی ہے اپنے خاوند کی زندگی میں ہمیشہ سب سے زیادہ اثر آفرین شخصیت رہتی ہے۔ وہ بیوی جو اس کو بھول جاتی ہے اس پر وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب اس کا خاوند کا رائد شری کی اصطلاح میں نئے مادل کے لیے اسے تبدیل کر لے گا۔

خاوند کی ذمہ داری روزی مانا ہوتی ہے لیکن بیوی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان صدمات اور مزاحمتوں کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کرے جن کا سامنا اس کے خاوند کو اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے نہیں ہوئے ہوئے ہوتا ہے۔ وہ گھر کے ماحول کو خوبصورت رکھتے ہوئے اور خاوند کے لیے ایسی سماجی سرگرمیوں کے موقع پیدا کرتے ہوئے جو اس کے پیشے سے مطابقت رکھتی ہوں یہ فرض بخوبی ادا کر سکتی ہے۔

بیوی کو یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ کم از کم خاوند کے گھر ایک ایسی جگہ ہوں جہاں وہ اپنی کاروباری اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور پریشانیوں سے آزاد ہو کر کیف و سرور کے چند لمحات گزار سکے جو کہ صرف بیوی کی محبت و پیار اور مفہومیتی رویے سے ہی میرا سکتے ہیں۔ وہ بیوی جو اس پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے وہ انتہائی دانا اور کئی اک اہم پہلوؤں سے کسی ملکہ سے بھی زیادہ دولت مند ہوتی ہے۔

میں ایک بیوی کو اس بات سے بھی خبردار کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنے ماوری جذبے سے مغلوب ہو کر اپنے خاوند کے حصے کے پیار کو بھی اپنے بچوں کی طرف منتقل کرنے

کی غلطی نہ کرے۔ اس غلطی نے ہزاروں گھرانے بر باد کیے ہیں اور یہ کسی بھی ایسے گھرانے کو بر باد کر سکتی ہے جس میں بیوی اس غلطی کو دہرانے کی کوشش کرے گی۔ اکثر ہیویاں اپنے خاوند کے حصے کو بھی اپنے بچوں کی طرف منتقل کرنے کی غلطی کرتی ہیں۔

ایک عورت کا پیارا اگر یہ درست قسم کا پیار ہے مقدار میں اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اپنے بچوں اور خاوند و نوں کو کافی مقدار میں مہیا کر سکتی ہے۔ اور وہ ایک مسرور اور خوش دل بیوی ہوتی ہے جو صحیح ہے کہ وہ اپنا پیار بغیر کسی ایک دوسرے پر ترجیح دیے و نوں پر فیاضانہ طور پر پچاہو کر سکتی ہے۔

جس خاندان میں ما سڑہ ہن کے رشتے کی بنیاد میں محبت کی فراوانی ہوتی ہے اس خاندان کو مالی پر یثانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ محبت میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ ہر رکاوٹ کو عبور کر جاتی ہے، ہر مسئلے سے نمٹ لیتی ہے اور ہر مشکل پر قابو پا لیتی ہے۔

خاندانی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ ہر خاندان میں ہوتے ہیں لیکن محبت ان سب پر حاوی ہوتی ہے۔ محبت کی روشنی کو پوری آب و تاب سے چمکنے دیں اور ہر چیز آپ کی اعلیٰ ترین خواہشات کے مطابق خود بخوبی حل جائے گی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ مشورہ ہر پہلو سے صائب مشورہ ہے کیونکہ میں نے خودا سے اپنے خاندانی تعلقات میں آزمایا ہے اور میں پوری دیانتداری سے کہتا ہوں کہ میں نے جتنی بھی مادی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ سب اسی کی مر ہوں منت ہیں۔

(مسٹر کارنیگی کا یہ کھلا اور صاف اعتراف اور بھی موثر ہو جاتا ہے جب ہم اس حقیقت کو دیکھتے ہیں کہ اس نے 50000000000 ڈالر سے بھی زیادہ دولت اکٹھی کی تھی۔ مسٹر کارنیگی نے بہت زیادہ دولت میٹی لیکن وہ لوگ جو کارنیگی کے

اپنی بیوی کے ساتھ اعلانات کو جانتے تھے ان کے نزدیک مسٹر کارنیگی نے اسے اس قابل بنایا تھا)۔

منظرنامے کے پچھے موجود خواتین

خاندانی ماسٹر ذہن کے رشتتوں کے موضوع کو وہاں سے آگے لے جاتے ہوئے جہاں مسٹر کارنیگی نے اسے چھوڑا تھا، مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کروں کہ اس میدان میں کارنیگی کا کامیاب تجربہ اپنی نوعیت کی کوئی واحد مثال نہیں۔

تحامس اے ایڈیسن نے بڑے کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کہ اس کی تخلیقی تحریکات کے پچھے مسٹر ایڈیسن کا بہت اہم کردار ہے۔ وہ باقاعدگی سے ہر روز اپنے ماسٹر ذہن اجالس کرتے تھے جو عام طور پر ایڈیسن کے دن بھر کے کام کے اختتام پر ہوتے تھے۔ مسٹر ایڈیسن اس کا خاص وصیان رکھتی تھی کیونکہ وہ مسٹر ایڈیسن کے تمام تجرباتی کاموں میں اپنی گہری وچکپی کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھی۔

ایڈیسن عام طور پر رات گئے تک کام کرتا تھا، لیکن وہ جب بھی گھر اتا تو اپنی بیوی کو منتظر پاتا جو کہ دن بھر اس کی کامیابیوں اور کارناموں کے بارے میں جانتے کے لیے بے تاب ہوتی تھی۔ وہ اس کے ہر تجربے سے جو وہ کر رہا ہوتا تھا پوری طرح آگاہ ہوتی تھی اور ان میں وچکپی لیتی تھی۔

وہ ایڈیسن کے لیے اسکے کاموں کو پر کھنے کا ایک ذریعہ تھی اور اس کی مدد سے ایڈیسن اپنے کاموں کو دوڑ کھڑے ہو کر دیکھ سکتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسے مسائل میں جن کا ایڈیسن کو کوئی حل نظر نہیں آتا تھا وہ اکثر ان کی گم شد کریاں مہیا کرتی تھی۔

اگر اس حیثیت کے ادمی بھی ماسٹر ذہن اعلانات کو اہم خیال کرتے تھے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اسے اہمیت دینی چاہیے جو دنیا میں اپنی جگہ بنانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

رہے ہیں۔

حقیق طور پر عظیم راہنماؤں کی زندگیوں میں محبت اور رہمان کے شہزادوں نے اہم کروار ادا کیا ہے۔ رابرٹ اور ایلیز بھراؤ نگ کی کہانی اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ ان غیر مرنی ہستیوں نے ان عظیم شاعروں میں تخلیقی حرکیں پیدا کرنے میں اہم کروار ادا کیا اور وہ خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان ہستیوں کی تکریم کرتے ہیں۔

تاریخ پولین بونا پارٹ کے فوجی عروج کو اس کی پہلی بیوی جوزفین کے فیضان نظر کا کرشمہ قرار دیتی ہے۔ جب اس نے اقتدار کی ہوس میں جوزفین کو نظر انداز کرنا شروع کیا تو اس کی فوجی کامیابیاں ماند پڑنا شروع ہو گئیں اور اس کے بعد جلد ہی اسے شکست کا سامنا ہوا اور اسے سینٹ بلینا کے جزیرے میں قید کر دیا گیا۔

یہاں سے اس بات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا کہ جدید دور کے بہت سے ”پولین“، اسی وجہ سے اسی قسم کی شکست سے دوچار ہو چکے ہیں۔ عام طور پر مرد اپنی بیویوں سے اس وقت تک ماسٹرڈہن تعلق قائم رکھتے ہیں جب تک وہ اقتدار، شہرت اور کافی دولت حاصل نہیں کر لیتے۔ پھر وہ جیسا کہ کارنیگی نے کہا ہے ”خنے ماؤں“ کی خاطر انہیں تبدیل کر لیتے ہیں۔

چارس ایم شواب کی کہانی مختلف ہے۔ اس نے بھی شہرت اور دولت ڈیل کارنیگی کے ساتھ ماسٹرڈہن اتحاد کے ذریعے اور بیوی کے ساتھ ایسے ہی تعلقات کے ذریعے اسے مزید تقویت دیتے ہوئے حاصل کی جو کہ شادی شدہ زندگی کے زیادہ تر حصہ میں اپاہج رہی۔ لیکن اس کی وجہ سے اس نے اسے چھوڑ انہیں تھا۔ بلکہ اس کی موت تک اس کے ساتھ وفا داری سے بجا کیا۔ کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ مضبوط کروار کی پہلی شرط و فاداری ہے۔

اب جب کہ وفاداری کا ذکر ہوا ہے تو اس بات کا ذکر بے جانہ ہو گا کہ اکثر اوقات کاروبار میں ناکامی کی وجہ کاروبار میں شریک افراد میں وفاداری کا فقدان ہوتا ہے۔ جب تک کاروبار میں شریک تمام ساتھی ایک دوسرے سے وفاداری کے جذبے کو قائم رکھتے ہیں وہ عام طور پر اپنی ناکامیوں اور محرومیوں پر قابو پالیتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کارنیگی نے جب بھی کسی نوجوان کو معمولی کارکن کی حیثیت سے انٹھا کر انتظامیہ کے اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا تو وہ سب سے پہلے اس کے کروار میں وفاداری کے وصف کو پرکھتا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ جس آدمی کی موروثی طور پر وفاداری کا وصف نہیں پایا جاتا اس میں ایک مضبوط کردار کے لیے مناسب بنیاد بھی موجود نہیں ہوتی۔

اس کا وفاداری پر کھنے کا طریقہ کار بہت انوکھا اور کثیر الجھتی ہوتا تھا۔ وفاداری کا یہ امتحان ترقی دینے سے پہلے اور ترقی دینے کے بعد اس وقت تک لیا جاتا تھا کہ آدمی کی وفاداری میں کوئی شک باقی نہ رہ جائے۔ کارنیگی کو آدمیوں کی فطرت جانچنے میں جو ملکہ حاصل تھا وہ قابل تحسین تھا اس نے ان کی وفاداری پر کھنے میں شاید ہی کوئی غلطی کی ہو۔

اپنے ماسٹر ذہن اتحاد کا متصدی ان لوگوں کو ہرگز نہ بتا گیں جو اتحاد میں شامل نہیں ہیں اور اس بات کا بھی یقین کر لیں کہ آپ کے اتحاد میں شامل دوسرے ارکان بھی ایسا کرنے سے باز رہیں۔ کیونکہ بیکار، مذاق اڑانے والے اور حاصل لوگ زندگی کی راہوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ جو اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ جو کوئی بھی ان سے اگے نکل رہا ہے اس کے ذہن میں مایوسی کے تیج بوتے ہوئے اس کی حوصلہ شکنی کریں۔ ابذ ا ان گروہوں میں گرنے سے بچنے کے لیے اپنے منصوبے اپنی ذات تک محدود رکھیں، سوائے ان کے جو آپ کی سرگرمیوں اور کامیابیوں کی وجہ سے خود بخود آشکار ہو جائیں۔

اپنے ماسٹرڈہن اجاتس میں منفی ذمی رہ یے ہرگز نہ لے کر جائیں۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ ماسٹرڈہن گروپ کے لیڈر ہیں تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ گروپ کے ہر رکن کی دلچسپی اور ولے کو بد رجہ اتم زندہ رکھیں۔ اگر آپ خود منفی سوچوں میں گھرے ہوئے ہیں تو آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ جو شخص اپنے اہم مقصد کے ہدف کے بارے میں شک، تذبذب اور عدم قیقی کے رو جان کا انظہار کرتا ہے لوگ اسکی پورے جوش و جذبے کے ساتھ پیر وی کرتے ہیں۔ اپنے جوش اور ولے کو زندہ رکھتے ہوئے اپنے ماسٹرڈہن ساتھیوں کے جذبے اور ولے کا وبا معرفہ پر رکھیں۔

اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کے ماسٹرڈہن اتحاد کے ہر کن کو ان کی کوششوں کے ناساب سے جو وہ آپ کی کامیابی کے لیے کر رہا ہے، مناسب معافاضہ مل رہا ہے۔ یاد رکھیں کوئی بھی شخص پورے جوش اور جذبے سے کام نہیں کرتا جب تک اسے خود فائدہ حاصل نہ ہو رہا ہو۔ اپنے آپ کو ان نو محکمات سے آشنا کریں جو تمام رضا کارانہ سرگرمیوں کو جذبہ عطا کرتے ہیں اور دیکھیں کہ آپ کے ماسٹرڈہن کا ہر ساتھی آپ کو اپنی وفاداری، جوش اور مکمل اعتماد دینے کے لیے مناسب تحریک حاصل کر رہا ہے۔

اگر آپ کے اپنے ماسٹرڈہن ساتھیوں کے ساتھ تعلق کا محرك مالی فوائد کا حصول ہے تو ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول کو اختیار کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ جتنا وصول کر رہے ہیں اس سے زیادہ دے رہے ہیں۔ اگر آپ اس حقیقت سے مکمل فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو پیشتر اس کے کہ آپ سے درخواست کی جائے آپ یہ کام خود بخود رضا کارانہ طور پر بند کر دیں۔

اپنے ماسٹرڈہن اتحاد میں اپنے مدد مقابل یا حریف کو شامل نہ کریں۔ بلکہ رہنمی کلب پالیسی پر عمل کریں اپنے اروگردان آدمیوں کو رکھیں جن کے پاس آپس میں

معاذانہ رویہ رکھنے کی کوئی وجہ نہ ہو۔ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے حریف اور مدد مقابل نہ ہوں۔

اپنے ما سڑذہن گروپ پر طاقت، خوف یا جبر و استبداد کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اپنی لیدرشپ کو ڈپلومیسی کے ساتھ وفاداری اور تعاون کی بنیاد پر قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ طاقت کے ذریعے لیدرشپ قائم کرنے کے دن بیت چکے ہیں۔ ان کی احیائے نو کی کوشش نہ کیجیے۔ کیونکہ مہذب زندگی میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

اپنے ما سڑذہن ساتھیوں میں دوستی کے جذبے کو پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں کیونکہ دوستانہ ماحول میں مل جل کر کام کرنے سے جو قوت آپ کو حاصل ہوگی وہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہیں ہے۔

انسانی تاریخ میں سب سے طاقتور ما سڑذہن اتحاد دوسری جنگ عظیم میں اقوام متحده نے قائم کیا تھا۔ اس کے لیڈروں نے پوری دنیا میں اعلان کیا تھا کہ ان کا قطعی اہم مقصد پوری دنیا کے لوگوں کی نجات اور آزادی کے پختہ یقین پر ہی ہے خواہ وہ فاتح ہیں یا مفتاح۔

یا اعلان میدان جنگ میں ہزاروں فتوحات پر بھاری تھا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کے ذہنوں میں اعتماد قائم کیا تھا جو جنگ کے نتائج سے متأثر تھے۔ بغیر اعتماد کے کوئی بھی ما سڑذہن رشتہ استوار ہونا ممکن نہیں خواہ یہ فوجی نقل و حرکت کا میدان ہو یا زندگی کا کوئی اور میدان ہو۔

اعتماد تمام ہم آہنگ تعلقات کی بنیاد ہے۔ اپنا ما سڑذہن اتحاد قائم کرتے وقت یہ بات یاد رکھیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ اتحاد پاسیدار ہوا وہ موڑ طور پر آپ کے مفاد میں کام کرے۔

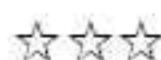
اب میں آپ کو شخصی طاق تک سب سے بڑے ما سڑذہن کے پس پر وہ کافر مہما

اصول سے آگاہ کر چکا ہوں۔

اس فلسفے کے پہلے چار اصولوں (چند قدم زیادہ چلنے کی نادت، مقصد کی قطعیت، ماسٹر ذہن اور ایک جو کہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جا رہا ہے) کو مشترکہ طور پر استعمال کرتے ہوئے آپ اس طاقت کے راستک رسانی حاصل کر لیتے ہیں جو کہ دولت کی ماسٹر چالی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

اس لیے میرا یہ انتباہ بھل نہ ہو گا کہ اگلے بات کام طالعہ اس امید سے کریں کہ یہ آپ کی زندگی بد لئے میں اہم کروارا دا کرستا ہے۔

اب میں آپ کو ایک ایسی قوت کے بارے میں کامل فہم اور سوجھ بو جھو دینے جا رہا ہوں جس نے پوری دنیا کے سائنسی تجزیے کو عاجز کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے امید ہے کہ ایک ایسی ترکیب بتاؤں گا جس کی مدد سے آپ اس قوت تک رسانی حاصل کر سکیں گے اسے اپنے قطعی اہم مقصد کے حصول کے لیے استعمال کر سکیں گے۔ آئیں اب اگلے باب کام طالعہ شروع کرتے ہیں۔



یقین کا اطلاق

یقین ایک شایی مہمان ہے جو صرف اس ذہن میں داخل ہوتا ہے جسے مناسب طور پر اس کے لیے تیار کیا گیا ہوتا ہے۔ ایک ایسا ذہن جسے خود تادبی کے ذریعے منفعت پر رکھا گیا ہو۔

شایی روایات کے مطابق یقین ذہن میں رہنے کے لیے بہترین کمرے اور مستعد خادموں کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسے ملاز میں کے کوارٹروں میں نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور یہ حسد، لائق، اوہام پرستی، انحرفت، انتقام، بیجا غورو، شک، پریشانی اور خوف کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا۔

اس حقیقت کی اہمیت کو بھی طرح سمجھ لیں تو آپ اس پر اسرار قوت کی تفہیم کی طرف گامز نہ ہو جائیں گے جس نے زمانوں سے سانحہ انوں کو حیران اور پریشان کیا ہوا ہے۔

اب آپ یقین کو اپنا مستقل مہمان بنانے کے لیے خود تادبی کے ذریعے اپنے ذہن کو تیار کرنے کی اہمیت کو سمجھ چکے ہوں گے

کانکورڈ کے وانشور رالف والڈو کے الفاظ کو یاد کرتے ہوئے جس نے کہا تھا: ”ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو میں اس سے سیکھ سکتا ہوں اور اس بات میں اس کا شاگرد ہوں“۔ اب میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے متعارف کراؤں گا، جو انسانیت کا بہت بڑا محسن تھا تاکہ آپ دیکھ سکیں کہ کس طرح کوئی شخص یقین کے اظہار کے لیے ذہن کو تیار کر سکتا ہے۔

آپ یہ کہانی خود اس کی زبانی ہی سنئے:

”1929ء میں شروع ہونے والی کساد بازاری میں میں نے سب سے بڑے سکول یونیورسٹی آف بادڈنا کس سے پوسٹ گریجوائیت کا کورس کیا۔

تحا۔

اسوت مجھے اپنی پوشیدہ دولت کا احساس ہوا جس سے مجھے پتا چلا کہ میرے بُنک نے شاید دوبارہ کبھی نہ کھلنے کے لیے اپنے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے ہیں۔ اس وقت میں نے اس غیر مرئی اٹاٹوں کی فہرست تیار کرنا شروع کی۔

میرے ساتھ رہیے! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس فہرست میں کیا کچھ تھا۔ آئیے ہم فہرست میں درج سب سے اہم چیز سے ابتداء کرتے ہیں جو کہ غیر استعمال شدہ یقین ہے۔

جب میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں تلاش کی تو مجھے پتا چلا کہ اپنے تمام تر مالی نقصان کے باہم جو دمیرے پاس عظیم دانش پر یقین اور اپنے ساتھی انسانوں پر یقین کے عظیم ذخائر موجود ہیں۔

اس انکشاف کے ساتھ ایک اور بھی بہت اہم انکشاف ہوا وہ یہ کہ ”یقین سے وہ کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے جو کہ ساری دنیا کی دولت بھی حاصل نہیں کر سکتی۔“

جب میرے پاس میری ضرورت کے مطابق تمام دولت جمع ہو گئی تو مجھ سے ایک بھی انک علطی سرزد ہوتی اور میں نے اس دولت کو ایک مستقل سرچشمہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اب مجھ پر یہ حریت ناک انکشاف ہوا کہ یقین کے بغیر دولت ایک غیر فعل مادے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اپنی ذات میں یہ کسی بھی طاقت کی حامل نہیں ہے اپنی زندگی میں شاید پہلی مرتبہ ”یقین محاکم“، کی حریت انگلیز طاقت کو تسلیم کرتے ہوئے میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی ذات کا تجزیہ کرنا شروع کیا کہ میرے اس قسم کی دولت کتنی مقدار میں موجود ہے۔ میرا یہ تجزیہ حریان کن بھی تھا اور تسلی بخش بھی تھا۔

میں نے اس تجزیے کا آغاز جنگل کی سیر کرتے ہوئے کیا۔ میں لوگوں کے ہجوم

سے شہر کے سور شرابے سے، تہذیب و تمدن کی پریشانیوں سے اور لوگوں کے خوف سے دو رجاتا چاہتا تھا جہاں میں خاموش اور سکون میں غور و فکر کر سکوں۔
یہ خاموش دنیا کس قدر پر سکون اور رسمی بخش تھی۔

اپنے اس سفر کے دوران میں نے شاہ بلوط کا ایک بیچ اٹھایا اور اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ میں نے اسے شاہ بلوط کے ایک بہت بڑے درخت کی جڑوں کے قریب سے اٹھایا تھا جس سے یہ گرا تھا۔ میں نے درخت کی عمر کا اندازہ لگایا، یہ اتنا بڑا تھا کہ جب جارج واشنگٹن ابھی بچے تھا تو یہ یقیناً اچھے خاصے سائز کا ہو گا۔

جب میں وہاں کھڑا اس عظیم درخت کا اس کے خام بچے کو جسے میں نے باتھ میں لیا تھا دیکھ رہا تھا تو مجھے خیال آیا اس دنیا میں رہنے والے تمام انسان مل کر بھی ایسا درخت نہیں بن سکتے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ اس نئے سے بیچ کو جس سے اس عظیم درخت نے جنم لیا ہے کسی غیر مرمنی دانش نے تخلیق کیا ہے، پھر اس نے اس میں ایسی خاصیت سمودی ہے کہ یہ پھوٹ کر زمین کی مٹی سے اوپر کی جانب بلند ہوتا چلا گیا ہے۔

پھر مجھے احساس ہوا کہ سب سے بڑی غیر مرمنی قوتیں ہیں نہ کوہ دولت جو بندوں میں جمع ہے یا مادی شکل میں پائی جاتی ہے
میں نے کالی مٹی کی ایک مٹھی اٹھانی اور بیچ کو آسمیں دبا دیا۔ میں نے اس نظر آنے والے مادے کو جس سے یہ شامدار درخت اگا تھا اپنے باتھ میں اٹھائے رکھا۔

اس عظیم درخت کی جڑ کے پاس سے ایک نئی چھاڑی کو اکھاڑا۔ اس کے پتے بڑی خوبصورتی سے ڈیزائی کیے گئے تھے۔ اور اس چھاڑی کو دیکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اس کو بھی اس ازلی دانش نے تخلیق کیا ہے جس پر یہ شاہ بلوط کا درخت پیدا کیا ہے۔

میں نے جنگل میں چلنا جاری رکھا اور شفاف اور حمکتے ہوئے پانی کی ایک بہتی

ہوئی ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ اس وقت تک میں تھک چکا تھا۔ ہندامیں آرام کرنے کے لیے اور اس کی مترجم موسیقی کو سننے کے لیے ندی کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ سمندر کی جانب اپنے واپسی سفر پر لہراتی ہوئی رواں دواں تھی۔

اس منظر میں مجھے اپنا بچپن کا زمانہ یاد آگیا جب میں اسی قسم کی ندی میں کھیلا کرتا تھا۔ میں جب اس کے کنارے پر بیٹھا اس کی موسیقی سے لطف اندوز ہو رہا تھا تو مجھے ایک نظر نہ آنے والی ہستی کا احساس ہوا۔ ایک دلش جو میرے اندر سے بول رہی تھی اور اس نے مجھے پانی کی مسحور کن داستان سنائی۔ اور یہ ہے وہ کہانی جو اس نے مجھے سنائی۔

پانی! خاص چمکتا ہوا پانی۔ جب سے یہ سیاہ ٹھنڈا ہوا ہے اور انسانوں، جانوروں اور نباتات کا مسلکن بنائے اس وقت سے یہی پانی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔

اوہ پانی! اگر تم انسانوں کی زبان بول سکتے تو تم کیسی ولچپ داستان سن سکتے تھے۔ تم زمین پر سفر کرنے والے کروڑوں نفوس کی پیاس بجھا چکے ہو۔ زمین پر اگنے والے پھولوں اور پودوں کو سیراب کر چکے ہو۔ بھاپ میں تبدیل ہو کر انسان کی بنائی ہوئی مشینوں کے پیسے گھما چکے ہو اور پھر واپس اپنی اصل شکل میں پہنچتے ہو۔ تم گمروں کو وہ چکے ہو فرشوں کو صاف کر چکے ہو۔ انسانوں اور جانوروں کی ان گنت خدمات انجام دے چکے ہو۔ اور ہمیشہ اپنے منع سمندر کی جانب واپس لوٹ جاتے ہو۔ اور وہاں دوبارہ پاک ہو کر اپنی خدمت کے سفر پر دوبارہ روانہ ہو جاتے ہو۔

جب تم حرکت کرتے ہو تو صرف ایک ہی سمت سمندر کی جانب اپنا سفر کرتے ہو جہاں سے تم آتے ہو۔ تم ہمیشہ سے آرہے ہو اور جا رہے ہو لیکن تم ہمیشہ اپنی اس محنت میں خوش نظر آتے ہو۔

تمہیں نہ تو پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تباہ۔ تمام تر زندگی کے ساتھ تمہارا قریبی ناتا ہے۔ تمہارے احسان کے بغیر زمین پر زندگی کی کوئی صورت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

سلقی۔

اورندی کا پانی موجود میں اٹھتا، مسکراتا سمندر کی جانب اپنے سفر پر رواں دوال تھا۔

پانی کی داستان ختم ہو گئی لیکن میں ایک عظیم وعظ سن چکا تھا۔ میں دانش کی تمام صورتوں میں سے عظیم تر کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں اس دانش کا مشاہدہ کر چکا تھا جس نے نخجے سے بیچ میں سے شاہ بلوط کے عظیم درخت کو تخلیق کیا تھا جس نے جھاڑی کے چپوں کوایسے میکا نکلی اور جمالیاتی حسن کے ساتھ تشکیل دیا تھا کہ کوئی انسان اس کی نقل تیار نہیں کر سکتا۔

درختوں کے سایہ لمبے ہو رہے تھے دن اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔

جب کہ سورج آہستہ آہستہ مغربی افق میں غروب ہوا تھا تو مجھے احساہ ہوا کہ اس شاندار و عظیم میں جو میں نے سنائے اس کا بھی اہم کروار تھا۔

سورج کی فیض رسانی کے بغیر شاہ بلوط کے بیچ سے شاہ بلوط کا درخت پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سورج کی مدد کے بغیر بہتی ہوئی ندیوں کا پانی ہمیشہ سمندروں میں قید رہتا، اور زمین پر زندگی کی بھی بھی پروان نہیں چڑھ سکتی تھی۔

ان خیالات نے اس وعظ کو جو میں نے سنائھا خوبصورت اونچ مال سے نواز دیا۔ سورج، پانی، اور زمین پر موجود تمام زندگی کے درمیان ایک ایسا رہمانوی تعلق پایا جاتا ہے جس کے بغیر دوسرا تمام رہمانس غیر اہم معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ایک چھوٹا سا سفید کنکرا اٹھایا جسے ندی ک بہتے ہوئے پانی نے بڑی صفائی کے ساتھ پاش کیا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے ہاتھ میں کپڑا ہوا تھا تو مجھے اپنے اندر سے ایک اور وعظ سنائی دیا۔ وہ دانش جو میرے ذہن کو وعظ سناری تھی کہہ رہی تھی۔

میں ایک چھوٹا سا پتھر کا کنکر ہوں۔ اس کے باہر جو داں حقیقت میں ایک چھوٹی سی کائنات ہوں جس میں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جو تم اپنے باہر پھیلی ہوئی ستاروں کی

شکل میں دیکھتے ہو۔

میں مردہ اور بے حس و حرکت نظر آتا ہوں لیکن یہ سب نظر کا دھوکا ہے۔ میں مالکیوں سے بنا ہوا ہوں۔ ہر مالکیوں کے اندر ایتموں کے انبار ہیں، جو کہ ہر ایک اپنی جگہ ایک اپری کائنات ہے۔ ہر ایتم کے اندر الیکٹرونز کی ان گنت تعداد ہے جو کہ تاقابلِ تصور رفتار سے گھوم رہے ہیں۔

میں ایک پتھر کا مردہ ملکہ انہیں ہوں بلکہ احمد و دقت کی اکائیوں کا ایک منظم مجموعہ ہوں۔

میں ایک بھوس مادہ نظر آتا ہوں لیکن یہ بھی فریب نظر ہے۔ کیونکہ میرے الیکٹرونز کے درمیان ان کے جسم کی نسبت کئی ہزار گناہ فاصلہ پایا جاتا ہے جسے اے زمین پر چلنے والے ادنیٰ مسافر میر غور سے مشاہدہ کرہ اور یاد رکھو کہ کائنات کی غظیم طاقتیں غیر مرنی ہیں جنہیں محسوس نہیں کیا جاسوتا۔ زندگی کی اقدار وہ ہیں جن کو بنکوں میں جمع نہیں کیا جاسوتا۔

اس وقت جو خیالات میرے ذہن میں گھوم رہے تھے انہوں نے مجھے متین کر دیا تھا۔ کیونکہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ میں ایک قوت کا ایک چھوٹا سا حصہ اٹھا کر اٹھا جس نے سورج، کوتار و کوڑا اور زمین کو جس پر ہم مختصر عرصے کے لیے قیام کرتے ہیں ایک دوسرے کے حوالے سے ان کو اپنی اپنی متعلقہ جگہوں پر قائم رکھا ہوا ہے۔

اس غور و فکر نے مجھ پر یہ خوبصورت حقیقت آشکار کی کہ اے اس پتھر کے چھوٹے سے کنکر کی حدود کے اندر بھی بمکمل اعظم و ضبط قائم ہے مجھے احساس ہوا کہ اس چھوٹے سے کنکر کے جسم کے اندر رومانس اور قدرت کے حقائق نیجا موجود ہیں۔ مجھے احساس ہوا کہ اس چھوٹے سے کنکر کے اندر رتصور سے ماوراء حقائق موجود ہیں۔

اس سے پہلے میں نے بھی بھی اس قدر باریک بینی سے قدرت کے اعظم و ضبط اور

متقصد کے شواہد کو محسوس نہیں کیا تھا جو ہر اس چیز سے ممکن شف ہے جن پر انسانی ذہن غور کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے کبھی بھی اپنے آپ یقین اور احمد و داش کے سرچشمے کے اس قدر قریب محسوس نہیں کیا تھا۔

یہ ایک خوبصورت تجربہ تھا جو مجھے قدرت ماں کی آنکھوں میں ان درختوں اور بہتی ہوئی ندیوں کے درمیان ہوا۔ جہاں ارد گرد کے سکون اور خاموشی نے میری تھیکی ماندی روح کو تھوڑی دیر کے لیے سکون اور راحت کی چادر میں لپیٹ لیا تھا تاکہ میں دیکھ سکوں محسوس کر سکوں جب احمد و داش مجھے اپنی حقیقت کی داستان سنارہی تھی۔

اس سے پہلے مجھے زندگی میں کبھی بھی احمد و داش یا اپنے یقین کے سرچشمے کے حقیقی وجود کا اس قدر شدید شعور حاصل نہ ہوا تھا۔

میں اس نئی ملنے والی جنت میں کچھ دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ شام کے ستارے آسمان پر ٹھہما نے لگے۔ پھر میں بے دلی کے ساتھ اٹھا اور اپنے قدموں پر واپس چلتا ہوا شہر کی جانب چل پڑا۔ دوبارہ اس ہجوم میں شامل ہونے کے لیے جسے تہذیب و تمدن کے کٹھورا صول جہازوں کے چبوچلانے والے غلاموں کی طرح ہاں کے پھر رہے ہیں۔ اور وہ دیوانہ وار ان مادی اشیا کو جمع کر رہے ہیں جس کی انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب میں واپس اپنے مطابع کے کمرے میں پہنچ چکا ہوں۔ جہاں میں اپنی یہ داستان ٹائپ رائٹر پر بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ لیکن مجھے تہہای کے احساس نے گھیر رکھا ہے۔ اور خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ دوبارہ اس غم خوارندی کے کنارے جا کر بیٹھ جاؤں جہاں چند گھنے پہلے میں نے اپنی روح کو احمد و داش کے پر سکون حقائق میں غسل دیا تھا۔

میں جانتا ہوں کہ احمد و داش پر میرا حقیقی اور پائیدار ہے۔ یہ اندھا یقین نہیں

ہے۔ اس کی بنیاد احمد و دو انش کی دست کاری کے قریبی مشاہدے پر ہے۔

میں اپنے یقین کے سرچشمہ کی تلاش میں غلط سمتیوں میں بھٹک رہا ہوں۔ میں اسے لوگوں کے کاموں میں انسانی رشتتوں میں، بنکوں میں جمع دولت میں اور مادی اشیا میں تلاش کر رہا ہوں۔

لیکن یہ مجھے چھوٹے سے بع عظیم شاہ بلوط کے درخت، پتھر کے چھوٹے سے سکنر، جھاڑی کے پتوں میں، زمین کی مٹی میں، سورج میں جوز میں کوتپش مہیا کرتا ہے اور پائیوں کو حرکت بخفاہ ہے، شام کے ستارے میں، جنگل میں خاموشی اور سکون میں ملا ہے۔

اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ احمد و دو انش کو لوگوں کے ہے گے اور مادی اشیا اکٹھی کرنے کی دیوانہ اور روڑ کی نسبت خاموشی اور سکون کے ما جوں میں جلدی تلاش کر لیتے ہیں۔

میرا بنک اکاؤنٹ ختم ہو چکا تھا میرا بنک تباہ ہو گیا تھا۔ لیکن میں کئی ایک کروڑ پیسوں سے زیادہ خوش نصیب ہوں کیونکہ میں یقین کا برآہ راست ذریعہ تلاش کر چکا ہوں۔ اور اپنے پیچھے اس طاقت کی موجودگی سے مزید بنک بیلنس اکٹھا کر ستا ہوں جو میری ضرورت کے لیے کافی ہو۔

نہیں! میں اتنا کثر کروڑ پیسوں سے زیادہ دوستمند ہوں۔ کیونکہ میں اس قوت پر انحصار کرتا ہوں جس کا سرچشمہ میرے اندر سے چھوٹتا ہے میرے اپنے وجود میں ہے۔ جبکہ اکثر دوستمند لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوت اور تحریک حاصل کرنے کے لیے بنک میں رکھی دواتر اور مادی اشیا پر انحصار کریں۔

میری قوت کا سرچشمہ اتنا ہی مفت اور احمد و دو ہے جتنا کہ ہوا جس میں میں سانس لیتا ہوں۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے مجھے صرف اپنے یقین کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے جو کہ میرے پاس بہتات کے ساتھ موجود ہے۔

اس طرح مجھے دوبارہ یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہر بد قسمتی اپنے ساتھ خوش قسمتی کے
بچ لے کر آتی ہے۔ میری بد قسمتی نے مجھے میرے بندک بیلنس سے محروم کر دیا تھا۔
اس کے بد لے مجھے تمام دوامتوں کے حصول کے اصل ذریعے کا علم ہو گیا تھا۔

یقین کے پاسیدار ذرائع

آپ نے ایک ایسے شخص کی کہانی اس کے اپنے الفاظ میں سنی ہے جس نے ہمیں
 بتایا ہے کہ ہم یقین کے حصول کے لیے اپنے ذہن کو کس طرح تیار کر سکتے ہیں۔
 یہ کہانی اپنی سادگی کے حوالے سے انتہائی ڈرامائی ہے۔

یہ ایک ایسا شخص ہے جس کو پاسیدار یقین کی مضبوط بنیادیں بندک بیلنس اور مادی
دوامتوں کے بجائے شاہ بلوط کے بچ، جھاؤ می کے پتوں، ایک چھوٹے سے کنکرا اور بہتی
 ہوئی ندی میں نظر آتی ہیں۔ یہ ایسی چیز ہیں جن کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے اور ان
 سے اطفاء و زہر سوتا ہے۔

لیکن ان سادہ ہی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ دنیا کی عظیم
 ترین قوتیں ایسی غیر مریٰ ہیں جن کو ہم محسوس نہیں کر سکتے جن کی جملک ہمیں اپنے
 اروگر و موجود سادہ چیزوں میں نظر آ سکتی ہے۔

میں نے یہ کہانی اس لیے بیان کی ہے کہ میں اس حقیقت پر زور دینا چاہتا ہوں کہ
 کوئی بھی شخص شدید مشکل حالات میں بھی اپنے ذہن کو صاف رکھ سکتا ہے اور اسے
 یقین کے اظہار کے لیے تیار کر سکتا ہے۔

سب سے اہم حقیقت جو اس کہانی سے ہم پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ذہن
 منی رہ یوں سے پاگ ہو جاتا ہے تو یقین کی قوت خود بخوبی و متحرک ہو جاتی ہے اور
 ذہن پر چھا جاتی ہے۔

یقیناً اس فلسفے کا کوئی طالب علم بھی اتنا بد قسمت نہیں ہو سکتا کہ وہ اس اہم مشاہدے
 سے محروم رہ جائے۔

آئیے اب یقین کے تجزیے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اس موضوع کی ابتداء کرنے سے پہلے یہ بات ضرور مد نظر رکھنی چاہیے کہ یقین ایک ایسی قوت ہے جس کا تجزیہ کرنے سے ساری سائنسی دنیا ہمیشہ عاجز رہی ہے۔

یقین کو اس فلسفی میں چوتھی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ چوتھی بعد (Fourth Dimension) کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگر چہ یہاں اس کو ذاتی کامیابی کے رشتے کی بنابر پیش کیا جا رہا ہے۔

یقین ایک ایسی ڈنی حالت ہے جسے ہم مناسب طور پر ”روح کا اصل محرک“ کہہ سکتے ہیں جس کے ذریعے ایک شخص کے اہداف خواہشات اور مقاصد کو ان کے ہم پلہ ماڈی یا مالی عناصر میں تبدیل کیا جاستا ہے۔

اس سے پہلے ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ (1) چند قدم زیادہ چلنے کی عادت (2) مقصد کی قطعیت (3) ماسٹر ذہن کے اطاق سے ہم بہت زیادہ قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ قوت اس قوت کی نسبت بہت معمولی ہو گی جو کہ اس ڈنی حالت جسے یقین کہا جاتا ہے کے ساتھ ان اصولوں کے اجتماعی اطاق سے حاصل ہو سکتی ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ”یقین کا ظرف“، بارہ دوتوں میں سے ایک ہے۔ آئیے اب ہم ان ذرائع کو تلاش کرتے ہیں جن کی مدد سے ہم اس ”ظرف“، کو اس انوکھی قوت سے بھر سکتے ہیں جو تہذیب کی رکھوائی، انسانی ترقی کی سب سے بڑی وجہ اور انسانوں کی تمام تغیری جدوجہد کا راہنماء جذبہ ہے۔

اس تجزیے سے پہلے ہمیں یہ بات یاد رکھنا ہو گی کہ یقین ایک ایسی ڈنی حالت ہے جو صرف ان لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو اپنے ذہنوں پر پوری طرح مکمل قابو پانے کافن سیکھ جاتے ہیں۔ یہ ایک واحد ظری حق ہے جس کا حصول مکمل طور پر فرد کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

یقین اپنی قوتوں کا مظاہرہ صرف اس ذہن کے ذریعے کرتا ہے جو اس کے لیے

تیار ہوتا ہے۔ لیکن اس تیاری کا طریقہ کوئی سربست راز نہیں ہے اور جو اس کی خواہش رکھتا ہے اس سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔

یقین کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

(الف) مقصد کی قطعیت جسے ذاتی محرک یا عمل کی پشت پناہی حاصل ہو۔

(ب) تمام انسانی تعلقات میں چند قدم آگے چلنے کی عادت۔

(ج) ان لوگوں کے ساتھ ”ماسٹر ذہن اتحاد“ جو یقین پر مبنی ہمت کی شعاعیں بکھیرتے ہیں اور جو روحانی اور ذہنی طور پر دیے گئے مقصد کے حصول کے لیے ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔

(د) ایک ثابت ذہن جو خوف، حسد، لذج، غارت اور توہم پرستی جیسے تمام منفی روایوں سے مکمل پاک ہو۔

(ایک ثابت ذہنی رویہ یہ بارہ و مائتوں میں سے اولین اور انتہائی اہم دولت ہے)۔

(ه) اس حقیقت سے آگاہی کہ ہر بد قسمتی اپنے ساتھ اتنے ہی فوائد کے سچ اٹھائے ہوتی ہے۔ ”وقتی شکست ناکامی نہیں ہوتی جب تک اسے ناکامی کے طور پر تسلیم نہ کر لیا جائے“

(و) دن میں کم از کم ایک مرتبہ عبادت کی حالت میں اپنے قطعی مقصد کا باضابطہ اظہار۔

(ز) ”عظیم دانش“ کے وجود کا اقرار

جس نے ساری کائنات میں ضبط اور اعظم قائم کیا ہوا ہے اور تمام افراد اس ”دانش“ کا ادنیٰ اظہار ہیں۔ اور یہ کہ انسانی دماغ کی کوئی حد و نہیں ہیں سوائے ان کے جو انسان خود اپنے ذہن پر لا گو کر لیتا ہے۔

(ح) اپنی ماضی کی ناکامیوں اور بد قسمتیوں کی ایک احتیاط سے تیار کی گئی (تاریخ وار) فہرست،

جو اس حقیقت کو آشکار کرے گی کہ ایسے تمام تجربات کے ساتھ اتنے ہی فوائد لے کر آتے ہیں۔

(ط) عزت نفس جس کا اظہار اپنے ضمیر کی ہم آہنگی کے ذریعے ہو رہا ہو۔

(ی) تمام انسانوں کی وحدت کو تسلیم کرنا۔

یہ وہ اہم بنیادی اصول ہیں جو ذہن کو یقین کے مظاہرے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ان کا اطلاق کسی فعلیت کا تقاضائیں کرتا۔ لیکن اس کے اطلاق کے لیے داش کے ساتھ سچائی اور انصاف کی شدید خواہش کا ہونا ضروری ہے۔

یقین صرف اس ذہن میں پڑھان چہہ ہوتا ہے جس ثبت سوچ کا حامل ہو۔ یہ زندگی کا وہ اہم جذبہ ہے جو ایک ثبت ذہن کو تحریک اور عمل سے نوازتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو ایک ثبت ذہن کو ایک ایسے مقناطیس میں تبدیل کر دیتی ہے جو اپنے اندر پیدا ہونے والے خیال کے مادی مقابل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یقین ذہن کو باوسیلہ اور اس قابل بنتا ہے کہ ہر اس خیال سے جو اس کے اندر پیدا ہوتا ہے فائدہ حاصل کر سکے۔ ہر قسم کے حالات زندگی میں موافق موقع تلاش کر لیتا ہے جن کی مدد سے کوئی بھی شخص یقین کے اس معراج کو حاصل کر ستا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ناکامی اور شکست کو اس کی ہم پلہ کامیابی میں تبدیل کر ستا ہے۔

یقین انسان کو اس قابل بنتا ہے کہ وہ ”قدرت“ کے رازوں کی گہرائی کو جان سکے اور ”قدرت“ کی اس زبان کو سمجھ سکے جس کا مظاہرہ ہم ”قوائیں قدرت“ میں دیکھتے ہیں۔

اسی قسم کے مظاہر قدرت کو سمجھنے سے تمام بڑی ایجادیں ممکن ہو سکیں۔ جو انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں اور انسانی رشتہوں میں ہم آہنگی کے ذریعے انسانی آزادی کی طرف جانے والے راستوں کی بہتر سمجھی یو جھ پیدا ہوئی۔

انسان جو کچھ سوچتا ہے اور جس چیز پر ایمان رکھتا ہے اس کا حصول یقین کے

ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔

تحامس ایڈ لیسن کا ایمان تھا کہ وہ برتقی یہ پ کے خیال کو عملی صورت دے سکتا ہے۔ اور باوجود اس کے کم و 10000 مرتبہ ناکام ہوانا کام ہوا، یقین سے ان ناکامیوں میں سے نکالتا ہوا اس راستک لے کر پہنچ گیا جس کی اسے تلاش تھی۔

مارکو نی پختہ ایمان رکھتا تھا کہ آواز کی لہروں کو تار کے بغیر ایخڑ کی تو انہی کے ذریعے ایک مقام سے دوسرا مقدم تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کا یقین اسے بے شمار ناکامیوں میں سے گزارتا اور کامیابی ک معراج تک لے گیا۔

ہمیں کیا کو یقین کامل تھا کہ وہ بولنا سیکھ جائے گی، اگرچہ وہ اپنے بولنے کی سنبھل کی اور دیکھنے کی صلاحیتوں سے بھی محروم ہو چکی تھی۔ اس کے یقین نے اس کی بولنے کی صلاحیت بحال کر دی اور اسے چھوٹے کی حس کے ذریعے سنبھل کے برابر کی صلاحیت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ اس طرح اس نے ثابت کر دیا کہ ”یقین“، انسانی خواہشات کی تکمیل کے راستے تلاش کر سکتا ہے اور کرتا رہے گا۔

یقین ہمارے اندر سے جنم لینے والی رہنمائی ہے، راہنماؤت وہ ”منظوم دانش“ ہے جس نے قطعی مقاصد کو اپنے نشانے پر رکھا ہو۔ یہ وہ چیز مہیا نہیں کرتا جس کی کسی کو خواہش ہوتی ہے بلکہ یہ خواہشات کی تکمیل کی سمت میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

یقین کی قوت سے استفادہ کیسے حاصل کیا جائے

(الف) جو کچھ آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بدلتے میں آپ کو جو ادا بینگل کرنا ہو گی اس کا واضح تعین کریں۔

(ب) جب آپ کی خواہشات کے اہداف کا تعین کرتے ہیں تو دعا کے ذریعے یہ تصویر قائم کریں کہ آپ ان اہداف کو پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں، اور بالآخر اسی طرح سے عمل کریں جیسے آپ واقعتاً نہیں مادی طور پر حاصل کر چکے ہیں۔ (یاد رکھیں کسی بھی چیز کو ہم سب سے پہلے اپنی سوچوں میں قبضی سطح پر حاصل کرتے ہیں۔)

(ج) اپنے ذہن کو اندر ونی راہنمائی کے لیے ہر وقت لکھا رکھیں۔ اور جب کبھی آپ کو اچانک اپنے منصوبے میں کسی تبدیلی یا کسی نئے منصوبے کو اپنا نے کا خیال پیدا ہو تو بغیر کسی ہچکچا ہٹ یا تردود کے اس پر عمل کر گزریں۔

(د) جب کبھی آپ کو کسی عارضی ناکامی کا سامنا ہو جو کہ آپ کوئی مرتبہ ہو ستا ہے، تو یاد رکھیں کہ انسان کے یقین کائن طریقوں سے امتحان لیا جاتا ہے اور آپ کی ناکامی آپ کا ایک محض "امتحانی دور" ہو ستا ہے۔ لہذا اپنی ناکامی کو اپنی کوششوں اور جدوجہد میں اضافہ کرنے کا ایک اشارہ خیال کریں اور اس یقین کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں کہ کامیابی آپ کے قدم چومنے کی۔

(ه) کوئی بھی منفی ڈھنی حالت یقین کی صلاحیت کو تباہ کر دیتی ہے اور آپ جو بھی اراد کرتے ہیں اس کے منفی انتہا پر منجھ ہوتی ہے۔ آپ کی ڈھنی حالت ہی سب کچھ ہے۔ لہذا اپنے ذہن کو قابو کریں اور اسے ہر قسم کے ناپسندیدہ غیر مجاز عناصر سے پاک کر دیں جو کہ یقین کے دشمن ہیں اور اسے ہمیشہ صاف رکھیں خواہ اس کی کوئی قیمت بھی ادا کرنا پڑے۔

(و) زندگی کے اپنے قطعی اہم مقصد کو واضح الفاظ میں لکھتے ہوئے اور اپنے روزانہ کے مراتبے میں اس کو استعمال کرتے ہوئے اپنی یقین کی قوت کو تقویت دینے کا فن سیکھیں۔

(ز) اپنے قطعی اور اہم مقصد کے ساتھ باب 1 میں بیان کیے گئے نوبیادی حرکات میں سے جتنے زیادہ ممکن ہو سکیں، وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

(ح) اپنے قطعی اہم مقصد کے ہدف کو حاصل کرنے کے بعد آپ کو جن فوائد کی توقع ہو سکتی ہے اس کی ایک فہرست مرتب کریں اور اس کو دن میں کئی مرتبہ اپنے ذہن میں دہرائیں۔ اس طرح آپ کے ذہن میں کامیابی کی اہمیت کا احساس

اجاگر ہوگا۔ (اے عام طور پر ”خود ایمانی“ کہا جاتا ہے۔)

(ط) ان لوگوں کے ساتھ زیادہ تعلق قائم کرنے کی کوشش کریں جو آپ کے قطعی اہم مقصد سے ہمدردی رکھتے ہیں اور آپ سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ ان سے ہر ممکنہ طریقے سے حوصلہ افزائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(ی) کوئی دن بھی خالی نہ جانے دیں جس میں آپ نے اپنے قطعی اہم مقصد کے حصول کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا ہو۔ یا درجیں ”عمل کے بغیر یقین مردہ ہو جاتا ہے۔“

(ک) اپنی ”ترقی کی رفتار“ کا معیار مقرر کرنے کے لیے کسی خود اعتماد جرأت مند اور کامیاب شخص کا انتخاب کریں اور قبضی طور پر نہ صرف اس شخص کے اہم قدم ہونے کی کوشش کریں بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ کام خاموشی کے ساتھ اپنا منصوبہ کسی کو بتائے بغیر کریں۔ (درجیں ہانگنا آپ کی کامیابی کے لیے خطرناک ثابت ہو ستا ہے، کیونکہ یقین کامل کا یجا غرور اور نزگیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔)

(ل) اپنے اردو گردائی کتابیں، تصاویر، دیواریں پر لٹکتی ہوئی تحریریں اور ووسمی ایسی اشیا جو خود اعتمادی کے لیے محرك ثابت ہو رکھیں۔ اس طرح آپ اپنے اردو گرد ایک کامیابی اور کامرانی کا احول پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ عادت آپ کے لیے حیرت انگیز نتائج کی حامل ہوگی۔

(م) ناخوشنگوار حالات سے بچنے یا دامن بچانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ بلکہ زندگی کے جس مقام پر بھی ان سے سامنا ہو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوری جرأت اور ہمت کے ساتھ ان سے پنجہ آزمہ ہونے کی عادت اپنائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسے حالات کا بے خوف اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر مقابلہ کرنے کی عادت آپ کو ان کے خلاف جنگ میں دس میں سے نو حصے کامیابی عطا کرے گی۔

(ن) اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ ہر اہم چیز ایک قیمت رکھتی ہے۔
”یقین“ کی قیمت ان سادہ مہدیات پر پورے شعور کے ساتھ عمل کرتے رہنا ہے۔
اس سلسلے میں ”ثابت قدیم“، آپ کا نغمہ ہونا چاہیے۔

یہ وہ اقدامات ہیں جو ثابت ذہنی رویے کو پروان چڑھانے اور اسے قائم رکھنے میں آپ کے مددگار ہوں گے۔ یاد رکھیں ”یقین“ صرف ”ثبت ذہنی رویے“ ہی میں قیام کرتا ہے۔ یہ وہ اقدام ہیں جو تمام فہم کی ذہنی روحانی اور مادی حالتوں کے حصول کا موجب بن سکتے ہیں۔ اپنے ذہن کو اس فہم کی خوراک سے لبریز رکھیں۔

یہ وہ اقدامات ہیں جن کے ذریعے ذہن کو اعلیٰ روحانی اظہار کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے۔

عمل پر یقین

اپنے ذہن کی ایسی نگاہ پر پروش کریں کہ ”چند قدم زیادہ چلنے“ کی عادت اپنانا آپ کے لیے آسان ہو۔

آپ کے لیے اس چیز کے ساتھ جسے آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ذہن کو ہم آہنگ رکھنا آسان ہو جاتا ہے جب آپ کو یقین ہو کہ وہ چیز ایک دن آپ کی ملکیت میں ہو گی۔

ایمرسن نے کہا تھا کہ ”ہر آدمی کا خیال یا تصور اس کے لیے کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔“

یہ بات بالکل درست ہے آج کا ہر آدمی اپنے کل کے خیالات کے مطابق ہوتا ہے۔

بیگز جے ہل یملی گراف کے بٹن پر باتھر کھے اس کھلانے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ بے کار نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا تصور ایک عظیم میں البراعظی ریلوے سسٹم بچھانے میں مصروف تھا۔ جس کے ذریعے اسے امید تھی کہ ریاست ہائے متحدہ کے غیر ترقی

یا فنیہ مغربی حصے کے ذخیرہ کو بروئے کارا ایا جاستا ہے۔

اس کی جیب میں کوئی رقم نہ تھی۔ اس کے کوئی با اثر دوست نہ تھے۔ اس کے کھاتے میں کوئی بڑی کامیابی نہ تھی جو اس معاشرے میں عزت و توقیر عطا کرتی۔ لیکن اس کے پاس یقین کی دولت جیسی تاقابل شکست قوت تھی جس کے سامنے دنیا کی کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہوتی۔

اس نے اپنے قطعی اہم مقصد کو پوری تفصیل کے ساتھ تحریری شکل میں ڈھال لیا تھا

ریاست بائی متحده کے نقشے پر اس نے اپنی مجوزہ ریلوے ائن کا پورا خاکہ تیار کیا ہوا تھا۔

وہ سوتے وقت اس نقشے کو اپنے نیکے کے نیچے رکھتا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتا اسے اپنے ساتھ اٹھائے پھرتا۔ اس خواب کی تجھیں اس نے اپنے ذہن پر مسلط کر لگی تھیں، اور پھر اس کی زندگی میں ایک دن ایسا بھی آیا جب اس کی خواب کی تعبیر عملی شکل میں اس کے سامنے موجود تھی۔

جب شکا گوئیں ہونے والی آتشزدگی نے شہر کے ایک کاروباری حصے کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اگلی صبح مارشل فیلڈ اس جگہ پر آیا جہاں ایک دن پہلے اس کا پر چوں کا سٹور کھڑا تھا۔

اس کے اردو گروہ ساے تاجر کھڑے تھے جن کے سٹور بھی اس کے سٹور کے ساتھ تباہ ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی باتیں سنی اور اسے پتا چلا کہ وہ سارے امید کا دامن چھوڑ چکے تھے، اور ان میں سے اکثر دکاندار نے کاروبار کے آغاز کے لیے مزید مغرب کی جانب جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اپنے قریب کھڑے گروپ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

”دوسٹو! تم جیسے تمہاری خوشی ہے کرہ، لیکن میں باکل اسی جگہ رہنا چاہتا ہوں۔

بائکل اسی جگہ جہاں تم دھواں اور راکھوں کیچھر ہے ہو کبھی میرا سٹور ہوتا تھا۔ میں یہاں دنیا کا سب سے بڑا پر چون سٹور قائم کروں گا۔

وہ سٹور جو مسٹر فیلڈ نے یقین کے بل بوتے پر قائم کیا تھا آج بھی شکا گو میں اسی جگہ پر قائم ہے۔

وہ اور اس جیسے دوسرا لئے لوگ اس عظیم امریکن طرز زندگی کے بانیوں میں سے ہیں

انہوں نے ہمیں بولتی ہوئی تصویریں، بولنے والی مشین، ہوائی جہاز، بالوں کو چیرتی ہوئی عمارتیں، موڑ گاڑیاں، اعلیٰ درجے کی شاہراہیں، گھر یا واسطہ کی بر قی اشیا، ایکس رے، جینانگ اور سرمایہ کاری کے ادارے، انف انٹرنیس کی عظیم کمپنیاں دیں۔ اور ان سب سے بڑا حکر انہوں نے ہمیں آزادی کا انمول تحفہ دیا جس سے آج ہم سب امریکن شہریوں کی حیثیت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

انسانی ترقی کسی حادثے یا محض خوش قسمتی کا نتیجہ نہیں ہے۔

بلکہ یہ ان لوگوں کے یقین محاکم کا نتیجہ ہے جنہوں نے اپنے ذہنوں کو اس فلسفے کے سترہ اصولوں کی روشنی میں اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔

اس دنیا پر جو شخص جس مقام پر کھڑا ہے وہ اس کے اس یقین کا نتیجہ ہے جس کا مظاہرہ اتنے اپنے اهداف اور مقاصد کے حصول کے لیے کیا ہوتا ہے۔

آئیے ہم جو آزادی اور دولت کے خواہاں ہیں اس بات کو یاد رکھیں۔

آئیے ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ ”یقین“، آزادی اور دولت کی کوئی حدود مقرر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ ہر شخص کو اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے راہنمائی مہیا کرتا ہے چاہے یہ خواہشات چھوٹی ہوں یا بڑی۔

اور اگرچہ یقین ایک ایسی طاقت ہے جس نے سامنے دانوں کو چکرانے رکھا ہے۔ لیکن اس کا اطلاق اس قدر آسان ہے کہ ادنیٰ ترین شخص کی سمجھ میں بھی آ جاتا ہے۔

الہدایہ تمام انسانوں کا مشترکہ اثاثہ ہے۔

اس سلسلے میں تمام باتیں اس باب میں بیان کی گئی ہیں اور اس میں کوئی واحد قدم بھی ایسا بیان نہیں کیا گیا جو ادنیٰ ترین شخص کی استطاعت سے بھی باہر ہو۔

یقین ایسے ذہن سے جنم لیتا ہے جس میں مقصد کی قطعیت کو ”ثبت ذہنی رو یے“ کے ساتھ میں پڑھا جائیا گیا ہو۔ اور یہ ہمارے ان مادی عوامل سے تقویت پاتا ہے جو قطعی مقصد کے حصول کے لیے انجام دیے جاتے ہیں۔

ہمارا ہر رضا کارانہ عمل بنیادی نوحرکات میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد حرکات سے تحریک حاصل کرتا ہے۔ اپنی خواہشات کی تجھیں کی کوشش میں یقین کے غصہ کو شامل کر لینا کسی کے لیے بھی کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

کسی شخص کو محبت سے تحریک پکڑنے دیں، پھر دیکھیں کہ کس قدر تیزی سے یہ جزء یقین کے ذریعے اس کے عمل کو پراگاودھتا ہے۔ اس کا عمل اس کا پسندیدہ کام بن جاتا ہے جو کہ بارہ دوستوں میں سے ایک دولت ہے۔

کسی شخص کو مادی دولت ذخیرہ کرنے کے عشق میں بتا ہونے دیں، اور دیکھیں کہ اس سلسلے میں اس کی ہر کوشش ایک پسندیدہ فعل بن جائے گی۔ اپنے کام کے لیے اسے دن چھوٹے نظر آنے لگیں گے۔ اگر چہ وہ شدید محنت کر رہا ہو گا لیکن ”اظہار نفس“، کی خوشی میں اسے تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ ہو گا۔ جو کہ بارہ دوستوں میں سے ایک اور دولت ہے۔

اس طرح جو شخص یقین کے ذریعے اپنے ذہن کو اظہار نفس کے لیے تیار کر لیتا ہے ایک ایک کر کے اس کے راستے کی تمام رکاوٹیں خود بخوبی ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ خوشی اس کی ہر کوشش کو سر خروکر رہی ہوتی ہے۔ اس کے پاس نفرت کے لیے کوئی وجہ یاد قت نہیں ہوتا۔ ”انسانی رشتہوں میں ہم آہنگی، قدرتی طور پر اس کے پاس آ جاتی ہے۔ اس کی کامیابی کی امید بلند اور مسلسل ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنے قطعی مقصد

کے ابداف پہلے ہی اپنی پہنچ میں نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ عدم برداشت کی جگہ وسعت قلب لے لیتی ہے۔

اور ”تادیب نفس“، کھانا کھانے کی طرح کاظمی عمل بن جاتا ہے۔

وہ لوگوں کو سمجھنے لگتا ہے کیونکہ وہ ان سے پیار کرتا ہے اور اپنے پیار کی وجہ سے وہ خوش قسمتی کو دوسروں میں بانٹنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ وہ ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوتا ہے کیونکہ یقین نے اس کا ہر خوف دور کر دیا ہوتا ہے۔ بارہ دو تین اسکی ذاتی ملکیت بن جاتی ہیں۔

یقین انسان کے اپنے خالق کے ساتھ تعلقات کی ممنونیت کا ایک اظہار ہے۔

خوف بدی کے اثرات کا اعتراف اور خالق کے وجود پر عدم یقین کا مظہر ہے۔

زندگی کی غصیم ترین دو تین ان چار اصولوں کی تفہیم پر مشتمل ہیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ چار اصول اس فلسفے کے ”چار بڑوں“ کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال کی قوت اور روح کے اندر وہی رازوں کا تانا بانا ہیں اور ما سڑ چابی کا اہم سنگ بنیاد ہیں۔

اس ما سڑ چابی کو داشمندی سے استعمال کریں اور آپ آزاد ہو جائیں گے۔

وہ چند لوگ جنہیں ما سڑ چابی مل گئی تھی

ایشلی میں ایک کمرے جتنے ایک کیمین میں ایک چھوٹا سا لڑکا آتشدان کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ وہ لکڑی کے ایک بیٹھے کی پشت کو سلیٹ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے لکھنا سیکھ رہا تھا۔ پنسل کے طور پر وہ کوئلہ پکڑے ہوئے تھا۔

ایک شفیق خاتون اس کے پاس بیٹھی اس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ خاتون اس کی ماں تھی۔ لڑکا جوان ہو گیا لیکن آسمیں عظمت کے کوئی نشان نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی اور اس پیشے سے روزگار مانے کی کوشش کی لیکن اس میں بہت معمونی کامیابیاں حاصل کر سکا۔

اس نے دو کاندھاری کی کوشش کی لیکن شہر کے شیرف (پولیس آفیسر) سے جھگڑا ہوا گیا۔

اس نے فوج میں شمولیت اختیار کی لیکن زیادہ ترقی نہ کر سکا۔ اس نے جس سمت میں بھی جدوجہد کی کچھ حاصل نہ کر سکا۔

پھر ایک عظیم عشق اس کی زندگی میں داخل ہوا جس کا خاتمہ اس عورت کی وفات پر ہوا جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ لیکن اس کی موت کا نام اس کی روح کی گہرائی میں اتر گیا اور یہاں اس نے اس خفیہ قوت کو جگا دیا جو انسان کے اندر جنم لیتی ہے۔

اس نے اس قوت کو قابو کر لیا اور اسے کام پر لگا دیا۔ اس نے اسے یونا ٹائمز کا صدر بنایا۔ اس نے امریکہ سے غلامی کی لعنت کا خاتمہ کیا اور بہت بڑی ہنگامی قومی صورت حال میں اس نے ریاستوں کو بکھرنے سے بچالیا۔

یہ عظیم نجات وہ نہ اب کائنات کا شہری ہے (وفات پا گیا ہے)۔ لیکن اس عظیم شخص کی روح آج بھی پے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کرتی ہے۔

اس طرح وہ قوت جو انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ کسی ذات پات کو نہیں جانتی۔ یہ غریب اور ادنیٰ لوگوں کو بھی ویسے ہی میسر ہوتی ہے جیسے امیر اور طاقتور لوگوں کو میسر ہوتی ہے یہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو منتقل نہیں ہوتی۔ یہ ہر اس آدمی کے پاس ہوتی ہے جو سوچتا ہے۔ سوائے آپ کی اپنی ذات کے کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ عطا نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اپنے وجود کی گہرائیوں سے حاصل کی جا سکتی ہے اور جو بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ بالکل مفت ہے۔

وہ کون سا انوکھا خوف ہے جو انسانی ذہن میں گھس جاتا ہے اور اپنے اندر موجود اس خفیہ قوت تک رسائی نہیں ہونے دیتا، اور جب اس کی شناخت کر لی جائے اور استعمال کیا جائے تو انسان کو کامیابی کے بلند معراج پر پہنچا دیتی ہے؟ کیوں اور کیسے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت سے تو یہی اتار چڑھاؤ کا شکار ہو جاتی ہے جو ان کے

اپنے ذہنوں میں موجود خفیہ قوت کو استعمال کرنے کی ان کی صلاحیت کو تباہ کر دیتا ہے؟ اس اتارچہ حادہ کو کیسے توڑا جاسکتا ہے؟

اس خفیہ قوت کو جو ہمارے اندر موجود ہے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے؟ کوئی بھی شخص یہ سوال کر سکتا ہے۔ آئینے ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے اس کو کس طرح استعمال کیا ہے۔

ایک نوجوان پادری لمبے عرصے سے ایک نئی طرز کا سکول قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ بلا کم وکاست جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے لیکن اصل مسئلہ وہ ایک ملین ڈالر تھے جو اس کام کے لیے درکار تھے۔

اس نے ایک ملین ڈالر حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا جو کی مقصد کی قطعیت پر منی تھا۔ اس نے اس سمت پہلا قدم اٹھایا۔

پھر اس نے ایک خطبہ تحریر کیا "میں ایک ملین ڈالر سے کیا کروں گا؟" اور اس نے اخبارات میں اشتہار دے دیا کہ وہ آنے والی اتوار کی صبح اس موضوع پر خطبہ دے گا۔

خطبے کے اختتام پر ایک اجنبی شخص اپنی نشست سے اٹھا جس نوجوان پادری نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اور چلتا ہوا منبر تک آیا اور اپنا پا تھا آگے گے بڑھایا اور کہا "مجھے آپ کا خطبہ پسند آیا ہے۔ آپ کل صبح میرے ففتر تشریف لاںگیں میں آپ کو ایک ملین ڈالروں گا"۔

یہ شخص "آرمائینڈ کمپنی" کا بانی نلپ ڈی آرم تھا۔ اس کا یہ تحفہ "آرم سکول آف ٹیکنالوجی" کی ابتداء تھا جو کہ اس وقت ملک کے عظیم تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔

یہ لب لباب ہے اس واقعے کا جو کچھ ظاہرا ہوا۔ نوجوان پادری کے ذہن میں گیا ہوا اور کیا کچھ گزرا، جس نے اسے اس خفیہ قوت سے رابطہ قائم کرنے کے قابل بنایا

جو انسانی ذہن کی گہرائیوں میں جنم لیتی ہے، اس بارے میں ہم صرف قیاس آرائی ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ طریق کا رجس کے ذریعے اس قوت کو تحریک کیا گیا تھا ”یقین کا اطلاق“ ہے۔

پیدائش کے فوراً بعد ہیلین کیلر ایک ایسی بیماری میں بتا ہو گئی جس نے اسے دیکھنے سننے اور بو لئے کی صلاحیت سے محروم کر دیا۔ ایک شفیق اور مہربان خاتون کیمد دے جو اس کی خفیہ قوت سے آگاہ تھی جو انسان کے اندر جنم لیتی ہے، ہیلین کیلر نے اس قوت سے رابطہ کرتا اور اسے استعمال کرنا شروع کیا۔

”یقین“ بقول کیلر کے ”کو اگر درست طور پر سمجھا جائے تو ایک عملی قوت ہے نہ کہ ایک جامد عنصر، جامد یقین کو آنکھ میں موجود اس بصارت سے تشہیدہ دی جا سکتی ہے جو نہ تو دیکھتی ہے اور نہ ہی کچھ تلاش کر سکتی ہے۔ عملی یقین کسی خوف سے آگاہ نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کو سلیم نہیں کرتا کہ خالق نے اپنی مخلوق سے بے وفائی کی ہے اور دنیا کو اندھیروں کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ مایوسی سے انکاری ہے۔ یقین کی قوت سے لبریز کمزور ترین فانی ہستی حادثات سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔“

خفیہ قوت کا سرچشمہ

تاریخ کے اوراق کو اٹھی جانب پلیے تو آپ دیکھیں گئی کہ تہذیبوں کی ترقی کی داستان ایسے مردوں اور عورتوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے یقین کو ماشر چابی کے طور پر استعمال کیا۔ اس بات کا بھی مشاہدہ کریں کہ عظیم کامیابیوں نے ہمیشہ شدید جدوجہد اور محنت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ وہ رکاوٹیں جن کو عبور کرنا ناممکن نظر آتا تھا، اور وہ بلندیاں جنہیں نگاہیں بھی سرنہ کر سکتی تھیں ان سب کو انسان نے مستغل یقین کی قوت سے سرگاؤں کر دیا اور رکاؤنوں کو پیروں تک رومنڈا لایا۔

وہ لوگ جو اس خفیہ قوت کا راز پا چکے ہیں اور ذاتی مسائل کے حل کے لیے اس کا اطلاق کرتے ہیں ان کو بعض اوقات ”خوابیں دیکھنے والے“ کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ

اپنی خوابوں کو عمل کی قوت سے تعبیر میں تبدیل کرو دیتے ہیں۔

جب بھری جے قیصر ”نیواڈا“ میں عظیم ”ہورڈیم“، تعمیر کر رہا تھا تو اس نے کھدائی کے کام کا کچھ حصہ رابرٹ جی لی ٹورینو کوڈیلی بھیکے پر دے دیا۔ پہلے چند ہفتوں تک سارا کام آرام سے حسب معمول چلتا رہا اور یوں لگتا تھا کہ ہر کوئی بہت زیادہ منافع کمالے گا۔

اور پھر جیسا کہ عموماً لوگوں کی زندگی میں ہوتا ہے خوش قسمتی و ہندلانے لگی اور کھدائی کرنے والے اوزار گرینا ہیٹ کی ایک سخت تہہ سے لکرانے لگے جس کی وجہ میں موجودگی کی کوئی توقع نہ تھی۔

”لی ٹورینو“ نے اس امید پر اپنا کام جاری رکھا کہ پتھر کے تہہ زیادہ موٹی نہیں ہو گی اور اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کچھ اس پر لگا دیا حتیٰ کہ اس کے پاس رقم ختم ہو گئی۔

اس دوران اس نے سوراخ کر کے پتھر کی موٹائی کا اندازہ لگایا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ اس کے لیے بہت زیادہ ہے۔ لہذا اس نے باطل تھوڑتیہ تسلیم کر لیا کہ اسے قبضتی طور پر ناکامی ہو گئی ہے۔

اس کے دوستوں نے اسے دیوالیہ ہو جانے کا مشورہ دیا تا کہ وہ کسی دوسرے کار و باری میدان میں نئے سرے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کر سکے۔

”نہیں!“ اس نے پورے ہشوق سے کہا: ”میں نے اپنی رقم مٹی میں گم کی ہے اور میں اسے مٹی سے واپس نکالوں گا۔ اور جب یہ کرلوں گا تو پھر میں اپنے ذمے پانی پانی چکا دوں گا۔“

اس مختصر سے جملے میں ”لی ٹورینو“ نے ہر وہ بات کہہ دی تھی جو کامیابی کا کوئی بھی فلسفہ پیش کر سکتا ہے۔ اس نے مقصد کی قطعیت اور شکست کے باوجود کامیابی حاصل کرنے کی اپنی صلاحیت پر مکمل یقین کا اظہار کیا تھا۔

”لی ٹورینو“ نے بتایا کہ ”اپنی بربادی کے عظیم ترین دور میں مجھے ایک ایسے ساتھی کی رفاقت حاصل ہو گئی جو میری زندگی کا عظیم ترین اثاثہ ہے۔ میں نے اس نے ساتھی کو اپنے کارہ بار میں شامل کر لیا۔ میں نے اپنی پوری محنت سے کام کا آغاز کیا اور میرے ساتھی نے مجھے بتایا کہ اسے کیسے کرنا ہے۔ میرے اس نے ساتھی کا نام ”خدا“ ہے۔

اس کے ساتھی نے اسے ان ذرائع کی تلاش میں جنکلی مدد سے وہ نئے سرے سے کام کا آغاز کر سکے عجیب و غریب جگہوں پر بھیجا۔ اپنی بیوی کے پردوں کے راؤں اور گاڑی کی بھر کچھ بے کار حسوموں کو جوڑ کر اس نے اپنا پہلائٹی کھونے والا آلہ تیار کیا، جس میں اس نے ایک بہت زیادہ استعمال شدہ موثر استعمال کی۔ اس آئے نے کام تو کیا لیکن یہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اسے استعمال کرنا فائدہ مند ہو ستا۔ لہذا ”لی ٹورینو“ گاڑیوں کے ”قبرستان“ سے کچھ بہتر حصے تلاش کیے اور دوسری مشین تیار کی۔ اس نے پہلی مشین کی نسبت بہت عمدہ کام کیا لیکن پھر بھی تجارتی مقاصد کے استعمال کے لئے بہت فرسودہ تھی۔

”اب میں کیا کروں دوست؟“ لی ٹورینو نے اپنی فرم کے ایک سینئر رکن سے پوچھا اور اسے فوراً جواب مل گیا۔ ”جنچنی رقم تمہیں درکار ہے ادھار لے لو اور نئے ملٹری میل کے ساتھ ایک حقیقی مشین تیار کرو“۔

”لی ٹورینو“ نے یہی کیا۔ اس کے بعد وہ کامیابی کی سیر ٹھیک پر شہرت اور دولت کی بلندیوں کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ اسے یہ احساس ہوا کہ نیواڈا میں اسے جتنا نقصان ہوا تھا اس کے برادر فائدے کا بیچ اسے حاصل ہو چکا تھا۔ اس نے اس بیچ کو بوکر کامیابی کے پورے کھلے ہوئے پھول میں تبدیل کر لیا۔

سب سے پہلے اس نے ”الیناس“ کے شہر ”پوریا“ میں پلانٹ لگایا جہاں اس کے زمین کھونے والے بھیارا چھپی خاصی مقدار میں تیار ہوتے تھے۔ اسکے بعد اس

نے ایسا ہی پلانٹ جارجیا کے شہر لوکوامی لگایا۔ اس سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے اس نے مسی پسی کے شہر کس برگ میں ایک بڑا پلانٹ لگایا۔ اور بعد میں یہ کس کے شہر اانگ ویو میں ایک دوسرا پلانٹ لگایا۔

میں اٹھا رہ ماہ تک ”مسٹر لی نورینو“ کے ساتھ رہا۔ میرا اصل مقصد برہا راست معلومات حاصل کرنا تھا، کہ کس چیز نے اس انداز سے کام کرنے کی طرف راغب کیا۔ میں مسٹر لی نورینو کے اس بیان کو تسلیم کرتا تھا کہ اس کی کامیابی کی وجہ خدا کے ساتھ اس کی ثراکت داری تھی۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کب اور کس طرح یہ عظیم صنعت کا راپنے سینئر حصہ دار کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے۔

ایک رات جب لی نورینو اور میں لی نورینو کے بھی ہوائی جہاز میں ایک میلنگ میں شرکت کر کے واپس آ رہے تھے تو یہ راز مجھ پر لکھا۔ جہاز کے فضا میں باند ہونے کے تھوڑی دیر بعد ”لی نورینو“ کوچ پر وراث ہو گیا اور پھر خراٹے یعنی لگا۔ تیس منٹ کے بعد اس نے اپنے آپ کو کہنیوں کے بل اوپر اٹھایا اور اپنی جیب سے چھوٹی سی نوٹ بک نکالی اور اس پر کئی ایک سطور تحریر کیں۔ اس دوران وہ نوٹ بک کی جانب دیکھنے کے بجائے اوپر خلا میں گھور رہا تھا۔

جہاز کے ”لوکوا“ پہنچنے تک یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا۔ جب جہاز اتر گیا تو میں نے ”لی نورینو“ سے پوچھا کہ کیا اسے اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھنا یاد ہے۔

”نہیں باکل نہیں“ لی نورینو نے حیرانگی کا ظہار کیا۔ کیا میں نے کچھ لکھا تھا؟ اس نے اپنی جیب سے نوٹ بک نکالی۔ چند سینٹ تک اسے دیکھا اور پھر کہا۔ ”ٹھیک! باکل ٹھیک۔ یہ ہے وہ باکل یہ ہے۔ میں ایک ماہ سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ آگے مزید کام کرنے کے لیے مجھے یہی معلومات درکار تھیں۔“

ہم کار میں بیٹھ گئے اور سیدھے ”لی نورینو“ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے راست میں مزید کوئی بات نہ ہوئی۔

اس سے قطع نظر کہ کوئی دوسر اشخاص ”مسٹر لی ٹورینو“ کی اپنے خالق کے ساتھ شراکت کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ وہ حقائق بڑے واضح طور پر نمایاں نظر آسکتے ہیں جن کو شخص اس بنابر کہ کوئی تسلیم کرتا ہے یا نہیں کرتا تو اندماز نہیں کیا جاستا۔

پہلی بات یہ کہ وہ کار و بار میں مکمل طور پر ناکام ہو گیا تھا اور اس کی تمام جمع پونجی ایسے حالات میں ڈوب گئی تھی جن میں ایک عام آدمی دوبارہ اسی کام میں مزید جدوجہد کا سوچ بھی نہیں سستا۔

دوسری بات یہ کہ وہ دوبارہ واپس آیا اور اپنی رسمی تعلیم کی اتفاق یا عدم موجودگی کے باوجود امر یکہ کامیاب صنعت کا رب گیا۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ”لی ٹورینو“ نے کب اور کیسے اپنے سینہر شراکت دار سے رابطہ قائم کیا، اس کا جواب مجھے مل چکا تھا۔ یہ رابطہ ”لی ٹورینو“ کے کے تحت اشمور کے حصے کے ذریعے قائم ہوا، جہاں اس نے جو کچھ وہ چاہتا تھا اس کا مکمل تصور نقش کر دیا تھا۔ اور اس کو اپنے ”یقین محاکم“ سے مزید تقویت پہنچانی تھی جو کہ اس دوران میں پیدا ہو چکا تھا۔

اس سارے ستم میں کوئی بھی نئی چیز نہیں۔ اور اس کا اطلاق کوئی بھی شخص کر ستا ہے جو مقصود کی قطعیت اور ”یقین“ کا استعمال اتنی ہی شدت سے کر ستا ہو جس شدت سے ”لی ٹورینو“ نے کیا تھا۔

”یقین محاکم“ کی ایک اہم اور عجیب و غریب خاصیت یہ ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو کسی ہنگامی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے اور انسان اپنے مسئلے کا حل کے لیے معمول اور خیالات اور سوچ سے بہت آگے سوچتا ہے۔

یہ ایسی ہی ہنگامی صورتوں میں ہوتا ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اس قوت کا سہارا لیتے ہیں جو کسی بھی رکاوٹ کو اتنا مصبوط خیال نہیں کرتی جو اسے شکست دے سکے۔ مثال کے طور پر ایسی ہی ہنگامی صورت حال کا سامنا ان چھپن آدمیوں کو ہوا تھا

جنہوں نے امریکی قوم کی بنیاد رکھی اور ”آزادی کے اعلان“ پر اپنے نامون سے
وستخط ثبت کیے۔

یہ وہ ”محترک اور محکم یقین“ ہی تھا جس کے تحت ہر آدمی نے اس دستاویز پر وستخط
کیے تھے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہ جانتا تھا کہ یہ اس کی موت کا پروانہ بھی بن
سکتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے آزادی کا انسنس ثابت ہوا۔ اس دستاویز کا فائدہ اس
خطرے کے ہم پلہ تھا جس کا سامنا اس پر وستخط کرنے والے آدمیوں کو ہوتا ہے۔
وستخط کرنے والوں نے اپنی زندگیاں، اپنی قسمتیں اور اپنے حقوق آزادی کے نام پر
وقف کر دیے تھے اور انہوں نے یہ معاملہ بغیر کسی جھجک اور خوف کے کیا تھا۔

یقین کا ثبیث

یہاں ایک ٹھیٹ دیا جا رہا ہے جس کی مدد سے لوگ اپنے اندر عملی یقین کی گنجائش
کی پیاس کر سکتے ہیں۔ یہ تب ہی موثر ثابت ہوتا ہے اگر ہم اپنی آزادی، مادی
دولت یا جو بھی حالات تقاضا کریں حتیٰ کہ اپنی زندگی تک کوئی بھی خطرے میں ڈالنے
کے لیے تیار ہوں۔ خطرے کے بغیر یقین ایک جامد یقین ہے جو کہ بقول ہیلین کیلر
”آنکھ میں موجود بصارت کی طرح ہے جو نہ تو دیکھ سکتی ہے اور نہ کچھ تلاش کر سکتی ہے۔“

آئیں چند ایسے بڑے لیڈروں کی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں جو آزادی کے
اعلان پر وستخط کرنے والوں کے بعد آئے کیونکہ ان میں بھی عملی یقین کی قوت ہی
کا فرماتھی۔

انہوں نے بھی اس خفیہ قوت کو جو ہمارے اندر موجود ہے دریافت کیا، اس سے
فائدہ حاصل کیا اس کا استعمال کیا اور وہ سیع صحراء کو جمہوریت کے جھولے میں تبدیل کر
دیا۔

بیمز جے ہل جیسے انسان جنہوں نے عظیم بین البراعظمی ریلوے نظام کے ذریعے

مغربی سرحدوں کرنے والے اور بحر اکاہل کے درمیان لوگوں کی رسائی کو آسان کر دیا۔

اوپر لی ڈی فورسٹ جس نے ان میکانگی ذرائع کی تحریکی جس کی مدد سے ایک احمد و طاقت کو گام ڈالنا ممکن ہوا اور ریڈ یو کے ذریعے دنیا کے لوگوں کے درمیان فوری موادیات کا نظام قائم ہوا

اور ”تحامس ایوا ایڈیسِن“، جس نے بجلی کے قبضے، بولنے والی مشین، حرکت کرتی تصاویر اور بیسوں مفید ایجادات کے ذریعے انسانی تہذیب کو ہزاروں سال آگے پہنچا دیا۔ یہ وہ ایجادات تھیں جس نے انسانی بوجھوں کو ہاکا کیا اور تفریح اور تعلیم کے میدان میں بیش قدر خدمات انجام دیں۔

یہ اور ان جیسے دوسرے لوگ عملی یقین کے حامل افراد تھے۔ ہم بعض اوقات ان لوگوں کو ”فطیں“ کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن وہ عزت افرانی کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ کامیابیاں اس خفیہ طاقت کی مربوں منت ہیں جو انسان کے اندر موجود ہے اور ہر اس شخص کی دسترس میں ہے جو سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

ہم سب ان کی کامیابیوں کو جانتے ہیں اور ہم ان محنت کے ثمرات کی نوعیت اور وسعت کو تسلیم کرتے ہیں جن سے آج ساری انسانیت فیض یاب ہو رہی ہے۔ لیکن بدقتی سے ہم ان محرومیوں میں سے جن کی موجودگی میں وہ کام کرتے رہے اور ان رکاوٹوں کو جن کو ان لوگوں نے عبور کیا آگاہ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی عملی یقین کے اس جذبے سے آگاہ ہیں جس کے سایے میں انہوں نے اپنے کام انجام دیے۔

اس سلسلے میں تا ہم ہمیں اتنا یقین ضرور ہے کہ ”ان کی کامیابیاں ان مشکلات اور مصائب سے با اکل متناسب تھیں جن پر انہوں نے قابو پایا۔“

انہیں ان لوگوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جنہوں نے اس کی جدوجہد سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو ”عملی یقین“ سے محروم ہونے کی وجہ سے ہر اس چیز کو جوئی اور غیر معروف ہوشک و شبہ کے نظر سے دیکھتے ہیں۔

زندگی کی مشکلات اور ناگہانی ضروریات انسان کو اکثر ایسے دراہی پر لے آتی ہے جہاں وہ کوئی ایک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک راستہ یقین کی طرف لے کر جاتا ہے اور وہ سراخوف کا راستہ ہوتا ہے۔

وہ کیا چیز ہے جو اکثریت کے لیے خوف کا راستہ اختیار کرنے کا موجب بنتی ہے؟ اس انتخاب کا انحصار انسان کے ذہنی روپ یہ پر ہوتا ہے۔

وہ شخص جو یقین کے راستے کا انتخاب کرتا ہے وہ شخص ہوتا ہے جس نے اپنے ذہن کو ثابت انداز میں تیار کیا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے روزمرہ کے تجربات کی روشنی میں فوری اور ترجیحات مندانہ فیصلے کرتے ہوئے قدم بقدم اپنے ذہن کی تربیت کی ہوتی ہے۔ وہ شخص جو خوف کے راستے کا انتخاب کرتا ہے اس نے اپنے ذہن کی ثابت تربیت کو نظر انداز کیا ہوتا ہے۔

واشینگٹن میں ایک شخص پہلوں والی کرسی پر یمن کا ایک خالی ڈب اور جھوڑی سے پسليں ہاتھ میں پکڑ کر بیٹھا ہے۔ وہ مانگ کر معمولی روزی کمارہ برا ہے۔ اس کے مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچپن میں فانچ کی یماری کی وجہ سے اپنی دونوں نانگوں سے محروم ہو چکا تھا۔ اس کا ذہن متاثر نہیں ہوا تھا۔ نانگوں کے علاوہ وہ ایک صحیت مند انسان ہے۔ لیکن جب اس خطرناک یماری نے اس پر حملہ کیا تو اس نے خوف کا راستہ منتخب کر لیا۔ اور اس کا ذہن بھی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے کمزور اور بے کار ہو چکا تھا۔

اسی شہر میں ایک دوسرا شخص بھی تھا۔ جو اسی قسم کی معدود ری کاشکار تھا۔ وہ بھی اپنی دونوں نانگوں کے استعمال سے محروم ہو چکا تھا۔ لیکن اپنی اس محرومی پر اس کا رد عمل

باکل مختلف تھا۔ جب وہ اس دورا ہے پر آیا جہاں اسے کسی ایک راستے کا انتخاب کرنا تھا تو اس نے یقین کے راستے کا انتخاب کیا اور راستہ اسے سید حافظہ ہاؤس لے کر آگیا، اس نے وہ بلند ترین مقام حاصل کر لیا جو امریکن لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔

اس نے اپنی ناگلوں کی محرومی کی وجہ سے جو کچھ کھو یا تھا وہ اس نے اپنے ذہن اور ارادے کے استعمال سے حاصل کر لیا اور یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ اس کی جسمانی کمزوری کسی طور پر بھی اس کی سرگرمیوں میں روکاٹ کا باعث نہ بن سکی اور وہ صدر کا عہدہ سنبھالنے والا سب سے زیادہ سرگرم اور مستعد شخص تھا۔

ان دونوں آدمیوں کی حیثیتوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ لیکن کسی کو بھی اس فرق کی وجہات کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ صرف اور صرف ذہنی رویوں کا فرق ہے۔ ایک آدمی نے خوف کے راستے کا انتخاب کیا جبکہ دوسرا شخص نے یقین کے راستے کو اختیار کیا۔

اور جب آپ ان حالات کا گھرایی سے جائزہ لیتے ہیں جن سے کچھ آدمیوں کو زندگی کے اعلیٰ مراتب پر فائز کر دیا اور کچھ لوگوں کو محتاجی اور غربت میں دھکیل دیا تو زیادہ امکان یہی ہے کہ ان کی حیثیتوں میں اس بہت سے فرق کی وجہ ان کے اپنے ذہنی روئے ہیں۔ اعلیٰ حیثیت کے لوگوں نے یقین کا بلند راستہ منتخب کیا جبکہ ادنیٰ حیثیت کے لوگوں نے خود کے ادنیٰ راستے کا انتخاب کیا۔ تعلیم، تجربہ اور ذاتی ہنر ثانوی اہمیت کے معاملات ہیں۔

جب تھامس ایلو ایڈیسون کو اس کے استاد نے سکول میں تین ماہ کے بعد گھر بھیج دیا اور اس کے والدین کو یہ پیغام دیا کہ ان کا بچہ کندڑ ہے جسے پڑھانا ممکن نہیں تو یہ کافی وجہ تھی کہ وہ ایک بے کار اور آوارہ شخص کی زندگی برقرار تھے ہوئے مرجاتا۔ اور وہی طور پر اس نے یہی کچھ کیا بھی تھا۔ وہ مختلف کام کرتا رہا۔ اس نے اخبار بیچے،

مختلف الات اور گیئی مادوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔ اور ایک ہر فن موافق کی انسان بن گیا تھا جو کسی ایک کوم کو پورے ڈھنگ سے نہیں کر سکتا تھا۔

پھر تھامس ایلو ایڈیسون کے ذہن میں کوئی تبدیلی آئی جو اس کے نام کو لافانی بنا گئی۔ کسی عجیب عمل سے جو اس نے پوری طرح دنیا کو نہیں بتایا اس نے اپنے اندر موجود خفیہ قوت کو دریافت کر لیا۔ اس نے اس پر قابو پایا، اسے منظم کیا اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پھر وہ بجائے ایک کند ذہن شخص کے جیسا کہ اس کے استاد نے کہا تھا ایجادات کی دنیا میں ایک نمایاں شخص بن کر اجرا۔

اور آج جب بھی ہم بر قی قلمرو دیکھتے ہیں، یا فونوگراف سنتے ہیں یا حرکت کرتی ہوئی تصویر دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم اس اندرولی خفیہ قوت کی صنعت کاری دیکھ رہے ہو تے ہیں جو ہماری دسترس میں بھی اتنی ہی ہے جتنا یہ تھامس ایلو ایڈیسون کی دسترس میں تھی۔ اور ہمیں شرم محسوس کرنی چاہیے کہ محض غفلت یا اعلانی کی بنا پر ہم اس عظیم قوت سے کوئی بھی مناسب کام نہیں لے رہے۔

اندرولی قوت

اس اندرولی خفیہ طاقت کی عجیب خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ انسانوں کو وہ چیز حاصل کرنے میں مددگار ہوتی ہے جس کا وہ اپنے دل میں ارادہ کر لیتے ہیں، یعنی دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسان کے نمایاں خیالات کو حقیقت کا روپ عطا کرتی ہے۔

نیکس کے ایک چھوٹے سے قصبے ناکلر میں ایک بچہ جو بھی تک اپنی زندگی کے دوسرے عشرے میں تھا ایک کریانہ سٹور میں آیا جہاں کچھ آوارہ آدمی ایک سٹوو کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان کو تمثیر کے رنگ میں پوچھا: ”باں بیٹا! بتاؤ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟“

میں تمہیں بتاتا ہوں خدہ میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا: ”اگر تم جانا

چاہتے ہو تو کان کھول کر سن لو۔ میں دنیا کا بہترین وکیل بنوں گا۔

آدمیوں نے تحقیقہ لگانے شروع کر دیے۔ لڑکے نے خاموشی سے سامان اٹھایا اور باہر نکل گیا۔

اور بعد میں ان ہی آوارہ لوگوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا قانون کی دنیا میں ایک تسلیم شدہ حیثیت کا مالک بن چکا تھا۔ اور قانون کے پیشے میں ایک مہارت اتنی زیادہ تھی کہ وہ یونا یونڈیلیس کے صدر سے بھی زیادہ مار باتھا تھا۔

اس کا نام مارٹن ڈبلیو لیل ٹون تھا۔ اس نے بھی اس خفیہ قوت کو دریافت کر لیا تھا جو اس کے اپنے ذہن کے اندر موجود تھی اور اس قوت نے اسے اس قابل بنادیا تھا وہ اپنی خدمات کی قیمت خود مقرر کرتا تھا۔

جہاں تک قانون کے علم کا تعلق ہے ہزاروں وکیل ایسے ہوں گے جو قانون میں اتنی مہارت رکھتے ہوں گے جتنی مارٹن ڈبلیو لیل ٹون رکھتا تھا۔ لیکن ان میں سے بہت کم اپنی ضرورت سے زیادہ پیسے مار ہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس راز کو نہیں پہنچ سکے کہ کوئی چیز ایسی ہ جو قانون کے پیشے میں کامیابی والے کتنے ہے جو کہ قانون کے پڑھانے والے اداروں میں نہیں پڑھاتی جاتی۔

ایسی مثالیں ہر پیشے اور انسانی جدوجہد کے ہر میدان میں مل سکتی ہیں۔ ہر میدان عمل میں چند لوگ ہی ہوتے ہیں جو بلندی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ ان کے ارد گرد بے شمار لوگ ہوتے ہیں جو درمیانے درجے سے اوپر کمھی بھی نہیں پہنچ پاتے وہ لوگ جو کامیاب ہو جاتے ہی انہیں عام طور پر خوش قسمت کہا جاتا ہے۔ یقیناً وہ خوش قسمت ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں حقائق جانے کی کوشش کریں تو آپ کو علم ہو گا کہ ان کی قسمت اندر ولی خفیہ قوت پر مشتمل ہے جس کو انہوں نے ثابت ذہنی رویے کے ساتھ استعمال کیا۔ انہوں نے خوف کے راستے کے بجائے یقین کے راستے کا انتخاب کیا۔

وہ قوت جو ہمارے اندر سے پیدا ہوتی ہے وہ کسی مستقل رکاوٹ جیسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔

یہ شکست کو پہلے سے زیادہ جدوجہد کا ایک چینچ سمجھتی ہے۔

یہ خوف اور رشک جیسی خود ساختہ حدود کو تسلیم نہیں کرتی۔

اور سب سے بڑھ کر یاد رکھیں کہ یہ کسی بھی شخص کے ماضی میں کوئی ایسا کالا دھبہ نہیں چھوڑتی جسے استعمال نہ کیا جاسکتا ہو۔

اگر اندرولی قوت کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھا جائے تو ہر دن ذاتی کامیابی کا ایک نیا موقعہ لے کر آتا ہے جو کسی طور پر بھی گزرے ہوئے گل کی ناکامی کا بو جھ اٹھائے ہوئے نہیں ہوتا۔

یہ کسی نسل یا کسی مسلک کی طرف داری نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اسے یہ مجبوری ہوتی ہے کہ ایک آدمی کو محض اس لیے غربت میں رکھ کیونکہ اس نے غربت میں جنم لیا ہے۔

یہ اندرولی قوت واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے ”آفاقت پختگی عادت“ کے اثرات کو منفی سے خوب میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

یہ کسی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتی، کسی ناقابل تغیر اصولوں کی پیروی نہیں کرتی اور ادنی ترین انسانوں کو ان کے ارادوں کے مطابق بادشاہت سے نواز دیتی ہے۔

یہ ذاتی آزادی اور نجات کا واحد اور اکلوتا راستہ پیش کرتی ہے۔

یہ جدید میڈیکل علوم کی نظری کرتے ہوئے جگ دوسرے تمام ذرائع ناکام ہو جاتے ہیں انسانوں کو صحت عطا کرتی ہے۔

یہ رنج اور ماہیوں کے زخموں کو قطع نظر ان کی وجہ سے مندل کرتی ہے۔

یہ انسان کو حاصل ہونے والے تجربوں تعلیم اور علم سے ماوراء ہے۔

اس کی واحد مقررہ قیمت غیر متزلزل یقین، ایک عملی اطاعتی یقین ہے۔

تلاش جاری رکھیں حتیٰ کہ آپ اس اندروں خفیہ قوت تک رسائی کے مقام پر پہنچ جائیں۔ اور جب آپ اسے تلاش کر لیتے ہی تو آپ اپنی حقیقی ہستی کو پا لیتے ہی۔ یہ ایک وہ دوسری ہستی ہے جو زندگی کے ہر تحریر کا استعمال کرتی ہے۔

پھر آپ چاہے چوہے پکڑنے والا پھنڈا تیار کریں یا ایک اچھی کتاب لکھیں یا ایک اچھا خطبہ دیں لوگ آپ کے گھر کے راستے کو اپنے قدموں کے نیچے پیٹ ڈالیں گے آپ کو تسلیم کریں گے اور آپ کو مناسب معاوضہ ادا کریں گے قطع نظر اس کے کہ آپ کون ہیں اور ماضی میں آپ کی نامیوں کی وجہ اور نوعیت کیا تھی۔

اہنذا ہر آدمی کو جسے ہم شاندار کامیابیوں کی وجہ سے جانتے ہیں، اسے کسی نہ کسی وقت اور کسی نہ کسی مشکل میں نام کامی کا سامنا بھی ہوا ہوتا ہے، لیکن وہ اسے اس نام سے نہیں پکارتے، وہ اسے واقعی شکست کا نام دیتے ہیں۔

ہر بڑے آدمی نے اپنی اندروں روشنی اور فہم کی مدد سے اس عارضی شکست کو اس کے حقیقی معنوں میں لایا ہے یعنی اسے ایک ایسے چیلنج کے طور پر لائی ہے جو پہلے سے زیادہ جدوجہد اور زیادہ یقین کا متقاضی ہے۔

جب چنان مشکل ہو جائے تو ہر آدمی میدان چھوڑ ستا ہے۔ لیکن ہر آدمی اپنی ذات پر حرم کھاتا ہے جب عارضی شکست اسے گھیر لیتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دنیا نے عظیم تسلیم کیا ہے اپنی ذات کی نازبرداری ان کا شیوه کبھی نہیں رہا۔

اس اندروں خفیہ قوت تک رسائی ترجم نفس کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ اسے خوف اور بزدلی کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاتا۔ اسے حسد اور نفرت کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاتا۔ اسے ہوس اور راحی کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاتا۔

نہیں آپ کی دوسری ہستی ان منفی صفات کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ یہ صرف ایسے ذہن میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ جسے تمام منفی قسمی رویوں سے پاک رکھا گیا ہو۔ یہ

اس ذہن میں پھیلتی اور پھوتی ہے جو یقین سے راہنمائی حاصل کرتا ہو۔

ناکامی سے کامیابی کی جانب

شمالی کیلیفورنیا کے قصبے وائٹ ویلی کا "لی بر اسشن"، تسلیم کرتا ہے کہ اس نے پچین میں غربت میں آنکھ کھولی تھی۔ اور بڑی محنت سے وہ سکول میں چھٹی جماعت تک پہنچ سکا۔

وہ اپنے والدین کے بارہ بچوں میں سے دویں نمبر پر تھا۔ بڑی چھوٹی عمر میں اسے اپنی روزی خود مانے کے لیے جتن کرنے پڑے۔ اس کا باپ گاؤں کا لوہا رتھا۔ اس نے جوتے پالش کیے، لوگوں کے گھروں میں سبزی وغیرہ پہنچاتا رہا۔ اخبار میں پھیس، ایک ہوزری میں مزدوری کی، گاڑیاں صاف کیں، ملکینک کے ہیلپر کے طور پر کام کیا اور یوں محنت کرتے ہوئے دکان کا فور میں بن گیا۔

اسے زندگی میں ہر قدم پر بخت محنت کرنا پڑی اور آخر کار اس نے شادی کر لی، ایک گھر کا مالک بن گیا۔ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے مطابق مناسب حد تک مانا شروع کر دیا۔

پھر بد قسمتی نے اسے آدبو چا۔ اس کی آمد نی بند ہو گئی اور رہن کی رقم ادا کرنے کے لیے اسے اپنا گھر بچنا پڑا۔ اس کے پاس سوائے نئے سرے سے زندگی آناز کرنے کے لیے غیر متزاں ارادے اور بد قسمتی کو خوش بختی میں تبدیل کرنے کی اپنی الہیت پر ملک یقین کے کچھ باقی نہ بچا۔

اس نے اس "ہم پلہ فائدے کے بیچ" کی تلاش شروع کر دی جو اس کی عارضی شکست اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ اسے یہ بات "سوچنے اور دولت مند بن جائیں" کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوئی تھی جو کہ کسی نے اسے پڑھنے کے لیے دی تھی۔ اس کتاب کو پڑھنے کے دوران ہی اس کا ذہن رو یہ منفی سے ثابت میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا جب اس نے کتاب ختم کی تو وہ واپسی کا مکمل منصوبہ تیار

کر چکا تھا اور اس نے فوری طور پر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

اس کتاب نے ملی برائشن کو ایک انتہائی اہم شخص ”اس کی دوسری ہستی“ کے ساتھ متعارف کر دیا تھا۔ وہ ہستی جسے وہ اس سے پہنچانی میں جانتا تھا۔

جب اس نے اپنی حقیقی ذات ”دوسری ہستی“ کو تلاش کر لیا تو اس دن کے بعد ملی برائشن نے جس چیز کو بھی با تھا لگایا ہے سونا بلکہ سونے سے بھی کوئی زیادہ قیمتی چیز بن گئی۔ اس نے وائٹ ڈیلی کا ”فرسٹ نیشنل بنسک“، منظم کیا اور اس کا پہلا صدر بن گیا۔ پھر اس نے وائٹ ڈیلی کا سب سے شامدار ہوٹل تعمیر کیا جو کہ کسی شہر کے لیے باعث افتخار ہو سکتا تھا۔ اس نے گاڑیوں کی فناںگ کے لیے ایک کمپنی قائم کی، اور گاڑیوں کے فاضل پر زہ جات فروخت اور تقسیم کرنے والی کمپنی کی بنیاد رکھی۔ پھر اس نے آلات موسيقی بیچنے والا ایک سٹور قائم کیا، اور وائٹ ڈیلی کا سب سے خوبصورت اور قیمتی گھر تعمیر کیا۔

وائٹ ڈیلی کے لوگوں نے اسے شہر کا میرچن لیا۔ کہا جاتا ہے شہر کا کوئی کار و باریا پیشہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی صورت میں اس کے اثرات یا کار و باری عمل کا مر ہوں ملت نہ ہو۔

اس کی قسمت کا جہاز بڑی روانی سے تیر رہا تھا جب اس نے اپنی ضروریات کے مطابق رقم اکٹھی کر کے پچاس سال کی عمر میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے یہ سب کچھ پیتا یہیں سال کی عمر میں اکٹھا کیا تھا۔ اس نے اپنا سارا کار و بار فروخت کر دیا اور ریڈ یو اور ٹیلی ویژن مینجر کی حیثیت سے اپنی خدمات بلا معاوضہ ایک انجیل کی تعلیم دینے والے شخص کے پرداز دیا۔ بہت جلد اس نے اس کے خطبات سینکڑوں ریڈ یو اور ٹیلی ویژن سیشنوں کی مدد سے تقریباً پورے امر یکہ میں پہنچانے شروع کر دیے۔

”سوچنے اور دولت مند بن جائیے“ کے لیے اس کی فیاضانہ تعریفوں کے باوجود

یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لی براکشن میں کامیابی کے لیے درکار خصوصیات کتاب کے مطالعے سے پہلے ہی موجود تھیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ میں اور اس کتاب کے ہر قاری میں موجود ہیں جن کی مدد سے آپ جس قدر چاہیں اور جس نوعیت کی چاہیں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب نے اس کے ذہن کی توجہ و قتنی بد قسمتی سے ہٹا کر اسے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ لی وائٹ کو ان پوشیدہ وہ اتوں سے آگاہ کر سکے جو اس کی اپنی ذہنی قوت کی دسترس میں تھیں۔ یہ وہ قوت ہے جسے کوئی بھی شخص اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مادی صورت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ کتاب نے لی وائٹ کو اس ناقابلِ ثابت قوت سے روشناس کرایا تھا جو اس کے اپنے ذہن میں موجود تھی۔ اس نے اس قوت کی موجودگی کو شناخت کیا اور اسے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا۔

اور کسی بھی کامیابی کی داستان کے پس پر وہ ذیل کے عوامل کا فرمایا ہوتے ہیں۔ جب ثبت ذہنی رو یہ انسان پر غالب ہوتا ہے تو کامیابی بالکل گلی کی نکڑ پر پہنچ چکی ہوتی ہے اور ناکامی ایک ایسے تجربے کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس سے اس کا سامنا کرنے والا شخص پہلے سے زیادہ جدوجہد اور کوشش کی تحریک پاتا ہے۔ لی براکشن اس حقیقت کو سمجھ گیا تھا اور اس نے اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا تھا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ سیکھا تھا اسے استعمال کیا تھا اس کے لیے وہ حقیقتاً یہ کہنے کی پوزیشن میں تھا کہ ”آسمان کے نیچے کوئی ایسی مادی چیز نہیں جس کی میں خواہش کروں اور حاصل نہ کر سکوں“۔

اس نے زندگی کو اپنی شرائط کے طابع کر لیا تھا۔ وہ ایسے کام میں مصروف تھا جو اس کی پسند کے عین مطابق تھا اور جس میں سکون قلب محسوس کرتا تھا۔ یہ کامیابی حاصل کرنے کی کوئی نئی فلاحی نہیں ہے۔

بلکہ یونہی پرانے اور ازمودہ اصولوں کا اعادہ ہے جن پر عمل کرتے ہوئے ہم براہ

راست اس خفیہ اندر وہ نی قوت سے آگاہی حاصل کر لیتے ہیں جو پیاروں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دیتی ہے۔

وہ قوت جس نے زندگی کے ہر شعبے اور ہر نسل میں عظیم ایڈ رجنم دیے آج بھی اسی طرح میسر ہے۔ بصارت اور یقین کے حامل انسانوں نے، جنہوں نے جہالت اور توہم پرستی اور خوف کے پروں کو چاک کیا دنیا کو وہ کچھ دیانتے ہم تہذیب کے نام سے جانتے ہیں۔

یہ کوئی پراسرار قوت نہیں ہے نہ ہی یہ مجزے سرانجام دیتی ہے بلکہ یہ انسان کے روزمرہ کے کام کاج میں کافر ماہوتی ہے اور اس کی بھلک ہر اس خدمت میں نظر آتی ہے جو انسانوں کے فائدے کے لیے انجام دی جاتی ہے۔

اس کوئی ایک نام دیے گئے ہیں، لیکن چاہے آپ اسے کسی بھی نام سے پکاریں اس کی نوعیت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

یہ صرف واسطے کے ذریعے کام کرتی ہے اور وہ واسطہ انسانی ذہن ہے۔

یہ اپنے آپ کو انسانوں کے خیالات، نظریات، منصوبوں اور مقاصد میں ظاہر کرتی ہے۔ اور سب سے اہم اور شامدار بات جو اس کے بارے میں کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے ”یہ اس ہوا کی مانند با اکل مفت ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور اس قدر بہتات سے ہے جتنی اس کائنات کی وحشت اور جگہ ہے“۔



آفاقت، "پختگی عادت" کا قانون

"عادت ایک ایسا رسہ ہے جس کے دھانگے ہم روز بنتے چلے جاتے ہیں اور آخر کار یہ اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ ہم خود بھی اسے تو رُنہیں سکتے"۔

(ہوریس مین Horace Mann)

اب ہم سب سے بڑے قانون قدرت کے تجزیے کی جانب آتے ہی جسے آفاقت و "پختگی عادت" کا قانون کہا جاتا ہے۔

مختصر آبیان کرتے ہوئے آفاقت "پختگی عادت" کا قانون عادات کو پختگی عطا کرنے کا قدرت کا ایک طریقہ کار ہے تاکہ جب ایک دفعہ ان کو چالو کر دیا جائے تو یہ خود بخود اپنے راست پر گامز نہ رہے۔ انسانی عادات میں بھی اپنی نوعیت میں ایسی ہیں جیسی کائنات کی عادات ہیں۔

ہر آدمی جہاں بھی ہے اور جو بھی ہے اس کی وجہ اس کے سوچنے اور کام کرنے کی عادات ہیں۔ اس فلسفے کو بیان کرنے کا مقصد فرد کی ایسی عادات کی تبلیغ و تشویش میں مدد کرنا ہے جو اسے اس جگہ جہاں وہ اس وقت کھڑا ہے اس مقام کی طرف لے کر جا سکیں وہ زندگی میں کھڑا ہونا چاہتا ہے۔

تمام سائنسدان اور بہت سے عام آدمی بھی جانتے ہیں کہ قدرت مادے کے تمام عناصر اور تو انانی کے درمیان پوری کائنات میں ایک مکمل توازن قائم رکھتی ہے۔ تمام کائنات اعظم اور عادات کے ایک بے عہر نظام کے تحت چل رہی ہے جس میں کوئی تغیر نہیں اور کسی قسم کی انسانی جدوجہد یا کوشش اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ کائنات کی جانی بوجھی پانچ حقیقتیں (۱) زمان (۲) مکان (۳) تو انانی (۴) ماہ (۵) دانش وہ ہیں جو دوسری جانی بوجھی حقیقوں کو مستحکم عادات کی بنیاد پر ترتیب اور اعظم میں تبلیغ دیتی ہیں۔

یہ قدرت کی وہ تغیراتی اکانیاں ہیں جن کی مدد سے وہ ریت کے ذریعے سے لے کر خلا میں تیرتے ہوئے عظیٰ ترین ستارے پیدا کرتی ہے اور ہر اس چیز کو پیدا کرتی ہے جو انسان کے علم میں ہیں یا جن کا انسانی ذہن اصور کر سکتا ہے۔

یہ جانے پہچانے حقائق ہیں، لیکن اس حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے ہر کسی کے پاس نہ تو وقت اور نہ ہی دلچسپی ہوتی ہے کہ آفاقت "پختگی عادت" تو انسانی کا مخصوص اطلاق ہے۔ جس سے قدرت نے ایٹم ہوئے اور مادے ستاروں اور سیاروں کی کسی نامعلوم منزل کی طرف نہ ختم ہونے والے سفر، سال کے موسموں، دن اور رات، یہاری اور صحیح، موت اور زندگی کے درمیان توازن کو قائم رکھا ہوا ہے۔ آفاقت "پختگی عادت"، ایک واسطہ ہے جس کے ذریعے تمام عادات اور تمام انسانی اعلیات کو پائیداری کے مختلف درجوں میں قائم رکھا گیا ہے۔ اور ایک ایسا واسطہ ہے جس کے ذریعے افراد کی خواہشات اور مقاصد کے مطابق خیال کو ہم پلہ مادی قوت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ حقائق قابل ثبوت ہیں، کوئی بھی شخص ان لمحات کو مقدس گروان سکتا ہے جن کے دو ران اس پر اس ناقابل فرار حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ انسان محض ایک آله ہے، جس کے ذریعے اس سے ارفع قوتیں اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ساری فلسفی کسی بھی شخص کو اس اہم انکشاف سے روشناس کرانے اور اسے اس طور قابل بنانے کے لیے تشکیل دی گی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کائنات کی ان دلکھی قوتیں کے دریا کی کامیابی والی سمیت اتنا دیتا ہے۔

آفاقت "پختگی عادت"، قدرت کی وہ نگران قوت ہے جو تمام قوانین قدرت کو ہم آہنگ اور منظم رکھتے ہوئے ایک ترتیب اور نظام کے تحت چلانی جاتی ہے۔ اس لیے یہ تمام قوانین قدرت میں سے سب سے زیادہ عظیم ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ستارے اور سیارے اس قدر درستگی سے حرکت کر رہے ہیں میں کہ ماہرین فلکیات اب سے بیسوں سال بعد ان کی درست جگہ اور ایک دوسرے سے ان کے محل وقوع کا بلا کم وکالت قیم کر سکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سال کے موسم گھری کی جیسی باقاعدگی سے آتے اور جاتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ شاہ بلوط کے بیچ سے شاہ بلوط کا درخت اگے گا اور گندم کے بیچ سے گندم کا پودا نکلے گا۔ اور یہ کہ شاہ بلوط کا بیچ کبھی یہ غلطی نہیں کرے گا کہ اس سے گندم کا پودا نکلے اور نہ ہی کبھی گندم کے بیچ سے شاہ بلوط کا درخت اگے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی پیدائشیں ہو سکتی جس کی خصوصیات اپنے آبا اور اجداد سے مختلف ہوں۔ اس طرح کسی بھی شخص کے خیالات اپنی نوعیت اور مقصد کے مطابق نتائج پیدا کرتے ہیں اور یہ اتنے ہی یقینی ہوتے ہیں جتنا آگ سے ڈھونیں کا انہنا۔

آفاقت "پختگی عادت" ایک ایسا واسطہ ہے جس سے ہرزندہ چیز جس ماحول میں رہ رہی ہوتی ہے اسی ماحول کے اثرات لیتی ہے اور اسی کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس طرح یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ کامیابی مزید کامیابی کو کھینچتی ہے اور ناکامی مزید ناکامی کو کھینچتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے انسان قدیم سے جانتا ہے، اگرچہ بہت کم لوگ اس عجیب مظہر کی اصل وجہ کو سمجھ سکتے ہیں۔

یہ بھی ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو ناکام زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ زندگی کی وابستگی کی وجہ سے جو کامیابی کے حوالے سے سوچتے ہیں اور عمل کرتے ہیں نما�اں کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس کامیابی کی وجہ آفاقت "پختگی عادت" کا قانون ہے جو کامیاب آدمی کے ذہن سے "کامیابی کا شعور" اس ناکام آدمی کے ذہن میں منتقل کرتا ہے جو اس کے ساتھ زندگی کے رہنمہ معاملات میں اس کے ساتھ بڑی گہری اور قریبی

وابستگی رکھتے ہیں۔

جب بھی دوڑ ہن آپس میں ملتے ہیں تو ان کے ملپ سے ایک تیسرا ذہن جنم لیتا ہے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ان دونوں سے زیادہ طاقتور ذہن کے ساتھ مشاہدہ رکھتا ہے۔ بہت سے کامیاب لوگ اس حقیقت کو پہچانتے ہیں اور بڑی فراغدی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کامیابی کی ابتداء ثبت ڈنی رو یہ رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ نہ دیکی وابستگی سے ہوئی جس کے ثبت ڈنی رو یہ کوئی ہوں ن۔ شعوری طور پایا اشاعوری طور پر اپنے لیے استعمال کیا

آفاقت "پختگی عادت" خاموش، ان دیکھی اور ایک ایسی قوت ہے جس کا احساس ہم پانچوں حسون میں سے کسی ایک بھی حس کے ذریعے نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا اور بہت سے لوگ قدرت کی غیر مادی طاقتیوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں مجردا صولوں میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ تاہم یہنا قابل فہم اور تحریریدی تصورات کائنات کی حقیقی قوتوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کی جو قابل محسوس اور مادی نوعیت کی ہے کی حقیقی بنیاد اور سرچشمہ ہیں جس سے یہ تمام حقیقی اشیا اور مادیت پھوٹتی ہے۔

آفاقت "پختگی عادت" کے اصول کو اچھی طرح سمجھ لیں، آپ کو ایمرسن کے مضمون "تلافی" کو سمجھنے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جب یہ مشہور مضمون تحریر کیا تو آفاقت "پختگی عادت" کے اصول کی بانہوں میں باہمیں ڈال کر چل رہا تھا۔

اسی طرح سر آنرک نیوٹن نے جب اپنا مشہور قانون اُنْقل دریافت کیا وہ شعوری طور پر اس قانون کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ اگر وہ اس سے جھوڑا سامزید آگے جہاں اس کی دریافت ختم ہوئی تھی تو شاید وہ اسی قانون تک پہنچ جاتا جس نے ہماری چھوٹی سی زمین کو خلا میں اپنی جگہ پکڑ کر رکھا ہوا ہے اور اس کا زمان و مرکان کے

حوالے سے دوسرے سیاروں کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم رکھا ہوا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جس نے انسانوں کو آپس میں ایک خاص تعلق کے ساتھ وابستہ رکھا ہوا ہے اور فرد کو اس کی عادات کے ذریعے اس کی اپنی ذات کے ساتھ وابستہ رکھا ہوا ہے۔

اصطلاح ”پختگی عادت“، اپنی خود تشریح کرتی ہے یہ ایسی قوت ہے جو مستلزم عادات کے ذریعے اپنا کام کرتی ہے۔ انسان سے سچلے درجے کی تمام زندہ مخلوق اپنی نسل کشی اور دنیاوی سرگرمیاں براہ راست آفاقت ”پختگی عادت“ کے اصول کے تحت انجام دیتے ہیں جسے ہم ”جبات“ کا نام دیتے ہیں۔

اپنے رہنمائی کی عادات میں صرف انسان کو انتخاب کی مراعات حاصل ہیں۔ اور ان کو وہ اپنے خیالات کے انداز سے مقرر کر سکتا ہے اور ہر فرد کو اپنے خیالات پر اختیار کا حق مکمل طور پر حاصل ہے۔

انسان خوف، حسد، لائق اور غربت کی خود ساختہ حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی سوچ سکتا ہے اور آفاقت ”پختگی عادت“، ان سب کو ان کی ہم پلہ مادی شکل میں تبدیل کر سکتی ہے یا وہ فراہمنی اور بہتانت کے حوالے سے سوچ سکتا ہے اور یہی قانون اس کے خیالات کو مادی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے۔

اس طرح کوئی بھی فرد اپنے خیالات کی تشکیل دینے کے استحقاق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دنیاوی مقدار پر حیران کن حد تک اختیار حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ جب یہ خیالات قطعی اشکال میں تشکیل پا جاتے ہیں تو یہ آفاقت ”پختگی عادت“ کے قانون مستلزم عادات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہ اسی شکل میں قائم رہتے ہیں جب تک ان کو ان سے مختلف اور طاقتور خیالات کے ساتھ تبدیل نہ کرو دیا جائے۔

اب ہم سب سے زیادہ حیران کن حقیقت کا جائزہ لینے کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ حقیقت ہے کہ اکثر لوگ جو ترقی اور کامیابی کے بلند رہتے تک پہنچتے ہیں ان کے

ساتھ شمازی ایسا ہوتا ہے جب تک وہ کسی ایسے حادثے یا ہنگامی صورت حال سے دوچار نہیں ہو جاتے جو ان کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے، اور ان کو حالات کی اس نیجے پر لے جاتی ہے جسے لوگ ”نا کامی“ کا نام دیتے ہیں۔

اس عجیب مظہر کی وجہ ان کی سمجھ میں فوراً آ جاتی ہے جو آفاتی ”پختگی عادت“ کے قانون کو پوری طرح صحیح ہے۔ کیونکہ یہ اس حقیقت پر مشتمل ہوتا ہے کہ تباہیاں یا حادثات انسان کی مستحکم عادات کو توڑنے کا باعث بنتے ہیں، (وہ عادات جو آخر کار اسے ناکامی کے ناگزیر نتیجے تک لے جاتی ہیں)۔ اس طرح وہ وقت طور پر آفاتی ”پختگی عادت“ کے شکنخ سے آزاد ہو جاتا ہے اور اسے نئی اور بہتر عادات تشكیل دینے کا موقع حاصل ہو جاتا ہے۔

جنگیں لوگوں کے نام واقعی تعلقات کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں۔ یہ نام واقعیت لوگوں کے منفی خیالات کا نتیجہ ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے بہت بڑی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ کسی قوم کا جذبہ اس کے افراد کی سوچنے کی عادات کی مجموعی عکاسی کر رہا ہوتا ہے۔

یہی بات افراد کے حوالے سے بھی درست ہے کیونکہ یہاں بھی فرد کے جزو کا تعین اس کے سوچنے کی نمایاں عادات کرتی ہیں۔ اکثر افراد کسی نہ کسی طریقے سے ساری عمر حالت جنگ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنے ذاتی متصادم خیالات اور جذبات کے ساتھ جنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خاندانی تعلقات اور اپنے پیشہ و رانہ اور سماجی تعلقات کے ساتھ حالت جنگ میں ہوتے ہیں۔

اس حقیقت کو پہچان لیں اور آپ اس حقیقی قوت کو سمجھ جائیں گے جو ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ”نشہرے اصول“ کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ عظیم اصول آپ کو ذاتی اختلافات پر منہجی جنگی کارروائیوں سے بچاتا ہے۔ اس کی شناخت کر لیں اور آپ ایک ”قطعی اہم مقصد“ کے حقیقی مقصد اور فوائد کو

بھی خود بخوبی سمجھ جائیں گے۔ کیونکہ ایک مرتبہ جب یہ مقصود سوچنے کی عادت کے ذریعے مقرر کر لیا جاتا ہے تو اس پر آفاقت، "پختگی عادت"، اپنا تسلط قائم کر لیتی ہے۔ اور اسے جو بھی عملی ذریعہ میسر آسکے اس کی مدد سے اسے اس کے منطقی نتیجے تک پہنچا دیتی ہے۔

آفاقت، "پختگی عادت"، فرد کو یہ تجویز نہیں دیتی کہ اسے کیا خواہش کرنی چاہیے یا یہ کہ سوچنے کی عادات ثابت ہونی چاہیں یا منفی، بلکہ یہ اس کی تمام سوچنے کی عادات پر عمل کرتے ہوئے اور انہیں استحکام کے مختلف درجوں میں مشکل کرتے ہوئے ان کو ان کی ہم پلہ مادی شکلوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

یہ نہ صرف افراد کی سوچنے کی عادات کو مستحکم کرتی ہے بلکہ گروہوں اور لوگوں کے طبقات کے سوچنے کی عادات کو مستحکم کرتی ہے۔

یہی اصول اس فرد پر بھی لاگو ہوتا ہے جو یماری کے حوالے سے سوچتا اور ربات کرتا ہے۔ شروع میں اسے مراثی (وہ شخص جو محض تصوراتی یماری کا شکار ہو) خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو مستقل اپنالیتا ہے تو یماری ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے، یا اس سے بہت زیادہ ماقبل جلتی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ آفاقت، "پختگی عادت"، اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ جو خیال ذہن میں تکرار کے ساتھ قائم رکھا جائے وہ فوری طور پر ہر اس عملی ذریعے سے جو اسے میسر آسکے اپنے مادی مقابل کی صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔

لوگوں کی ذہانت کا یہ ایک افسوسناک پہلو ہے کہ امر یکہ جیسے عظیم ملک میں لوگوں کی تین چوتھائی سے زیادہ تعداد ساری عمر غربت اور محتاجی میں بسر کروے۔ لیکن اگر آپ آفاقت، "پختگی عادت" کے قانون سے آگاہ ہیں تو اس کی وجہ سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

غربت "احساس غربت" (جو کہ غربت کے حوالے سے سوچنے، غربت سے

خوفزدہ ہونے اور غربت کے بارے میں باتیں کرنے سے جنم لیتا ہے) کا براہ راست نتیجہ ہوتی ہے۔

اگر آپ امارت کی خواہش کرتے ہیں، اپنے ذہن کے تحت الشعور کی امارت پیدا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس طرح ”احساس امارت“ کو فرمغ دیتے ہیں تو آپ خودو پیکھیں گے کہ کتنی جلدی آپ کی معاشی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

سب سے پہلے جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کا ”شعور“ جنم لیتا ہے اس کے بعد آپ کی خواہشات کا مادی یا فتنی اظہار سامنے آتا ہے ”شعور“ پیدا کرنا آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو آپ نے لازماً خودا پنے روزمرہ کے خیالات یا اپنی دعاوں کے ذریعے (اگر آپ اپنی خواہشات کا اظہار اس طریقے سے پسند کرتے ہوں) پیدا کرنا ہوتی ہے۔ اس طرح آپ اس عظیم طاقت کے ساتھ رابطہ قائم کر لیتے ہیں جو ہر چیز کا خالق ہے۔

ایک عظیم منکر نے کہا تھا: ”میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ غربت کو قبول کر لینا یا بیماری کو قبول کر لینا یقین سے محروم کا حکلم بھلا اعتراف ہے۔“

ہم اپنے یقین سے بہت زیادہ دعوے کرتے ہیں لیکن ہمارا عمل ہمارے الفاظ کو جھٹا رہا ہوتا ہے۔ یقین ایک ایسی فتنی حالت کا نام ہے جو صرف عمل کے نتیجے میں استحقار پاتی ہے۔ صرف یقین ہی کافی نہیں ہوتا جیسا کہ ایک عظیم منکر نے کہا تھا: ”یقین بغیر عمل کے مردہ گھوڑا ہے۔“

آفاقت ”پختگی عادت“ کا قانون قدرت کی اپنی تخلیق ہے یہ ایک آفاقتی قانون ہے جس کے ذریعے خلاوں میں تیرتے ہوئے سب کے سب ستارے سے لے کر مادے کے چھوٹے سے ایتم تک کائنات پورے عمل میں ضبط و اظم اور ہم اپنگی کو قائم رکھا گیا ہے۔

یہ ایک ایسی قوت یہ جو کمزور کو اور طاقتور کو غریب کو اور امیر کو بیمار کو اور تندرست کو

غرض تمام انسانوں کو برابرگی میسر ہے۔ یہ تمام انسانی مسائل کا حل مہیا کرتی ہے۔ اس فلسفی کے سترہ اصولوں کا اہم مقصد آفاقتی ”پختگی عادت“ کی قوت کے ساتھ فرد کو اپنی مطابقت پذیری قائم کرنے میں مدد فراہم کرنا ہے۔ جس کے لیے اسے اپنی سوچنے کی عادات کو تشكیل دینے کے لیے ”تادب نفس“ سے کام لینا ہوگا۔

ماستر چاپی کے 17 عناصر

آئینے اب ان اصولوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم آفاقتی ”پختگی عادت“ کے ساتھ ان کے تعلق کو سمجھ سکیں۔ آئینے یہ بھی جائزہ لیں کہ یہ کیونکہ آپس میں اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے میں مغم ہو کر اس ماستر چاپی کو تشكیل دیتے ہیں جو ہر قسم کے مسئلے کے حل کے لیے دروازے کھول دیتے ہیں۔

ہم اپنے تجربے کی ابتداء س فلسفے کے پہلے اصول سے کریں گے:

(1) چند قدم زیادہ چلنے کی عادت

اس اصول کو اولین حیثیت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ یہ مفید خدمات انجام دینے کے لیے ذہن کو تیار کرنے میں مددگار ہوتا ہے اور یہ تیاری دوسرے اصول کے اطاق کا راستہ ہموار کرتی ہے۔

(2) مقصد کی قطعیت

اس اصول کی مدد سے کوئی بھی شخص چند قدم زیادہ چلنے کے اصول کو ایک مقررہ اور متعین سمت میں ڈال سکتا ہے، اور اس بات کو یقینی بناسکتا ہے کہ یہ اس کے اہم مقصد کی سمت میں لے کر جائے اور اس کے اثرات اپنی خاصیت میں جموقی نوعیت کے ہوں۔ صرف یہ دو اصول ہی ایک انسان کو کامیابی کی سیر ٹھی سے کافی اور پرستک لے کر جاسکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کی زندگی کے مقاصد بلند ہوتے ہیں اور وہ ان کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں ان کو اپنے اس غر کے درمیان کافی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ تیرے اصول کے اطاق سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(3) ماسٹر ذہن

اس اصول کے اطلاق سے کسی بھی شخص کو اپنی ذہنی استعدادوں میں ایک ایسے نئے پن اور اضافے کا احساس ہوتا ہے جو انفرادی ذہن کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ ذاتی کمزوریوں اور خامیوں پر پل کا کام دیتا ہے۔ اور جو اس اصول کا اطلاق کرتا ہے اسے ضرورت پڑنے پر انسانیت کا وہ مجموعی علم مہیا کرتا ہے جو مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے جمع کیا گیا ہے۔ لیکن قوت کا یہ احساس اس وقت مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ شخص چونچے اصول سے راہنمائی حاصل کرنے کے فن سے آشنا نہیں ہوتا۔

(4) عملی یقین

یہاں پہنچ کر فرد ”عظیم و انش“، کی قوت کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ فائدہ صرف اس شخص کو حاصل ہو ستا ہے جس نے اسے وصول کرنے کے لیے اپنے ذہن کو تیار کیا ہو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان تمام قوتوں کے سرچشمے کے ساتھ یکتاںی حاصل کر کے اپنے تمام خدشات، شکوک اور پریشانیوں پر قابو پاتے ہوئے اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ان چار اصولوں کو بجا طور پر ”اربعہ عظیم“، (یعنی چار بڑے) کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس سے بہت زیادہ قوت مہیا کرنے کے قابل ہوتے ہیں جس کی ایک نام آدمی کو ذاتی کامیابی کی بلندی تک پہنچنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ صرف ان لوگوں کے لیے کار آمد ہوتے ہیں جن کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے دیگر خصوصیات بھی موجود ہوتی ہیں مثلاً وہ خصوصیات جو پانچوں اصول مہیا کرتا ہے۔

(5) خوشنگوار شخصیت

ایک خوشنگوار شخصیت ایک شخص کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خیالات کو دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ سکے۔ کیونکہ ان تمام افراد کے لیے جو ”ماستر

ذہن اتحاد، میں راہنماء اثر و سوخ حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ ایک ضروری امر ہے۔ لیکن آپ کو احتیاط کے ساتھ جائز ہیما ہو گا کہ کس طرح قطعی طور پر گزشتہ چار اصول کسی شخص کو خوشنگوار شخصیت عطا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

یہ پانچ اصول ایک شخص کو حیرت انگیز قوت عطا کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن یہ قوت اتنی نہیں ہوتی کہ شکست یا ناکامی کے خلاف اس کو مکمل تحفظ فراہم کر سکے۔ کیونکہ شکست یا ناکامی ایک ایسی صورت حال ہے جس کا سامنا ہر شخص اپنی زندگی میں کئی مرتبہ کرتا ہے۔ اس کے لیے چھے اصول کو سمجھنے اور اس کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

(6) شکست یا ناکامی سے سیکھنے کی عادت

دھیان دیں کہ یہ اصول لفظ عادت پر ختم ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شکست یا ناکامی کے تمام تر حالات میں اس اصول کو عادت کے طور پر قبول کرنا ہو گا۔ اور عادت کے طور پر یہ اس کا اطلاق کرنا پڑے گا۔ یہ اصول انسان کے لیے امید کے ایسے چراغ جلاتا ہے جن کی روشنی میں وہ اپنے زیادہ تر منصوبے ناکام ہونے کی صورت میں نئے سرے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کر سکتا ہے، جیسا کہ منصوبوں کا کسی ایک یا دوسرے موقعے پر ناکام ہو جانا ایک ناگزیر عمل ہے۔

مشابہہ کریں گے ان چھے اصولوں کے اطلاق سے شخصی قوت کے سرچشمے میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ فردو کو پتا چل گیا ہے کہ وہ زندگی میں کس سمت جا رہا ہے، وہ ان تمام لوگوں کا وہستانے تعاون حاصل کر چکا ہے جن کی خدمات سے اسے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے مدد لینے کی ضرورت ہو گی۔ اس نے اپنی شخصیت کو خوشنگوار بنالیا ہے اس طرح اس نے اپنے لیے دھرم و کیمی کے مسلسل تعاون کو یقینی بنالیا ہے۔ اس نے ”عظیم دانش“ کے ساتھ اپنا ناتا جوڑ نے اور اس طرح حاصل ہونے والی قوت کا عملی یقین کے ذریعے اظہار کرنے کا فن سیکھ لیا ہے۔ اس نے اپنی ناکامیوں اور

شکستوں کو کامیابی کا وسیلہ سمجھنے کافی بھی سیکھ لیا ہے۔ ان تمام فوائد سے قطع نظر ایک شخص جس کا قطعی اہم مقصد ذاتی کامیابیوں کے اعلیٰ درجہ پر مرکز بہاس کے پیشہ وارانہ سفر میں اکثر ایسے مقام آتے ہیں جب اسے ساتویں اصول کے فوائد کی ضرورت محسوس ہوگی۔

(7) تخلیقی فراست

اس اصول سے ایک شخص کو اپنے مستقبل میں جھانکنے اور اسے اپنے ماشی کے موز نے میں پر کھنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے تخيیل کے بل بوتے پر اپنی امیدوں اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے نہ اور بہتر منصوبے تکمیل دے سکے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں ایک شخص شاید پہلی مرتبہ اپنی چھٹی حس کو دریافت کرتا ہے اور اس سے وہ علم اور سو جھبو جھ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے جو انسانی تجربات پر مجتمع علوم سے میسر نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس سے حاصل ہونے والے فائدے کو عملی استعمال میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ آٹھویں اصول کو سمجھ جائے اور اس کا مناسب اطلاق کیا جائے۔

(8) ذاتی پیش قدمی

یہ وہ اصول ہے جو عمل کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اسے قطعی مقاصد کی جانب جاری رکھتا ہے۔ می ایک شخص کو نال مثول، اتعلقتی اور کاملی جیسی تباہ کن عادات کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس اصول کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسوتا ہے کہ یہ پہلے سات اصولوں کے سلسلے میں ”عادت پیدا کرنے والا“ اصول ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ذاتی پیش قدمی کے بغیر کسی بھی اصول پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ آپ کی عادت کا حصہ نہیں بن سوتا۔ اس کی اہمیت کا مزید اندازہ اس حقیقت کو سمجھنے سے ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے ایک شخص اپنے خیالات کی قوت پر مکمل اور جامع اختیار حاصل کر سوتا ہے اور یہ واحد چیز ہے جو خالق نے اس کے اختیار میں

رکھی ہے۔

خیالات اپنے آپ کو منظم یا مرتب نہیں کر سکتے، انہیں راہنمائی تحریک اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے، جو کہ صرف کسی کی ذاتی پیش قدمی کے ذریعے ہی مہیا کی جاسکتی ہے۔

لیکن ذاتی پیش قدمی بعض اوقات غلط سمت میں بھی ہو سکتی ہے اس لیے اسے اضافی راہنمائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو کہ نواس اصول مہیا کرتا ہے۔

(9) درست سوق

درست سوق نہ صرف فرد کو اس کی غلط سمت میں ذاتی پیش کے خلاف تحفظ فراہم کرتی ہے بلکہ اس کی بصیرت اور قیاس کی ناطقوں اور اس کے خام فیصلوں کے خلاف بھی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ یہ فرد کو اس کے اپنے ناقابل اعتقاد جذبات کے خلاف بھی، ان میں عقلی تراویح کرتے ہوئے تحفظ فراہم کرتی ہے۔

جو شخص ان نواسوں میں مکمل مہارت حاصل کر لیتا ہے وہ بہت زیادہ قوت کا مالک ہے جاتا ہے۔ لیکن یہ ذاتی قوت ایک خطرناک قوت بھی ہو سکتی ہے اور اگر اس اوقات ہوتی بھی ہے۔ اگر اسے دوسری اصول کے ذریعے قابو میں رکھتے ہوئے اس کا رخ مناسب سمت میں نہ رکھا جائے۔

(10) ضبط نفس

ضبط نفس محض طلب کرنے سے حاصل نہیں ہو ستا اور نہ ہی اسے فوری طور پر پیدا کیا جاستا ہے۔ یہ سوالوں پر محبط عرق ریزی سے بڑی احتیاط کے ساتھ قائم کی گئی اور اتنی ہی احتیاط سے برقرار رکھی گئی عادات کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔ لہذا ہم اس مقام پر آگئے ہیں جہاں ارادے کی قوت کو تحریک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ضبط نفس محض ارادے کی پیداوار ہے۔

بہت سے لوگ پہلے نواسوں کے اطلاق سے بہت زیادہ بلند مقام تک پہنچ چکے

ہیں لیکن انہیں محض تباہی کا سامنا ہوتا ہے یا اپنی قوت کے استعمال میں ضبط نفس کے فقدان کی وجہ سے دوسروں کو شکست کی جانب لے کر چلے جاتے ہیں۔

اس اصول میں جب مہارت حاصل کر لی جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے تو یہ فرد کو اس کے سب سے بڑے دشمن پر مکمل اختیار عطا کرتا ہے جو کہ خود اس کی ”ذات“ ہے۔ ضروری ہے کہ ضبط نفس کیا بتدا گیا رہو یہ اصول کے اطلاق سے کی جائے۔

(۱۱) جدوجہد کا ارتکاز

(11) ارتکاز کی قوت بھی ارادے کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اس کا ضبط نفس کے ساتھ اس قدر قریبی تعلق ہے کہ دونوں کو اس فلسفے کے ”جزواں بھائی“ کہا جاتا ہے۔ ارتکاز ایک فرد کی توانائیوں کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے۔ اور اسے اپنے قطعی اہم مقصد کے ہدف پر اپنا ذہن مریکھر کھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ذہن کا تخت اشبورہ الاحصہ اسے اپنے تصرف میں لے آتا ہے اور وہاں اس کو آفاقی ”پختگی عادت“ کے قانون کے ذریعے اسکی ہم پلہ مادی صورت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ ایک تصویری کوئی سرے کی آنکھ کی طرح فرد کے اهداف اور مقاصد کو پوری تفصیل کے ساتھ ذہن کے تخت اشبورہ حصے کو محفوظ کر لیتا ہے، جہاں پہنچ کر ان کی تجھیں ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اب دوبارہ جائزہ لیں اور روکھیں کہ کس طرح ایک گیارہ اصولوں کے اطلاق سے ایک شخص کی ذاتی قوت میں بے شمار اضافہ ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی زندگی میں پیش آنے والی ہر صورت حال کے لیے کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسے لمحات بھی آ جاتے ہیں جب فرد کو بہت سے لوگوں کے دوستانہ تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً کاروبار میں خریداروں کی، کسی پیشے میں گاہکوں کی یا کسی عوامی عبدے کے حصول کے وہ مڑوں کی، ان سب کے لیے بارہویں اصول کے اطلاق کی ضرورت محسوس

ہوتی ہے۔

(12) تعاون

تعاون مائنڈ ہن کے اصول سے اس لحاظ سے مختلف ہوتا ہے کہ یہ انسانی تعلقات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں مکمل ہنی اتحاد کی ضرورت نہیں ہوتی جو کہ ایک قطعی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

دوسرا لوگوں کے تعاون کے بغیر کوئی شخص ذاتی کامیابی کے اعلیٰ مدارج طے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تعاون ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے کوئی شخص دوسرا لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے جگہ پیدا کر سکتا ہے جسے بعض اوقات ”خیر-گانی“ کا نام دیا جاتا ہے۔ دوستانہ تعاون تاجر کے پاس صارفین کو اس کی اشیا کے بار بار کے خریدار کے طور پر واپس لاتا ہے۔ پیشہ و رفراود کے لیے ان کے گاہک پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ ایسا پھول ہے جو ہر کامیاب آدمی کی کامیابی کے فلفے کے پس پشت کا فرمایا ہوتا ہے، قطع نظر اس کے پیشے یا مصنوعات کے جو وہ تیار کرتا ہے۔

تیر ہوں اصول کے اطلاق سے کوئی بھی شخص زیادہ آسانی اور آمادگی کے ساتھ دوسروں کا تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

(13) ولولہ اور جوش

ولولہ اور جوش ایک ایسی متعددی ہنی حالت ہے جو نہ صرف دوسروں کا تعاون حاصل کرنے میں مددگار ہوتی ہے بلکہ اس پہلو سے بہت اہم ہے کہ یہ فرد کو اپنے تصورات کی قوت سے فائدہ اٹھانے اور راستے استعمال کرنے پر اکساتی ہے۔ یہ ذاتی پیش قدمی کے اظہار میں بھی عمل کی روح پھونکتی ہے، اور جدوجہد کے ارتکازگی عادت کو فروع دیتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ خوش گوار شخصیت کی ایک بہت اہم خاصیت ہے اور ”چند قدم زیادہ چلنے“ کے اصول کے اطلاق کو آسان بناتی ہے۔ ان کے علاوہ ولولہ اور جوش بولے گئے افراد کو قوت اور یقین کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔

ولوئہ اور جوش محرک کی پیداوار ہے لیکن چوڑھویں اصول کی مدد کے بغیر اس کا برقرار رکھنا مشکل ہے۔

(14) صحت کی عادت

ایک مضبوط اور اچھی جسمانی صحت فہمی کارکردگی کے لیے ایک مناسب رہائشی جگہ مہیا کرتی ہے جبکہ ایک پاسیدار کامیابی کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں لفظ ”کامیابی“، ”خوشی“ کے تمام لوازماں کا احاطہ کرتا ہے۔

یہاں دوبارہ لفظ ”عادت“ نمایاں نظر آتا ہے کیونکہ اچھی صحت کی ابتداء صحت کی پیارے میں آگئی سے ہوتی ہے جو کہ رہنے سہنے کی درست عادات سے فروع پاتی ہے اور ضبط نفس کے ذریعے قائم رکھی جاتی ہے۔ اچھی صحت ولوں اور جوش کی بنیادیں فراہم کرتی ہے اور ولوئہ اچھی صحت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ الہذا یہ دونوں آپس میں مرغی اور انڈے کی مانند ہیں، کوئی شخص بھی اس بات کا تعین نہیں کر ستا کہ پہلے انڈا آیا تھا یا مرغی۔ لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ کسی ایک پیدائش کے لیے دونوں ضروری ہیں۔ صحت اور ولوئہ آپس میں اسی طرح ہیں۔ انسانی ترقی اور خوشحالی کے لیے دونوں ضروری ہیں۔

اب دوبارہ فہرست بنائیں اور ان فوائد کو شمار کریں جو فرد ان چوڑھو اصولوں کے اطلاع سے حاصل کر چکا ہے۔ ان کا تناسب اس قدر بلند ہے کہ تصور چکرا جاتا ہے۔ لیکن یہ ابھی تک اس سطح پر نہیں پہنچ سکے کہ کسی شخص کو ناکامی سے بچا سکیں۔ الہذا ہمیں پندرہویں اصول کا سہارا یہاں پڑتا ہے۔

(15) وقت اور رقم کا بجٹ

وقت کی نایت اور رقم کی بچت کے ذکر سے انسان بہت زیادہ پریشانی محسوس کرتا ہے اقریباً ہر شخص وقت اور رقم دونوں کو آزادانہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ان کے بجٹ اور بچت کے بارے میں کبھی بھی سوچنا نہیں چاہتا۔ تاہم جسم اور ذہن کی

آزادی، تمام انسانوں کی دو بڑی خواہشیں ہیں جو سخت بحث کے تحت ضبط نفس کے بغیر پاسیدار حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتیں۔ اس لیے یہ اصول ذاتی کامیابی کے فلسفے کا ایک اہم اور مانگزیر حصہ ہیں۔

اب ہم ذاتی قوت حاصل کرنے کی انتہا کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ ہم قوت کے سرچشمتوں کے بارے میں جان چکے ہیں اور یہ بھی سمجھے چکے ہیں کہ ہم ان کو کس طرح اپنا سکتے ہیں۔ اور کسی بھی مطلوبہ ہدف کے لیے کس طرح ان کا اطلاق کر سکتے ہیں اور یہ بھی جان گئے ہیں کہ ان کی قوت اتنی زیادہ ہے کہ کوئی چیز ان کے راستے میں حاصل نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ فردان کا غیر داشمند ان غلط استعمال کرتے ہوئے خود اپنی اور دوسروں کی تباہی کا سامان پیدا کر لے۔ لہذا اس قوت کے درست استعمال کے لیے ضروری ہے کہ سوابویں اصول سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

(16) سہرے اصول کا "اطلاق"

"لفظ" "اطلاق" پر جو زور دیا جا رہا ہے اس پر غور کریں۔ سہرے اصول کی صداقت پر یقین کر لینا کافی نہیں۔ پاسیدار فائدے کے لیے اور ذاتی قوت کے استعمال میں راہنمائی کے لیے اس کا اطلاق تمام انسانی تعلقات میں ایک عادت کے طور پر کتنا ضروری ہے۔

انسانی تعلقات کے اس شاندار اصول کے اطلاق سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو حاصل کرنے کے لیے اس اصول کو اپنی عادت بنالینے کے لیے ضروری جدوجہد سے ہرگز گریزناہ کیا جائے۔ اس اصول کے مطابق زندگی نہ گزارنے کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا یہاں تفصیلی ذکر ممکن نہیں ہے۔

اب ہم ذاتی قوت کی انتہا کو حاصل کر چکے ہیں اور اس کے غلط استعمال کے خلاف ہم اپنے آپ کو تحفظ فراہم کر چکے ہیں۔ اب ہمیں صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے ذرائع تلاش کریں جن کی مدد سے اس قوت کو اپنی زندگی کا مستقل اور

پائیدار حصہ بناسکیں۔ ہم نے اس فلسفے کے اوچ مال کو حاصل کرنا ہے لہذا اس فلسفے
کے متز ہویں اور آخری اصول کے اطاق سے ہم اس مطلوبہ ہدف کو حاصل کر سکتے
ہیں۔

(17) آفاقی "چنگلی عادت"

آفاقی "چنگلی عادت" ایک ایسا اصول ہے جس کی مدد سے ہم تمام عادات کو
مختلف درجات تک پختہ اور مستقل بنایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ پورے
فلسفے پر کنٹرول کرنے والا اصول ہے۔ جس میں پہلے سولہ اصول مغم ہو جاتے ہیں
اور اس کا حصہ ہن جاتے ہیں۔ اور یہ کائنات کے تمام قدرتی قوانین کو کنٹرول کرنے
 والا اصول ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو اس فلسفے کے پہلے اصولوں کے اطاق کی عادت
میں پختگی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ "کامیابی کے شعور" کے اظہار اور فروغ کے
لیے فرد کے ذہن کو تیار کرنے میں ایک نگران عامل کا کردار ادا کرتا ہے، جو کہ ذاتی
کامیابی کے حصول میں بہت زیادہ اہم عنصر ہے۔

محض پہلے بیان کیے گئے سولہ اصولوں کو سمجھ جانا کسی بھی شخص کو ذاتی کامیابیوں
سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ ان اصولوں کو پوری طرح سمجھ کر پختہ عادت کے طور پر اکا
اطاق بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور عادت پیدا کر آفاقی "چنگلی عادت" کے اصول
کا واحد و صرف ہے۔

آفاقی "چنگلی عادت" زندگی کے عظیم دریا کے متراوف یعنی ہم معنی ہے جس کے
اس سے پہلے بار بار حوالے دیے جا چکے ہیں کیونکہ جیسا کہ قوت کی دوسری اقسام
میں ہوتا ہے یہ بھی مخفی اور ثابت دونوں قسم کے ضمرات پر مشتمل ہے۔

اس کے مخفی اطاق کو "تنویں آنگ" کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر اس چیز پر جس کے
ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے ایک تنویں اثر مرتب کرتا ہے۔ ہم کسی نہ کسی رنگ میں اس
کا اثر ہر انسان پر دیکھ سکتے ہیں۔

یہ واحد و سیلہ ہے جس کے ذریعے ”غربت کا شعور“ عادت کے طور پر پختہ ہو جاتا ہے۔

یہ خوف، حسد، املاج اور انقام جیسی تمام مستغل عادات کا معمار اور بغیر کچھ دیے حاصل کرنے کی تمنا رکھنے کا موجب ہے۔

یہاں امیدی اور اتفاقی کی عادت کو پختہ کرتا ہے۔

اور یہ مراثی کی عادت کا معمار ہے جس کی وجہ سے لاکھوں لوگ اپنی ساری زندگیوں میں تصوراتی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔

یہ ”ناکامی کے شعور“ کا بھی معمار ہے جو لاکھوں انسانوں میں خود اعتمادی کے جذبے کی تختہ کرنے کروتا ہے۔

محضراً یہ تمام منفی عادات کو قطع نظر ان کی نوعیت اور اثرات کے پختہ کرتا ہے۔ اس طرح یہ زندگی کے عظیم دریا کی ناکام سمت ہے۔

دریا کی کامیابی والی طرف (ثبت سمت) ہر قسم کی تعمیری عادات کو پختہ کرتی ہے مثلاً مقصد کی قطعیت کی عادت، چند قدم زیادہ چلنے کی عادت، انسانی تعلقات میں شہرے اصول کے اطلاق کی عادت اور تمام دوسری عادات جن کا اطلاق اس فلسفے کے پہلے بیان کیے گئے سولہ اصولوں سے فوائد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

عادت کا نفاذ

آئیں اب لفظ ”عادت“ کا جائزہ لیتے ہیں۔

وہ سڑ ڈکشنری میں اس لفظ کی بہت سی تشریحات کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے ”عادت کا مطلب تکرار کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ایک متعین میلان یا افتادہ ہے۔ رواج یا رسم تکرار کے میلان کے بجائے صرف تکرار کے وجود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔“

وہ سڑ کی تشریح کافی اضافی تفصیلات پر مشتمل ہے، لیکن اس کے کسی حصے میں اس

قانون کی تشریح نہیں کی گئی جو عادت کو پختہ کرتا ہے۔ اس فروگز اشت کی وجہ باشہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس ڈاکشنری کے ایڈیٹریوں پر آفاقتی "پختگی عادت" کا قانون آشکار نہیں ہوا ہو گا۔ لیکن ہمیں وپسٹر کی تشریح میں ایک بہت اہم اور نمایاں لفظ نظر آتا ہے یہ "تکرار" کا لفظ ہے۔ یہ اس لیے اہم ہے کیونکہ یہ اس ذریعے کی نشاندہی کرتا ہے جس سے کسی عادت کا آغاز ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر مقصد کی قطعیت کی عادت اس وقت عادت بنتی ہے جب اس مقصد کے خیال کو تکرار کے ساتھ وہرایا جاتا ہے۔ خیال کو تکرار کے ساتھ ذہن میں لاتے ہوئے اس خیال کو تکرار کے ساتھ تجھیل کی شدید خواہش کی موجودگی میں تصور کے حوالے کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس خواہش کی تجھیل کے لیے خواہش کے سلسلے میں یقین کی عادت بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تجھیل کا عملی منصوبہ تیار کرتا ہے۔ اور یہ کام اس قدر شدت اور تکرار سے ہوتا ہے کہ فرد اس سے بہت پہلے کوہ حقیقت میں اس چیز کو حاصل کرنا شروع کر دے جس کی اسے خواہش ہے اپنے قبضے میں دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔

رضا کارانہ ثبت عادات تشكیل دینے کے لیے ضبط نفس، ثابت قدمی، قوت ارادہ اور یقین کا اطلاق کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ اس شخص کو حاصل ہو چکا ہوتا ہے جس نے فلسفے کے پہلے سوالہ اصول اپنے وجود میں سمولیے ہوتے ہیں۔

عادت کی رضا کارانہ تشكیل ضبط نفس کے اطلاق کا اعلیٰ ترین مظاہرہ ہے۔ تمام رضا کارانہ عادات اس قوت ارادی کی پیداوار ہوتی ہیں جو قطعی مقصد کے حصول کے لیے مرتعز کی گئی ہوتی ہے۔ ان کی ابتداء آفاقتی "پختگی عادت" کے بجائے فرد سے ہوتی ہے۔ اور ضروری ہے کہ خیال اور عمل کے تکرار سے ان کو ذہن میں پوری طرح راخ کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ انہیں آفاقتی "پختگی عادت" اپنے تصرف میں لا کر ان کو ایسی پختگی عطا کر دے کہ یہ خود بخود کام کرنا شروع کر دیں۔

ذاتی کامیابی کے فلسفے کے حوالے سے لفظ "عادت" ایک اہم لفظ ہے کیونکہ یہ کسی بھی شخص کی معاشی، سماجی، پیشی وارانہ اور روحانی حالت کی وجوہات کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہم زندگی کے جس مقام پر ہیں اور جس حالت میں ہیں اس کی اصل وجہ ہماری پختہ عادات ہوتی ہیں۔ اور ہم جو کچھ بھی بننا چاہتے ہیں یا زندگی میں جو کچھ بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ صرف ہماری رضا کارانہ عادات کے فروع اور استقرار سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پورے فلسفے کا انحصار آفاقی "پختگی عادت" کے اصول اور ہم کے اطلاق پر ہے جو کہ عادات میں پختگی پیدا کرنے والی ایک اہم قوت ہے۔ اس فلسفے کے سول اصولوں میں سے ہر ایک کا اہم مقصد فرد کو ایسی مخصوص عادات اپنانے میں مدد فراہم کرنا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول اور تصرف حاصل کر سکے۔ اور یہ بھی ایک عادت کی شکل میں ہونا چاہیے۔

ذینی قوت عام طور پر زندگی کے دریا کی ایک سمت میں مصروف کا رہتی ہے۔ اس فلسفے کا مقصد فرد کو سوچ اور عمل کی ایسی عادات تشكیل دینے میں مدد فراہم کرتا ہے جو اس کے ذہن کو زندگی کے دریا کی کامیاب سمت میں مصروف کا رکھ سکے۔ اس فلسفے کا یہی واحد مقصد ہے۔

اس فلسفے میں مہارت حاصل کرنے اور اسے اپنے اندر سمولینے کی دوسری اشیا کی طرح ایک قطعی قیمت جو کہ اس کے فوائد سے لطف اندوڑ ہونے سے پہلے ازاں ادا کرنا ہوتی ہے یہ قیمت دوسری چیزوں کے علاوہ، اندر وہی چوکنا پن، ارادہ، ثابت قدمی اور بجائے غربت، بدحالی اور فریب نظری کے مقابلات کو قبول کرنے اور زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا پختہ ارادہ ہے۔

ہم زندگی کے ساتھ وہ طرح کے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ ہم گھوڑے بن جائیں اور زندگی ہم پر سوار ہو جائے اور دوسرا یہ کہ ہم

زندگی کو گھوڑا بنالیں اور خود اس پر سوار ہو جائیں۔ اور یہ انتخاب کہ کوئی شخص گھوڑا بنتا ہے یا سوار شخص کے اپنے ساتھ میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اگر ایک شخص سوار بننے کا انتخاب نہیں کرتا تو وہ گھوڑا بننے پر مجبور ہو جائے گا۔ گیونکہ زندگی یا تو سوار ہوتی ہے یا سواری مہیا کرتی ہے مخصوص جامد لکھڑی نہیں رہ سکتی۔

انا اور آفاقی ”پختگی عادت“

اس فلسفے کے طالب علم کی دیشیت سے آپ اس طریقہ کار کو سمجھنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے خیال کی قوت کو اس کے ہم پر مادی عنصر میں تبدیل کیا جاستا ہے۔ آپ یہ جانے میں بھی لازماً دلچسپی رکھتے ہوں گے آپ دوسروں کے ساتھ ہم آہنگی کے جذبے کے ساتھ کیسے واپسی ہو سکتے ہیں۔

قدمتی سے ہمارے پلک سکول ان دونوں اہم ضروریات کے بارے میں خاموش ہیں جیسا کہ ڈاکٹر ہنری لنک نے کہا ہے: ”ہمارے تعلیمی نظام کا ارتکاز ڈینی صاحیتوں کے فروع پر ہے اور یہ شعور دینے میں ناکام ہو چکا ہے کہ ہم اپنی جذباتی اور شخصی عادات کو کیسے تشكیل دیں اور نہیں کس طرح سے بہتر بنائیں۔“

اس کا الزم اب بنا دیں ہے۔ پلک سکول کا نظام یہ فرض ادا کرنے میں ناکام ہو چکا ہے، جس کی شکایت ڈاکٹر لنک نے کی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آفاقی ”پختگی عادت“ کا قانون حال ہی میں دریافت ہوا ہے اور ابھی تک ماہرین تعلیم کی ایک بڑی تعداد نے اسے پوری طرح تسلیم بھی نہیں کیا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب ہم چنان شروع کرتے ہیں اس سے لے کر مرنے تک ہم ہر کام جو کرتے ہیں وہ عادت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ چلناؤر باتیں کرنا عادت ہے۔ ہمارے کھانے اور پینے کا انداز عادت ہے ہماری جنسی سرگرمیاں عادت کا نتیجہ ہیں۔ ہمارے دوسروں کے ساتھ تعلقات خواہ یہ ثابت نویست کے ہوں یا منفی نویست کے عادت کا نتیجہ ہیں لیکن کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ ہماری عادات کس طرح اور

کیوں تشكیل پاتی ہیں۔

عادات کا انسان کی انا کے ساتھ ایک قریبی تعلق پایا جاتا ہے لہذا آئیے سب سے پہلے انا کا تجزیہ کرتے ہیں جو کہ ایک ایسا موضوع ہے جسے ہمیشہ غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ لیکن آئیے سب سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ انا ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے یقین اور دوسری تمام ذہنی یقینیات کام کرتی ہیں۔

اس سارے فلسفے کے دوران جامد یقین اور محرک یقین کے درمیان امتیاز پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ انا تمام اعمال کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے۔ لہذا ہمیں اس کی نوعیت اور امکانات کے بارے میں کچھ علم ضرور ہونا چاہیے ہمیں علم ہونا چاہیے کہ انا کو کس طرح عمل کے لیے ابھارا جاستا ہے اور قطعی مقاصد کے حصول کے لیے اس کو کس طرح استعمال اور کنٹرول کیا جاستا ہے۔ سب سے بڑھ کر ہم اکثر اوقات نام پائی جانے والی غلط فہمی سے متاثر ہو کر کہ ”انا“، جھوٹی شان اور بے جا غور کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے ”انا“ کے بارے میں اپنے تصور کو پرا گندہ کر لیتے ہیں۔ انا کے لیے ایضًا زبان میں لفظ ”ego“ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا مطلب ہے ”میں“ لیکن اس کا ایک مضمون مغایم ایک ایسی محرک قوت سے بھی ہے جس کو منظم کر کے عمل کے ذریعے اپنی خواہش کو یقین میں بدلتے کے لیے استعمال کیا جاستا ہے۔

انا کی قوت جسے ہمیشہ غلط طور پر سمجھا گیا ہے

لطفاً انا کسی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ انا کو رضا کارانہ عادات کے ذریعے پرہان چڑھایا جاستا ہے، راہنمائی مہیا کی جا سکتی ہے اور کنٹرول کیا جاستا ہے۔ رضا کارانہ عادات وہ عادات ہیں جو ہم جان بو جھ کر کسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے تشكیل دیتے ہیں۔ ایک بہت بڑے منکر، جس نے اپنی ساری زندگی انسانی جسم اور رہن کے مطالعے میں صرف کروی تھی، کے مندرجہ ذیل بیان سے ہمیں انا کے مطالعے کے لیے اہم

بیان دیں حاصل ہوتی ہیں۔

”آپ کا جسم خواہ زندہ ہو یا مردہ لاکھوں چھوٹی چھوٹی تو انسائیوں کا مجموعہ ہے جو کبھی مر نہیں سکتیں،۔

”یہ تو انسانیاں علیحدہ اور منفرد ہیں۔ بعض اوقات یہ کس حد تک ہم آہنگی میں کام کرتی ہیں،۔

”انسانی جسم وقت کے وظارے میں بہتا ہوا زندگی کا ایک ایسا مظہر ہے جو اندر وہ فتوں پر قدرت رکھنے کے باہر جوان سے کام لینے کا سادی نہیں ہے بلکہ عادت، پنجتہ ارادہ یا جذباتی برائیختی ایسے عناصر ہیں جو کسی اہم مقصد کے حصول کے لیے ان فتوں کو صفت آراء کر کے ان سے کام لے سکتے ہیں۔

یہ بات بہت حوصلہ افزای ہے، جیسا کہ تجربات سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ہر شخص میں ان انسائیوں کو صفت آراء کرنے اور ان سے کام لینے کی استعداد کو بہت زیادہ حد تک پروان چڑھایا جاستا ہے۔

”ہوا، دھوپ، خوراک اور پانی جو آپ لیتے ہیں اس قوت کے عوامل میں جو آسمان اور زمین سے پھوٹتی ہے۔ آپ کا ہی کے ساتھ حالات کی اہروں پر بہرہ رہے ہیں اور وہ موقع جو آپ کی موجودحالت میں کوئی بہتری پیدا کر سکتے ہیں آپ کی پہنچ سے دور بنتے ہوئے لگز رجاتے ہیں۔

انسانیت روز از روز سے اس قدر اثرات میں گھری ہو یہی ہے کہ دنیا میں ہزارہا تو تین آزادانہ بھاگی پھرتی ہیں لیکن ان پر قابو پانے کے لیے کوئی حقیقی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ کام ہمیشہ سے آسان رہا ہے اور ارض بھی ہے کہ اشیاء کو جیسی ہیں ویسی ہی رہنے دیا جائے، بجائے اس کے کہ محنت کے ساتھ ان کے راستے متعین کیے جائیں یا ان کے رخ موڑے جائیں۔

لیکن کامیابی اور ناکامی کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والا خط اس مقام پر واقع

ہے جہاں بے مقصد حالات کے رحم و کرم پر بہتے چلے جانا ختم ہوتا ہے (جہاں مقصد کی قطعیت کا آغاز ہوتا ہے)۔

”ہم سب احساسات، جذبات، حالات اور حادثے کی پیداوار ہیں۔ ذہن کیسا ہو گا، دل کیسا ہو گا، جسم کیسا ہو گا ایسے مسائل ہیں جو زندگی کے حالات کے دھارے پر بہتے جانے کے مطابق تکمیل پاتے ہیں خواہ ان میں سے کسی ایک پر خصوصی توجہ بھی کیوں نہ دی جا رہی ہو۔

اگر آپ بیٹھ جائیں اور حجوری دیر کے لیے سوچیں تو آپ یہ جان گر جیران ہوں گے کہ آپ کی زندگی کا اتفاق یا زیادہ تر حصہ مخصوص حالات کے دھارے میں بہتے ہوئے گزر گیا ہے۔

وہ کسی بھی پیدا شدہ زندگی پر ایک نظر ڈالیے اور اپنے اظہار کے لیے اس کی جدوجہد کا مشاہدہ کریں۔ درخت اپنی شناخیں اور پر سورج کی روشنی کی جانب بڑھاتا ہے، اپنے پتوں سے ہوا اندر لے جانے کی کوشش کرتا ہے، اور زیر زمین بھی اپنی چڑیں پانی اور ان معدنیات کی تلاش میں جن کی اسے ضرورت ہوتی ہے، گہرائی میں لے کر جاتا ہے۔ اسے آپ جامد زندگی کہتے ہیں۔ لیکن یہ اس قوت کی نمائندگی کرتی ہے جو کسی سرچشمے سے بچھوٹی ہے اور کسی مقصد کے لیے کام کرتی ہے۔

کرہ ارض پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں تو انہی نہیں پائی جاتی۔

ہوا اس سے اس قدر بھری ہوئی ہے کہ سر شمال میں آسمان شماں شاعروں سے منور نظر آتا ہے۔ پانی مخصوص دو گیسوں کامائع حالت میں اتصال ہے، اور برقی میکانکی اور کیمیائی تو انہیوں سے بھرا ہوا ہے، جن میں سے کوئی سی ایک تو انہی بھی انسان کو بہت زیادہ فائدہ اور بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔

” حتیٰ کہ برف اپنے سر دترین مرحلے میں بھی تو انہی سے بھر پور ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو مغلوب ہوتی ہے اور نہ ہی جامد ہوتی ہے۔ اس کی طاقت نے پیاروں کی

چنانوں کو ریزوں میں توڑ دیا ہے۔ اپنے ارڈر و موجو تو انہی کو ہم پانی میں پیتے ہیں، خوراک میں کھاتے ہیں اور ہوا میں اندر لے کر جاتے ہیں، کوئی بھی کیمیائی سالمنہ اس سے خالی نہیں ہے، ایک ایٹم کا وجود بھی اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم انفرادی تو انہیوں کا مجموعہ ہیں۔

انسان دو قوتوں پر مشتمل ہے۔ ایک اس کے مادی جسم کی صورت میں قابل محسوس ہے، جو کہ انفرادی خلیوں پر مشتمل ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں اور اربوں میں ہے۔ ان میں سے ہر ایک دلنش اور تو انہی کا حامل ہے۔ اور دوسری ناقابل محسوس ہے جو ”خودی“ کی صورت میں جسم کی ایک منظم حاکم ہے اور انسان کے خیالات اور اعمال کو کثیر لکھتی ہے۔

سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کا قابل محسوس حصہ آفریقا سترہ کیمیائی مادوں پر مشتمل ہوتا ہے جو سب کے سب ہمارے علم میں ہیں۔ ایک شخص میں جس کا وزن ایک سو ساٹھ پونڈ ہوا س کے جسم میں ان کی مقدار کچھ اس طرح ہے۔

آسٹرین 95 پونڈ

کاربن 38 پونڈ

پائیڈ رو جن 15 پونڈ

نائٹرو جن 4 پونڈ

کیلشیم 2/1 4 پونڈ

کلورین 4 اونس

سلفر 4 اونس

پوماشیم 2/1 3 اونس

سوڈیم 3 اونس

فولاد 4/1 اونس

فلورین 2/2 اونس
میکنیشیم 2 اونس
سیلیکون 2/1 اونس

اگر سینک، آبیوڈین اور ایلومنیم کی انتہائی معمولی مقدار انسان کے یہ قابل محسوس حصے تجارتی لحاظ سے چند روپیوں کی مالیت کے حامل ہیں اور کسی بھی جدید کیمیکل سٹور سے خریدے جاسکتے ہیں۔

ان کیمیائی عناصر کے ساتھ مناسب طور پر پروان چہرے اور پوری طرح منظم اور باقاعدہ "انا" کو شامل کر دیا جائے تو اس کی کوئی بھی قیمت ہو سکتی ہے جو اس کا مالک مقرر کر دے۔ انا ایک ایسی قوت ہے جو کسی قیمت پر بھی خریدی نہیں جاسکتی، لیکن اسے کسی بھی مطلوبہ شکل میں ڈھالا اور پروان چہرہ حایا جاستا ہے۔ اس کی بالیگی منظم عادات کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے جن کو آفاتی "چنگی عادت" کے قانون کے ذریعے چنگی اور استعمال حاصل ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے درمیان جو انسانیت کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیتے ہیں اور جو دنیا میں محض جگہ لگھرے ہوتے ہیں ایک اہم فرق ان کی "اناوس" کا فرق ہے۔ کیونکہ انا تمام انسانی اعمال کے پس پشت ایک متحرک قوت کا کردار ادا کرتی ہے۔ جسم اور ذہن کی آزادی اور خود مختاری جو کہ ہر انسان کی دو اہم خواہشات ہیں، اسی تناسب سے حل کی جاسکتی ہے جتنا کہ ایک شخص اپنی انا کو پروان چہرہ حاتا ہے اور استعمال کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مناسب طور پر اپنی انا سے وابستہ کر لیتا ہے وہ آزادی اور خود مختاری دونوں کو جس تناسب سے چاہے حاصل کر سکتا ہے۔

کسی شخص کی "انا" ہی دوسروں کے ساتھ اس کے اعلانات کی نوعیت کا تعین کرتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ "انا" ہی ہے جو کسی شخص کے اپنے ذہن اور جسم کے ساتھ اعلانات کی نوعیت کا تعین کرتی ہے جہاں ہر امید، ہدف اور

متقصد تشکیل پاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی تقدیر یا رقمہ قسمت کی راہیں متعین کرتا ہے

کسی شخص کی ”انا“، اس کے لیے ایک اثاثہ یا ایک بوجھ ثابت ہو سکتی ہے جس کا انحصار اپنی ”انا“ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوادرت پر ہوتا ہے۔ ”انا“ ایک شخص کے سوچنے کی عادات کا مجموعی نتیجہ ہوتی ہے جو کہ اس پر آفاتی ”چنتی عادت“ کے قانون کے تحت خود کا عمل کے ذریعے مسلط ہوتی ہے۔

ہر کامیاب انسان ایک پختہ اور منضبط انا کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن انا کے ساتھ وابستہ ایک تیراعمال بھی موجود ہے جو اس کے اچھے یا بے اثرات کا تعین کرتا ہے اور وہ ہے ضبط نفس جو کہ کسی شخص کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی قوت اور صلاحیتوں کو مطلوبہ مقصد میں تبدیل کر سکے۔

انا کی تربیت

تمام تر ذاتی کامیابیوں کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہر فرد کی ”انا“، کو ”کامیابی کے شعور“ سے تحریک دی جائے۔ جو شخص کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ”انا“ کو پوری طرح پروان چڑھاتے ہوئے اس پر اپنی خواہشات کے اہداف کے گھرے نقش ثبت کرے اور اسے تمام قسم کی بندشوں سے آزاد کرے اور اس پر چھائے ہوئے خوف اور شکوہ دور کرے جو اتنا کی قوت کو کمزور کرنے کا عہد بنتے ہیں۔

خود ایمانی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے فرد اپنی انا کو تحریک دے سکتا ہے اور اسے کسی بھی مطلوبہ مقصد کے حصول کے لیے تیار کر سکتا ہے۔

جب تک آپ خود ایمانی کے اصول کی پوری اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے آپ اس تحریز پر کے انتہائی اہم حصے کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ کیونکہ ”انا“ کی قوت کا تعین مکمل طور پر خود ایمانی کے اطاق کے درجے سے کیا جاتا ہے۔

جب خود ایمانی یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو اتنا اپنی قوت میں امداد و دہو جاتی ہے۔

انا کو زندہ اور سرگرم رہنے اور قوت حاصل کرنے کے لیے مسلسل خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ مادی جسم کی مانند انا خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسے مقصد کی قطعیت کی خوراک بھم پہنچانا ضروری ہے۔

اسے ذاتی پیش قدمی کی خوراک بھم پہنچاتے رہنا ضروری ہے۔ اسے بہتر طور پر ترتیب دیے گئے منصوبوں کے ذریعے مسلسل عمل کی خوراک پہنچاتے رہنا ضروری ہے۔

اسے جوش اورہ لوئے کا سہارا دیے رکھنا ضروری ہے۔

اسے قطعی مقصد پر مرتعز با قاعدہ توجہ کی خوراک بھم پہنچانا ضروری ہے۔

ضبط نفس کے ذریعے اس پر گرانی رکھنا اور اسے راہنمائی مہیا کرتے رہنا ضروری ہے۔

اور درست سوچ کے ذریعے اسے سہارا دیے رکھنا بھی ضروری ہے۔

کوئی بھی شخص کسی چیز یا کسی شخص پر قابو نہیں پاستا جب تک وہ اپنی "انا" پر قابو نہیں پالیتا۔

کوئی شخص اپنی امارت کا دعویدار نہیں ہو سکتا جب تک اس کے خیالات کی قوت کا زیادہ تر حصہ "غربت کے شعور" سے نمٹنے میں صرف ہوتا رہے۔ تاہم اس حقیقت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ بہت سے انتہائی دوامند افراد نے اپنے سفر کا آغاز غربت سے کیا تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ غربت اور دوسرے تمام خدشات پر قابو پایا جاسکتا ہے اور انہیں انا کے ساتھ مداخلت کرنے سے روکا جاسکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں انا اس فلسفے میں بیان کیے گئے ذاتی کامیابی کے تمام اصولوں

کے ملے جلے اثرات کو قوت کی ایک واحد اکائی میں مربوط کر دیتی ہے۔ جسے کوئی بھی فرد جو اپنی انا پر مکمل قابو یا سلطنت رکھتا ہے کسی بھی مطلوب مقصد کے حصول کے لیے مرکز کر سکتا ہے۔

ہم آپ کو یہ حقیقت تسلیم کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے اہم قوت جو آپ کو دستیاب ہے وہ قوت جو یہ تعین کرے گی کہ آیا آپ اپنی زندگی کی تمناؤں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکام، اس قوت کی نمائندگی آپ کی اپنی انا کرتی ہے۔

ہم آپ کو اس بات کے لیے بھی تیار کر رہے ہیں کہ آپ انا کے ساتھ وابستہ تمام قدیم عقائد بھی ترک کر دیں جو ان کو زگبیت، بے جا غرور اور سو قیانہ پن کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ حقیقت میں ان وہ چیز ہے جسے اگر انسان کے اندر سے بحال دیا جائے تو چند روپوں کے کہیا وی مادے باقی رہ جائیں گے جن سے اس کا جسم بنانا ہوا ہے۔

جنہی جذبات انسان کی عظیم تخلیقی قوت ہیں، یہ فرد کی انا کی اہم ترین حصہ ہیں۔ جنسی جذبات اور ان اصراف اس وجہ سے بری شہرت کے حامل ہیں کیونکہ دونوں کا اطلاع تباہ کن انداز میں بھی تعمیری انداز میں بھی ناممکن ہے۔ اور انسانی تاریخ کی ابتداء ہی سے جاہل افراد ان دونوں کا غلط استعمال کرتے آئے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تمہرے بیب یا فتہ لوگ ان کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

ایک انا پرست شخص جوانا کے پے جا اظہار سے اپنے آپ کو ایک ناگوار شخصیت کے طور پر پیش کر رہا ہوتا ہے دراصل وہ نہیں جانتا کہ انا کو کس طرح ثبت انداز میں استعمال کرتے ہوئے اس سے تعمیری کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

یعنی بازی اور نفس پرستی کے بجائے ہم اگر اپنی انا کا استعمال اپنی امیدوں، خواہشات، مقاصد، لولوں اور منصوبوں کی حمکیل کے لیے کرتے ہیں تو یہ اس کا تعمیری اطلاع ہو گا۔ وہ شخص جس نے اپنی ناکو قابو میں رکھا ہوتا ہے اس کا نصب العین

”الفاظِ نبیم عمل“ ہوتا ہے۔

عظیم بنے کی، تسلیم کیے جانے کی اور ذاتی قوت کا مالک ہونے کی خواہش ایک صحت مند خواہش ہے لیکن اپنی عظمت کا بیجا اور کھلم کھلا اظہار اس بات کی علامت ہے کہ آپ اپنی انا پر تسلط یا غلبہ حاصل نہیں کر سکے، بلکہ آپ نے اسے اجازت دے دی ہے کہ یہ آپ پر غلبہ حاصل کر لے۔ یقین کریں کہ عظمت کا اس قسم کا اظہار محض ایک چند جس میں آپ اپنے خوف اور احساسِ کمتری کو چھپائے ہوئے ہیں۔

انا اور فتنی رویہ

اپنی انا کی اصل نوعیت کو سمجھ جائیں تو آپ ماسٹر ذہن کی حقیقی اہمیت کو جان جائیں گے۔ آپ اس حقیقت کو بھی پا جائیں گے کہ آپ کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل قدر خدمات انجام دینے کیلئے ضروری ہے کہ آپ کے ماسٹر ذہن اتحاد کے ممبران آپ کی امیدوں، اہداف اور مقاصد کے ساتھ کامل اتفاق کرتے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی انداز میں بھی آپ سے اختلاف نہ رکھتے ہوں۔ وہ آپ کے اہم مقصد کے حصول کے لیے اپنی خواہشات اور اپنی شخصیات کو کامل طور پر آپ کی ماتحتی میں دینے کے لیے رضامند ہوں۔

ان کا آپ پر اور آپ کی دیانتداری پر پورا یقین ہونا ضروری ہے اور ضروری ہے کہ آپ کا احترام کرتے ہوں۔ یہ آپ کی اچھائیوں کی قدر کرتے ہوں اور آپ کی کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوں۔ ضروری ہے کہ یہ آپ کو اپنے آپ میں رہنے کا موقع دینے کو تیار ہوں اور آپ ہمہ وقت اپنے انداز سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور آخر میں یہ بات ضروری ہے کہ آپ سے کسی نہ کسی قسم کا فائدہ حاصل کرتے ہوں [جو آپ کو ان کے لیے ایسا ہی فائدہ مند بناتا ہو جیسے یہ آپ کے لیے فائدہ مند ہیں۔ آخر میں بیان کی گئی بات پر عمل نہ کرنے سے آپ کے ماسٹر ذہن اتحاد کی قوت دم توڑ جائے گی۔

لوگوں کے باہم ایک دوسرے سے تعلقات جس دینیت سے بھی ہوں ان کے باہمی میل جوں کی وجہ کوئی محرک یا محرکات ہوتے ہیں۔ کسی غیر معین یا مبہم تحریک کی بنیاد پر تعلق استوار نہیں ہو ستا۔ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکامی کی قیمت بہت سے لوگ غربت اور امارت میں فرق کی صورت میں ادا کر چکے ہیں۔

آفاقتی ”پختگی عادت“ کا قانون وہ طاقت ہے جو ان کو اپنے تسلط میں لا کر اس کو وہ مادی لباس عطا کرتی ہے جو ان خیالات کے ہم پلہ ہوتا ہے جنہوں نے اس ان کو تشکیل دیا ہوتا ہے۔ یہ قانون ان کو کوئی معیار یا مقدار مہیا نہیں کرتا بلکہ یہ محض اس کو تشکیل دینے والے خیالات کو لیتا ہے اور ان کو ان کے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کرو دیتا ہے۔

بردمی کامیابیاں حاصل کرنے والے لوگ ہمیشہ وہ ہوتے ہیں جو دانستہ طور پر اپنی اماؤں کو پالتے پوتے ہیں، انہیں شکل دیتے ہیں اور ان پر اختیار حاصل کرتے ہیں اور اپنے کام کا کوئی حصہ بھی قسم اتفاق یا زندگی کے اتار چڑھاو پر انہیں چھوڑتے۔ ہر آدمی اپنی انا کو تشکیل دینے پر اختیار رکھتا ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوتا ہے اسے اس کے بارے میں کسی کام یا تردد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک کسان کو زمین میں بیج بو دینے کے بعد اس بات کا تردد نہیں ہوتا کہ بیج کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یا اس سلسلے میں کوئی مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آفاقتی ”پختگی عادت“ کا ناقابل تبدیل قانون ہر زندہ چیز کو اس کی نسل کے مطابق دوام بخشتا ہے اور یہ اس تصویر کو جو انسان اپنی انہیں پر نقش کرتا ہے اس کے ہم پلہ عادی عنصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ کام وہ اسی قطعیت سے کرتا ہے جس قطعیت سے شاہ بلوط کے بیج سے شاہ بلوط کا درخت اگاتا ہے اور اسے سوائے وقت کے کسی بھی بیرونی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ ہم صرف ان کی دانستہ تشکیل اور اس پر اختیار

حاصل کرنے کی حمایت نہیں کر رہے، بلکہ ہم واضح الفاظ میں یہ انتباہ بھی کر رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی اپنا پاس قسم کے اختیار کے بغیر کسی میدان میں بھی ترقی نہیں کر ستا۔ اس لیے اس بارے میں کسی قسم کا شک نہیں رہنا چاہیے کہ ”پوری طرح پروان چڑھی ہوئی ان“ سے کیا مراد ہے۔ یہاں ہم منحصر طور پر ان عناصر کا ذکر کر رہے ہیں کہ جو اس کو پروان چڑھانے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

اول، آپ کو ازاں میں ایک یا زائد افراد کے ساتھ اتحاد کرنا ہو گا جو اپنے زہنوں کو آپ کے زہن کے ساتھ ایک قطعی مقصد کے حصول کے لیے مکمل ہم آہنگی کے جذبے کے ساتھ مربوط کرنے کو تیار ہوں اور یہ اتحاد مسلسل اور سرگرم ہونا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ اتحاد ایسے افراد پر مشتمل ہونا چاہیے جنکی ذہنی صلاحیتیں، تعلیم، جنس اور عمر اتحاد کے مقصد کے حصول میں مدد فراہم کرنے کے لیے مناسب ہوں۔ مثال کے طور پر اینڈریو گارنیگی کے ماسٹر ڈن اتحاد نہیں سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں سے ہر ایک اتحاد میں ایک ذہنی صلاحیت، تجربہ، تعلیم اور علم لے کر آتا تھا۔ جن کا اتحاد کے مقصد سے براہ راست تعلق تھا اور یہ اتحاد کے کسی دوسرے رکن سے میسر نہیں آ ستا تھا۔

وہم، اپنے آپ کو ساتھیوں کے اثر کے نیچے رکھتے ہوئے آپ کو ازاں کوئی قطعی منصوبہ تیار کرنا ہو گا جس کے ذریعے اتحاد کا ہدف حاصل ہو سکے اور اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ یہ منصوبہ ایک مالا جلا منصوبہ ہو ستا ہے جسے ماسٹر ڈن گروہ کے تمام ارکان کی مشترک کوششوں سے تشکیل دیا ہو۔

اگر منصوبہ غیر موثر اور نامناسب محسوس ہوتا ہے تو اس میں مناسب اضافہ کیا جانا چاہیے یا کسی دوسرے منصوبے میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک ایسا منصوبہ حاصل ہو جائے جو کام کرے۔ لیکن اتحاد کے مقصد میں کوئی تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔

سوم، آپ کو ہر ایسے شخص یا حالات سے بچنا ہو گا جن کے بارے میں ذرا سا بھی شائنبہ پایا جائے کہ اس کے اثرات سے آپ اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتے ہیں یا اپنے آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے قابل محسوس نہیں کرتے۔ ثابت انا منفی حالات میں پروان نہیں چڑھتی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حالات سے سمجھوتہ کرنے یا تاکامی کا سامنا کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ یہ عمل کامیابی کے امکان کے لیے خطرناک ثابت ہو گا۔

آپ کو اپنے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آپ پر کسی قسم کا بھی منفی اثر مرتب کر رہے ہوں ایک واضح حد بندی کرنا ہو گی اور ایسے لوگوں کے خلاف سختی کے ساتھ دروازہ بند کرنا ہو گا خواہ ماضی میں اس کے ساتھ آپ کے کتنے ہی دوستانہ اعلانات کیوں نہ رہے ہوں یا اس کے ساتھ کسی خونی رشتے کی مجبوری ہو۔

چہارم، آپ کو ہر اس خیال اور ماضی کے ہر اس تجربے کے خلاف سختی سے دروازے بند کرنا ہوں گے جس کی یاد سے آپ اپنے آپ کو کمتر یا ناخوش محسوس کرتے ہوں۔ ماضی کے ناخوشگوار تجربات کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ایک مضبوط اور جاندار انا کو پروان نہیں چڑھایا جا سکتا۔ ایک جاندار انا بھی تک حاصل نہ ہو سکنے والے اهداف کی امیدوں اور خواہشات پر پھیلیق اور پچھوٹی ہے۔

خیالات وہ تعمیری بلاکس ہیں جن سے انسانی انا تعمیر ہوتی ہے۔ آفاتی، "پختگی عادت" وہ سیمٹ ہے جو پختہ عادات کے ذریعے ان تعمیری بلاکس کو آپس میں پختگی سے جوڑتا ہے۔ جب کام ختم ہو جاتا ہے تو یہ تعمیر ہونے والی عمارت پوری تفصیل کے ساتھ ان خیالات کی ترجیحی کر رہی ہوتی ہے جو اس کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہوتے ہیں۔

پنجم، آپ کو اپنے اردو گرد تمام ممکنہ وسائل جمع کر لینے چاہئیں جو آپ کے زہن پر اس انا کی نوعیت اور مقصد کا نقش مرتب کر دیں جس کو آپ پروان چڑھا رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مصنف کو اپنے تصنیف والے کمرے کو ایسی تصاویر اور اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والے ایسے مصنفوں کی کتابوں سے مزین کرنا چاہئے جن کے کام کو وہ بہت زیادہ پسند کرتا ہو۔ اس کو ایسے تمام ذرائع بروئے کارا نے چاہئیں جو اس کی ٹھیک وہ تصویر پیش کرنے کی توقع رکھتا ہے اس کی اتنا تک پہنچا دیں۔ کیونکہ یہی تصویر وہ نمونہ ہوتی ہے جو آفاقی "چنگی عادت" کا قانون حاصل کرتا ہے اور اسے اس کے ہم پلہ مادی عناصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ششم، ایک مناسب طور پر پروان چڑھانی کی اناہر وقت فرد کے قانون میں رہتی ہے۔ انا کی اس قدر افراط نہیں ہونی چاہئے جو ان پرستی کی جانب لے جائے جس سے کچھ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں۔

انا پرستی کا اظہار و مسرول پر طاقت کے ذریعے اختیار حاصل کرنے کی مجنونانہ خواہش کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس قسم کے آدمیوں کی نمایاں مثالیں ایڈن، ببل، بیو مسو لینی اور قیصر ہیں۔

انا کو پروان چڑھاتے وقت آپ کا نصب المعنی یہ ہونا چاہئے "و کسی بھی چیز کا نہ تو بہت زیادہ اور نہ بہت کم"۔ جب لوگوں میں دوسروں پر اختیار حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے یا بہت زیادہ دولت جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کو وہ تعیری طور پر استعمال نہیں کر سکتے یا نہیں کرتے وہ خطرناک زمین پر چل رہے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی قوت اپنے آپ ہی براہتی چلی جاتی ہے اور جلد ہی قابو سے باہر ہو جاتی ہے۔

قدرت نے انسان کو سیفی والوں ہیا کیا ہوا ہے جس کے ذریعے وہ انا سے ہوانکال دیتی ہے اور جب انسان انا کو پروان چڑھاتے ہوئے حاصل حصہ دے تجوہ زکر جاتا ہے تو یہ اس کے اثر کے دباو کو کم کر دیتا ہے۔ ایمرسن اسے "قانون صلح" کا نام دیتا ہے لیکن یہ جو کچھ بھی ہے یہ ناقابل تبدیل قطعیت کے ساتھ کام کرتا ہے۔

پولین بونا پارٹ اپنی کچلی ہوتی انکے باعث اس دن مرتا شروع ہو گیا تھا جس دن اس نے ہیلینا جزیرے پر قدم رکھے تھے۔

وہ لوگ جو ایک سرگرم زندگی بسر کرنے کے بعد کام چھوڑ دیتے ہیں اور ہر قسم کی سرگرمی سے دستبردار ہو جاتے ہیں وہ عام طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد جلد مر جاتے ہیں۔ اگر وہ زندہ رہیں تو عام طور پر ایک قابلِ رحم اور ناخوش زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک صحت مندا نا وہ ہوتی ہے جو ہمیشہ استعمال میں اور قابو میں رہے۔ ہفتم، ہمیشہ آپ کے خیالات اور سعادات کے مطابق اچھی یا بُری صورت میں مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ آپ پر یہ تبدیلیاں مسلط کرنے والے دونوں صرف وقت اور آفاقی "پختگی عادت" کا قانون ہیں۔

پروان چڑھنے کے لیے وقت

یہاں میں آپ کی توجہ وقت کی اہمیت کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ آفاقی "پختگی عادت" کے عمل میں ایک اہم عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح زمین میں بوئے گئے بیج کو اگنے، پروان چڑھنے اور تنومند و رخت بننے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے، اسی طرح خیالات، خواہشات اور نظریات کو جو ذہن کی سطح پر کاشت کیے جاتے ہیں انہیں ایک حقیقی وقت درکار ہوتا ہے جس دوران آفاقی "پختگی عادت" کا قانون انہیں زندگی اور عمل عطا کرتا ہے۔

ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو بتا سکے یا درست تعین کر سکے کہ ایک خواہش کو اپنے ہم پلہ مادی شکل میں تبدیل ہونے کے لیے کتنا وقت درکار ہو گا۔ خواہش کی نوعیت وہ حالات ہیں کا اس خواہش کے ساتھ تعلق ہے اور خواہش کی شدت نامباہہ عناصر میں جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ ایک خیال کے مرحلے کو مادی مرحلے میں تبدیل ہونے میں کتنا وقت لگے گا۔

وہ قسمی کیفیت ہے "یقین" کے نام سے جانا جاتا ہے کسی خیال کو اس کی ہم پلہ

مادی صورت میں تبدیل کرنے کے لیے اس قدر سازگار ہوتی ہے کہ یہ اکثر اوقات یہ تبدیلی فوری طور پر انجام دے سکتی ہے۔

انسان جسمانی طور پر تقریباً بیس سال میں بلوغت کو پہنچتا ہے۔ لیکن ذہنی طور پر، جس کا مطلب اتنا ہے، بلوغت حاصل کرنے کے لیے اسے پہنچتیں سے سانچھ سال درکار ہوتے ہیں۔ اس حقیقت سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ کیوں لوگ شاہزادہ نادر پچاس سال کی عمر میں پہنچ کر فراہمی کے ساتھ مادی دوستیں اکٹھی کرنا یا وہ مرے میدانوں میں شاندار کامیابیاں حاصل کرنا شروع کرتے ہیں۔

وہ انا جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ ب شمار دولت اکٹھی کر سکے اور اسے برقرار رکھ سکے ایسی انا ہوتی ہے جس نے خود اعتمادی مقصد کی قطعیت، ذاتی پیش قدمی، تخیل، پرکھنے کی صلاحیت اور وہ مری خصوصیات کے ذریعے ضبط نفس حاصل کیا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی انا بھی بہتات کے ساتھ دولت حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

یہ خصوصیات وقت کے موزوں استعمال سے حاصل ہوتی ہیں۔ غور کیجیے ہم نے یہ نہیں کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ آ جاتی ہیں۔ آفاقی، "پختگی نادت" کے عمل سے ہر فرد کے خیالات خواہ منفی ہوں یا ثابت، خواہ یہ امارت کے ہوں یا غربت کے اس کی انا کے نمونے بن جاتے ہیں۔ اور یہاں ایک مستقل صورت اختیار کرتے ہیں جو اس کے رو حانی اور جسمانی مرتبے اور حیثیت کا تعین کرتے ہیں۔

کامیابی اور انا کا کردار

1929ء کی کساد بازاری کی ابتداء میں ایک چھوٹے سے بیوٹی سیلوون کی مالکہ نے اپنے کارہ بار کی جگہ پر ایک پچھا اکمرہ ایک بوڑھے شخص کو دے دیا جسے سونے کے لیے جگہ چاہئے تھی۔ اس آدمی کے پاس کوئی پیسے نہ تھے لیکن وہ کامیکس تیار کرنے کا علم رکھتا تھا۔

سیلوں کی مالکہ نے اسے سونے کے لیے جگہ دی اور اسے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنے کمرے کا کرایہ کامیکس تیار کر کے ادا کر سکے جو وہ اپنے گاہوں کے لیے استعمال کرتی تھی۔

جلد ہی دونوں میں ماٹرڈہن اتحاد پیدا ہو گیا اور انہیں معاشی اتحاد حاصل ہونے لگا۔ پہلے انہوں نے کارہ باری شرکت اختیار کی اور تیار شدہ کامیکس گھر گھر بچنے شروع کیے۔ خاتون نے خام مال کے لیے پیسے مہیا کرتی اور آدمی کام کرتا۔

چند سالوں بعد ماٹرڈہن تعلقات ان کے لیے اس قدر سودمند ثابت ہوئے کہ انہوں نے ان تعلقات کو شادی کے ذریعے مزید مضبوط بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اگرچہ ان دونوں کی عمروں میں پچھس سال کا انفاؤت پایا جاتا تھا۔

آدمی نے اپنی جوانی کا بہت زیادہ عرصہ کامیکس کے کارہ بار میں صرف کیا تھا لیکن کبھی بھی کامیابی نہ حاصل کر سکا تھا۔ نوجوان خاتون نے محض اپنے رہائشی کمرے میں بیوی سیلوں کھول رکھا تھا۔ ان دونوں کے خوشگوار ملáp نے ان دونوں کو ایسی قوت عطا کی جس کا تجربہ انہیں اپنی گزشتہ زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور وہ مانی کامیابی حاصل کرنے لگے۔

کساد بازاری کی ابتدا میں وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں کامیکس تیار کرتے تھے اور انہیں گھوم پھر کر گھروں میں فروخت کرتے تھے۔ کساد بازاری کے اختتام پر تقریباً آٹھ سال بعد وہ اپنے کامیکس ایک بڑی فیکٹری میں تیار کر رہے تھے جو انہوں نے مکمل ادا بیگل کر کے خریدی تھی۔ اور تقریباً ایک سو سے زائد ملازم و بیان کام کر رہے تھے۔ اور چار ہزار سے زائد نمائندے انکی مصنوعات پورے ملک میں فروخت کر رہے تھے۔

اس عرصے کے دوران انہوں نے میں لاکھ ڈالرا کٹھے کیے، باوجود اس کے کہ وہ کساد بازاری کے دور میں کام کرتے رہے تھے۔ جب کامیکس جیسی عیاشی کی اشیا

بچپنا قدرتی طور پر ایک مشکل کام تھا۔

اپنی باقی ماندی زندگی انہوں نے روپے پسیے کی محتاجی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ کامیابی نہیں اسی علم اور انہیں مواقعوں کے بل بوت پر حاصل کی تھی جو انہیں اپنے ماشرذہ بن اتحاد قائم کرنے سے پہلے بھی میر تھے اور دونوں ہی غربت کا شکار تھے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان وہ لوچپ افراد کے ناموں سے بھی آپ کو آگاہ کیا جائے، لیکن ان کے اتحاد کے حالات اس تجزیے کی نوعیت جو ہم اب پیش کرنے والے ہیں اس امر کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن ہم ان ذرائع کو بیان کرنے میں آزاد ہیں جنکے بارے میں وہ خیال کرتے ہی کہ یہ ان کی شاندار کامیابی کی وجہ ہیں۔ ان کے باہمی اتعالات کا باریک بینی سے مشابہ کر سکتے ہیں تا کہ حقائق کی درست تصویر پیش کرنے میں کسی قسم کے تعصباً کا شکار نہ ہو سکیں۔

ان دونوں افراد کو بہم ایک دوسرے کے قریب لانے اور ماشرذہ بن اتحاد قائم کا اصل محرك ظاہر ہے معاشی نوعیت کا تھا۔ عورت اس سے پہلے ایک مرد سے شادی کر چکی تھی جو مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے اس وقت چھوڑ کر چلا گیا تھا جب اس کا بچہ ابھی دو دفعہ پیتا تھا۔ آدمی کی بھی اس سے پہلے شادی ہو چکی تھی۔

اس بات کا معمولی ساشایہ تھی موجود نہیں کہ ان کی شادی کا محرك آپس کی محبت ہو۔ اس کا محرك صرف معاشی خوشحالی حاصل کرنے کا مشترکہ جزء تھا۔

کاروبار پر اور اس وسیع و عریض گھر میں جس میں یہ جوڑا رہا۔ اس پذیر ہے بوڑھے آدمی کو کامل تسلط حاصل ہے۔ جو کہ سنجیدگی سے یہ سمجھتا ہے کہ یہ دونوں اسی کی محنت کا نتیجہ ہیں۔

ان کا گھر بہت فتیتی اشیاء سے آراستہ ہے لیکن گھر کے ”قا اور مالک“ کی اجازت کے بغیر کسی بھی شخص کو حتیٰ کہ مہمانوں کو بھی اجازت نہیں کہ وہ پیانو کا ڈھکنا اٹھا سکیں یا

مہمانوں کے کمرے میں موجود کسی کرسی یا منند پر بیٹھ سکیں۔

ڈائینگ روم انتہائی قیمتی آرائشی فرنیچر سے مزین ہے۔ جس میں ایک لمبا ڈائنگ ٹیبل بھی شامل ہے جو شاید دعوتوں کے لیے موزوں ترین ہے، لیکن خاندان کو دوسرے کسی موقع پر بھی اسے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ ناشتے کے کمرے میں کھانا کھاتے ہیں اور میز پر کوئی ایسا کھانا نہیں رکھا جا سکتا جو آقا کی پسند کا نہ ہو۔

بانیات کی دیکھ بھال کے لیے ایک مستغل مالی مقرر ہے لیکن گھر کے مال کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ایک پھول بھی توڑنے کا مجاز نہیں۔

عام گھر یا گفتگو جو اکثر گھروں میں ہوتی ہے وہ صرف گھر کے مالک کی سخت نگرانی ہی میں ممکن ہے۔ اور کسی کو بھی اس میں مداخلت کرنے، سوال کرنے یا رائے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں، جب تک وہ خود کسی کی رائے طلب نہ کرے۔ اس کی بیوی کبھی کوئی بات نہیں کرتی جب تک اسے واضح الفاظ میں بات کرنے کو نہ کہا جائے۔ اور پھر بھی اس کی گفتگو بڑی مختصر اور بچھی تکی ہوتی ہے تاکہ کوئی بات اس کے مالک کو ناگوار نہ کرے۔

کاروبار مشترکہ ہے اور آدمی کمپنی کا صدر ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا دفتر ہے جس میں ایک ہاتھی کی مینا کاری والا میز اور بہت زیادہ گلدیے دار کرسی ہے۔

دیوار پر اسکے میز کے بالکل سامنے اس کی ایک اپنی بڑی سی تصویر آؤیزاں ہے جسے وہ بعض اوقات گھنٹوں تقریباً نگاہوں سے گھورتا رہتا ہے۔

جب وہ اپنے کاروبار کے بارے میں بات کرتا ہے خاص طور پر اس کامیابی کا ذکر کرتا ہے جو اس نے ملک کی بدترین کساد بازاری کے دور میں حاصل کی۔ آدمی کاروبار کی تمام تر کامیابی کا سہرا پنے سر باندھتا ہے اور اس سلسلے میں اپنی بیوی کا نام کبھی بھی نہیں لیتا۔

جبکہ بیوی بھی روزانہ کام پر جاتی ہے۔ اس کا کوئی دفتر یا میز نہیں جہاں وہ بیٹھ سکے۔ وہ عام طور پر کارکنوں کے درمیان ادھر ادھر گھومتی ہوئی ملتی ہے یا کسی ایک لڑکی کے پاس کھڑی ہو کر بے پرواںی کے ساتھ پیلینگ میں اس کی مدد کرتی نظر آئے گی۔ آدمی کا نام ہر اس چیز پر لکھا ہوا ہے جو فیکری سے باہر جاتی ہے اور مال تقسیم کرنے والے ٹرکوں پر اس کا نام بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا نام ہر مصنوعات کے لثر پر پر درج ہے اور ہر اشتہار میں جو شائع ہوتا ہے شامل ہے۔ بیوی کا نام کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

آدمی یقین رکھتا ہے کہ اس نے یہ کارہ بار استوار کیا ہے اور وہ ہی اس کو چلا رہا ہے اور یہ کہ اس کے بغیر یہ کارہ بار نہیں چل سکے گا۔ معاں لے کی حقیقت اس کے بالکل عکس ہے۔ اس کی انا نے یہ کارہ بار استوار کیا اور وہ ہی اس کو چلا رہی ہے۔ اور کارہ بار میں اس کی عدم موجودگی تھی ایسی ہی کامیابی یا شاید اس سے بہتر انداز میں چل سکتا ہے۔ کیونکہ اس بات کا مکمل جواز موجود ہے کہ اس کی انا کو تشکیل دینے والی اس کی بیوی ہے اور وہ یہی کام ان ہی حالات میں کسی بھی دوسرے شخص کے لیے انجام دے سکتی ہے۔

تحمل و اشمندی اور ایک مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس شخص کی بیوی نے اپنی شخصیت کو مکمل طور پر اپنے خاوند میں غم کر دیا تھا۔ اور قدم بقدم اس نے اس کی انا کو ایسی خوراک سے پروان چڑھایا جس نے اس احساس کمرتی کے تمام نشان متنا دیے تھے جو اس کی زندگی بھر کی ناکامیوں اور محرومیوں کی پیداوار تھا۔ اس نے تنوبی عمل کے ذریعے اپنے خاوند کو یہ باور کراویا تھا کہ وہ کارہ بار کا بادشاہ ہے۔

اس ہوشیار عورت کے زیر اثر آنے سے پہلے وہ جس درجے کی انا کا مالک تھی وہ فاقوں کی وجہ سے مر چکی تھی۔ اس نے اس کی انا کو دوبارہ زندگی بخشنی، اس کی پورش کی اور اس کی ملکی فطرت اور کارہ باری امیت کی عدم موجودگی کے باوجود اسے اس

طرح سے پروان چڑھایا کہ اس کی استعداد اور قوت میں حیران کن اضافہ ہو گیا۔

حقیقت میں اس کی ہر کاروباری حکمت عملی، ہر کاروباری چال اور ہر کاروباری پیش قدیمی اس کی بیوی کے فکر اور سوچ کی پیداوار تھی۔ جو اس نے اس ہوشیاری کے ساتھ اپنے خاوند کے ذہن میں نقش کر دی تھی کہ اسے خوب جھی اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ حقیقت میں وہ کاروبار کا اصل ذہن تھی اور اس کا خاوند محض ایک پر فیریب نمائش تھی۔ لیکن یہ ایک ناقابل شکست اتحاد تھا جیسا کہ انگلی نمایاں مالی کامیابیوں سے ظاہر تھا۔

جس انداز میں اس خاتون نے اپنے آپ کو مکمل طور پر پس منظر میں رکھا ہوا تھا وہ نہ صرف اس کے ضبط نفس کا ایک شاندار ثبوت تھا بلکہ اسکی بے پناہ و انش کا بھی ثبوت تھا کیونکہ غالباً وہ جانتی تھی کہ وہ تنہا کیلی یا کسی دوسرے طریقے سے یہ نتائج حاصل نہیں کر سکتی۔

اس عورت کی رسمی تعلیم و اجنبی سی تھی اور ہم وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کہاں سے اور کس طرح انسانی ذہن کی کارکردگی کے بارے میں یہ سارا علم حاصل کیا تھا۔ جس سے تحریک پا کر اس نے اپنی ساری شخصیت کو اپنے خاوند میں مدغم کر دیا تھا۔ تا کہ اس میں اس انا کو پروان چڑھا سکے جس کا وہ اس وقت مالک تھا شاید وہ فطری وجہ ان جو بہت سی خواتین رکھتی ہیں اس کے کامیاب عمل کا ذمہ دار تھا۔ جو بھی تھا اس نے مکمل کام دکھایا اور اس کے نتیجے میں اسے وہ معاشی تحفظ حاصل ہو گیا جس کی وہ خوابیاں تھیں۔

انا کی دیکھ بھال اور پالنا پوتنا

اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غربت اور امارت میں اصل فرق محض اس انا کے درمیان جو احساسِ مکتری کے غلبہ میں ہے اور اس انا کے درمیان جو احساسِ برتری کے غلبہ میں ہے فرق ہے۔ یہ بوڑھا آدمی ایک بے گھر مفلس کی موت مر گیا ہوتا اگر

ایک ہوشیار محورت اپنے ذہن کو اس کے ذہن میں مدغم کرتے ہوئے اس کی اناکو وہ خوراک مہیانہ کرتی جس کے نتیجے میں اسے دولت حاصل کرنے کی اپنی صلاحیت پر یقین مکرم پیدا ہوا ہے۔

یہ ایک وہ نتیجہ ہے جس سے کوئی فرار ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ان بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال ہے جو ثبوت کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی اناکو اسی انداز میں خوراک مہیا کرنا ہو گی اسے منظم کرنا ہو گا اور اس کا ایک واضح مقصد کی جانب موڑنا ہو گا

چابی آپ کے ہاتھ میں پتے

اب آپ کو اس فلسفے کے سترہ اصولوں میں موجود وہ سب سچھل چکا ہے جو ماشر چابی حاصل کرنے کے لیے درکار یا ضروری ہے۔

اب آپ کے پاس تمام تر عملی علم آپ کا ہے جو انسانی تہذیب کی ابتداء سے لے کر اب تک کامیاب آدمی استعمال کرتے رہے ہیں

یہ ایک مکمل فلسفہ زندگی ہے جو ہر انسان کی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اس میں تمام انسانی مسئلہ کے حل کا راز موجود ہے۔ اور یہ ایسے الفاظ اور ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ادنیٰ ترین شخص بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے آپ یہیں الاقوامی شہرت کے متنبی نہ ہوں۔ لیکن آپ اپنے آپ کو اس قدر مفید بنانے کی تمنا تو کر سکتے ہیں کہ دنیا میں کم از کم وہ مقام تو حاصل کر لیں جس کی آپ کی اناخواہ شمند ہے، اور اس قدر تمنا رکھنی بھی چاہیے۔

ہر آدمی ان لوگوں کی طرح بننے کا خواہ شمند ہوتا ہے جنہوں نے اس کی انا پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہوتا ہے۔ ہم سب نقل اتنا رنے والی مخلوق یہیں اور فطری طور پر اپنی

پسندیدہ شخصیات کی نقل اتنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک فقط

رمی رجحان ہے اور وہ آدمی حقیقت میں خوش قسمت ہے جس کی پسندیدہ شخصیت یقین محکم کا حامل انسان ہوتا ہے۔ کیونکہ عظیم شخصیات سے عشق آپ کے اندر وہ خصوصیات پیدا کر دیتا ہے جو خصوصیات ان عظیم شخصیات میں موجود ہوتی ہیں۔ آخر میں اتنا کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے لب لباب کو سمیتے ہوئے اپنی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرتے ہیں کہ انا ذہن کے اس ذرخیز باعیچے کی نمائندگی کرتی ہے جس میں قم اپنے ان تمام حرکات کو پروان چڑھا سکتے ہیں جو متحرک یقین کو ابھارتے ہیں یا اس عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اپنی اس ذرخیز زمین کو خوف، شک اور مذہب کی منفی فصل کے لیے کھلا چھوڑ دیتے ہیں جونا کافی کی طرف لے کر جاتی ہے۔

دنیا میں آپ کتنی جگہ گھیرتے ہیں یہ اب آپ کا اپنا انتخاب ہے۔ دولت کی ماشر چالی اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اخربی گیٹ کے سامنے کھڑے ہیں جو آپ کے اور آپ کی کامیابی کے درمیان حائل ہے۔ یہ گیٹ آپ کے مطالے کے بغیر آپ کے لیے نہیں کھلنے گا۔ اس فلسفے کے سترہ اصولوں کو اپناتے ہوئے آپ کو ازا ماشر چالی استعمال کرنا ہوگی۔

اب زندگی کا ایک مکمل فلسفہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو ہر انفرادی مسئلے کے حل کے لیے کافی ہے۔

یہ اصولوں پر مبنی فلسفہ ہے۔ اس کے اصولوں کے بہت سے مجموعے بے شمار نوجوانوں کو مختلف پیشوں اور میدانوں میں کامیابی سے ہمکنار کر چکے ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان سترہ اصولوں کو کامیابی کے ساتھ استعمال کیا ہو گا لیکن وہ ان ناموں سے واقف نہیں ہوں گے جو ہم نے ان کو دیے ہیں۔

کامیابی کا کوئی بھی ضروری عنصر نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہ فلسفہ ان سب کا احاطہ کرتا

ہے اور ان کو ایسے الفاظ و تشبیہات کی مدد سے بیان کیا گیا ہے جن کو لوگوں کی اکثریت سمجھتی ہے۔

یہ لمحوں مادی حقائق پر مبنی فلسفہ ہے جس میں مجرد خیالات کو شاذ شاذ کہیں کہیں استعمال کیا گیا ہے جہاں ان کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ یہ انصابی اصلاحات اور محاوروں سے پاکہ جو عام شخص کو محض پریشان کرنے کا موجود بنتی ہیں۔

اس فلسفے کا مجموعی مقصد کسی شخص کو معاشی اور روحانی دونوں طرح سے جہاں وہ کھڑا ہے وہاں سے اٹھا کر اس جگہ پہنچانا ہے جہاں وہ جانا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ فرد کو ایک خوشحال زندگی سے لطف اندھہ زہونے کے لیے تیار کرتا ہے جو کہ حقیقتاً خالق کائنات کی اصل نمائش ہے۔

یہ فلسفہ فرد کو زندگی کی دوستوں کی طرف لے جاتا ہے جن میں زندگی کی دوستوں میں سے اہم ترین بارہ دوستیں اپنے سبق تر اور حقیقی مفہوم میں شامل ہیں۔

یہ دنیا افالاطون، ستر اط، کو پنیکس، ارسطو کے زمانوں سے لے کر بیشمول اسی پائے کے دیگر عظیم مفکرین کے موجودہ دورے رالف والد و ایمرسن اور ولیم جیمز تک مجرد فلاسفوں سے بھری ہوتی ہے۔

اب دنیا کے پاس ذاتی کامیابی کا مکمل اور لمحوں فلسفہ ہے جو فرد کو ایسے عملی ذرائع مہیا کرتا ہے جس کی مدد سے وہ اپنے ذہن پر قابو پا سکتا ہے اور اسے قبضی سکون انسانی تعلقات میں ہم آہنگی، معاشی تحفظ اور خوشگوار زندگی کے حصول کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔

ایک معذرت کے طور پر نہیں بلکہ وضاحت کی خاطر میں آپ کو اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ ان سترہ اصولوں کے تجزیے کے دوران ان میں سے زیدہ اہم اصولوں کا مسلسل حوالہ دیتے ہوئے ان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ تکرار محض کافی نہیں ہے۔

یہ عمل جان بوجھ کر کیا گیا ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی تھا کیونکہ انسانوں میں عام طور پر ہر جان پایا جاتا ہے کہ وہ نئے خیالات یا پرانے حقائق کی نئی تشریحات کو جلدی قبول نہیں کرتے۔

یہ تکرار استہار اصولوں کے آپس میں باہمی اعلقات کی وجہ سے بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے زنجیر کی کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر اصول اپنے سے پہلے آنے والے اصول اور اپنے سے بعد میں آنے والے اصول کے اندر تک سراہیت کرتے ہوئے انکا حصہ ہے جاتا ہے۔

آخر میں اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ تکرار موثر معلمی کا بنیادی اصول ہے اور موثر اشتہار بازی کا اصل مغز ہے۔ لہذا نہ صرف اس کا جواز پیدا ہوتا ہے بلکہ ایسا کرنا انسانی ترقی کے ذریعے کے طور پر ضروری بھی ہے۔

جب آپ اس فلسفے کو اپنے ذہن میں سمولیں گے تو آپ لوگوں کی اس اکثریت سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے جنہوں نے ما سٹر آف آرٹس کی ڈگری میں گریجویشن کیا ہوا ہے۔ آپ بہت زیادہ مفید عمل کے حامل ہوں گے جو کہ اس دنیا کے انتہائی کامیاب انسانوں کے تجربات سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور آپ کو یہ علم ایسی صورت میں پہنچا دیا گیا ہے جسے آپ سمجھ سکتے ہیں اور استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں کہ اس علم کے درست اور مکمل استعمال کی ذمہ داری آپ کی اپنی ہے۔ صرف علم کا حصول کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اصل چیز اس کا استعمال ہوتا ہے۔

ضبط نفس

”وہ شخص جو اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کرنے کی امہیت رکھتا ہے وہ دنیا کی ہر چیز پر اختیار حاصل کر سکتا ہے جس کا وہ جائز طور پر حقدار ہے“
 (اینڈریو کارنسکی)

اب ہم ان طریقوں کا انکشاف کریں گے جس نے اپنی حیران کن کامیابیوں سے اپنے اس قول کی صداقت کو ثابت کیا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے اچھی طرح جانتے ہیں، جنہوں نے اس کے بہت نزدیک رہ کر کام کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس کے کروار کی سب سے نمایاں خاصیت یہ حقیقت تھی کہ اس نے اواکل عمری سے ہی اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کر لیا تھا۔ اور اپنے خیالات کو خود سوچنے کے فلسفی حق کا کوئی حصہ بھی کبھی ضائع نہیں جانے دیا۔ یہ کیا ہی کامیابی ہو گی اور کس قدر خوش نصیبی ہو گی کہ ہر شخص نیک نیت سے یہ کہہ سکے گا کہ ”میں اپنی تقدیر کا خود مالک ہوں، میں اپنی روح کا خود کپتان ہوں“۔

خالق کائنات بھی شاید ایسا ہی چاہتا ہے۔

ایقیناً وہ یہی چاہتا تھا ورنہ انسان کو صرف ایک قوت پر اختیار رکھنے کے حق تک محدود نہ کیا جاتا، اور وہ اس کے اپنے خیالات کی قوت ہے۔

ہم اپنی ساری زندگی جسم اور روح کی آزادی کی تلاش میں صرف کر دیتے ہیں لیکن اج سبک اکثر لوگ اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ خالق نے ایسے ذرائع مہیا کر دیے ہیں جن کی مدد سے لوگ آزاد ہو سکتے ہیں اور ہر شخص کو ان ذرائع تک رسائی مہیا کی گئی ہے۔ اور ہر شخص کے اندر آزادی حاصل کرنے کے شدید جذبے کی جو تجھکاری ہے۔

پھر کیا مجہ ہے کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی گئی جیلوں میں قید ہو کر زندگیاں بسر

کر دیتے ہیں، جب کہ دروازے کی چالی بھی بڑی آسمانی کے ساتھ ان کی رسائی میں ہوتی ہے؟ غربت کی جیل، خراب صحت کی جیل، خوف کی جیل، جہالت کی جیل۔

جسم اور ذہن کی آزادی ایک آفاقتی خواہش ہے جو ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ لیکن صرف چند لوگ ہی اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اکثر لوگ جو اس کو تلاش کر لیتے ہیں وہ ہر جگہ دیکھتے ہیں سوائے ایک اور واحد ذریعے کے جہاں سے یہ حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ان کے ”اپنے ذہن کے اندر“ موجود ہے۔

دولتوں کے حصول کی خواہش بھی آفاقتی خواہش ہے لیکن بہت سے لوگ زندگی کی حقیقی دولتوں کو دیکھنے کے بھی قابل نہیں ہو پاتے، کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگئی حاصل نہیں کر پاتے کہ تمام دولتوں ان کے اپنے ذہن سے شروع ہوتی ہیں۔

انسان اپنی ساری زندگیاں اختیار اور رشہرت کی تلاش میں صرف کر دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ دونوں کا مرچشمہ ان کے اپنے ذہن کے اندر ہے۔

ذہن کا میکاڑزم ایک منظم قوت کا گہرا نظام ہے۔ اور اس قوت کو صرف ایک طریقے سے بروئے کارایا جاستا ہے اور وہ ہے ”مکمل ضبط نفس“۔

وہ ذہن جو پوری طرح منضبط ہوتا ہے حتیٰ مقاصد پر مرکوز ہوتا ہے ایک ایسی ناقابل شکست قوت ہے جو مستغل شکست جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔ یہ شکست کو منظم کرتا ہے اور سے فتح میں بدل دیتا ہے۔ لڑھکتے ہوئے پھر وہ کو مستحکم قدموں میں تبدیل کر دیتا ہے اپنی گاڑی کو ستاروں کے ساتھ باندھ دیتا ہے اور اپنی خواہشات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کائنات کی قوتوں کو اپنی خدمت میں صاف بستہ کر دیتا ہے۔ اور وہ انسان جو ضبط نفس کے ذریعے اپنی ذات پر اختیار حاصل کر لیتا ہے اس پر کوئی دوسرا می طاقت کبھی بھی اختیار حاصل نہیں کر سکتی۔

ضبط نفس بارہ دولتوں میں سے ایک ہے، لیکن یہ ان سے بڑھ کر ہے۔ یہ تمام

وانتوں بثموں جسم اور ذہن کی آزادی، اختیار اور شہرت اور تمام مادی اشیا جنہیں لوگ دولت کا نام دیتے ہیں کے حصول کی اہم اور اولین شرط ہے۔

یہ واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے ذہن کو قطعی مقصد کے ہدف پر مریخ کر سکتا ہے یہاں تک کہ آفاتی "پختگی عادت" کا قانون اس مقصد پر تسلط حاصل کر لیتا ہے اور اسے ہم پرہ مادی عنصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ایک قطعی اہم مقصد کے استقرار میں یہ ایک راہنماؤت ہوتی ہے۔

یہ ایک ثابت قدمی کا وسیلہ ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے منصوبوں اور مقاصد کو جاری رکھنے کی عادت کو تشکیل دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی قوت ہے جس کی مدد سے سوچ کی تمام عادات صورت پاتی ہیں اور قائم رہتی ہیں حتیٰ کہ آفاتی "پختگی عادت" کا قانون انہیں اپنے تسلط میں لیتے ہوئے ان کے منطقی انجام تک پہنچاتا ہے۔

یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے ذہن پر کامل اور جامع اختیار حاصل کر لیتا ہے اور اس کا رخ ان اہداف کی طرف پھیرتا ہے جن کے حصول کی اسے تمنا ہوتی ہے۔

یہ ہر قسم کی لیدر شپ کے لیے نازر ہے۔

اور یہ ایک ایسی قوت ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے بغیر کو سازشی کے بجائے معاون اور راہنمایا پاتا ہے۔

یہ ایک پولیس میں ہے جو ذہن سے تمام خدشات کو پکڑ کر باہر پھینکتا ہے اور یقین کے اظہار کے لیے اسے استعمال کرتا ہے۔

یہ ذہن کو تصورات کے اظہار اور تخلیقی بصیرت کے لیے صاف کرتا ہے۔

یہ تذبذب اور شک کی حالت کا خاتمه کرتا ہے۔

یہ "خوشحالی کے شعور" کو پیدا کرنے اور اسے برقرار رکھنے میں فرد کی مدد کرتا ہے۔

جو مادی دلتوں کے حصول کے لیے ضروری ہے اور ”صحت کا شعور“ پیدا کرتا ہے جو کہ جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

یہ مکمل طور پر اس نظام کے ذریعے کام کرتا ہے جس کے تحت ذہن اپنے فرائض ادا کرتا ہے ابذا آئیے اس نظام کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ان عناصر کو سمجھ سکیں جن پر یہ مشتمل ہے۔

خیال کے میکانزم سے دس عناصر

ذہن دس عناصر کے ذریعے کام انجام دیتا ہے جن میں سے کچھ تو خود کار ہیں جب کہ کچھ دوسروں کو رضا کارانہ کوشش سے راہنمائی بھم پہنچانی پڑتی ہے۔ ضبط نفس اس راہنمائی کا واحد ذریعہ ہے۔

1۔ عظیم دانش:

یہ خیال کی تمام ترقوت کا سر چشمہ ہے جو خود بخود کام کرتا ہے۔ لیکن اسے مقصد کی قطعیت کے ذریعے منظم اور قطعی اہداف پر مرکز کرنا پڑتا ہے۔

”عظیم دانش“ کو ہم پانی کے ایک ایسے ذخیرے سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو کناروں سے مسلسل چھلک رہا ہو اور اس کی شاخیں چھوٹی ندیوں کی صورت میں ہر سمت جا رہی ہوں، اور تمام نباتات اور زندہ اجسام کو زندگی عطا کر رہی ہوں۔ وہ ندی جو انسان کو زندگی عطا کرتی ہے اسے خیال کی قوت بھی عطا کرتی ہے۔

انسان کے دماغ کو ہم پانی کی نوٹی سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جب اس نوٹی سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے تو یہ ”عظیم دانش“ کی نمائندگی کرتا ہے۔ ذہن خیال کی قوت خود پیدا نہیں کرتا۔ یہ محض ”عظیم دانش“ سے قوت حاصل کرتا ہے اور فرد کے جو بھی مقاصد ہوتے ہیں ان کے حصول کے لیے اس کا اطلاق کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ خیال پر اختیار اور اس کے ارتکاز کا استحقاق واحد حق ہے جس پر فرد کو مکمل اختیار عطا کیا گیا ہے۔ وہ اس کو تعمیر اور تحریک دونوں کے لیے استعمال کر سکتا

ہے۔ وہ اس کے مقصد کی قطعیت کی مدد سے کسی خاص سمیت میں مر تکز ہو ستا ہے یا ایسا کرنے کو نظر انداز کر ستا ہے۔ انتخاب اس کا اپنا ہوتا ہے۔ اس انتخاق کا استعمال صرف ضبط نفس کے ذریعے ہی ممکن ہو ستا ہے۔

2۔ شعوری ذہن

انسان کا ذہن دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک کو ”ذہن کا شعوری حصہ“ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو ”تحت الشعور کا حصہ“ کہا جاتا ہے۔ ماہرین نفیات ذہن کو پانی میں تیرتے ہوئے برف کے ایک توڑے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جس کے نوچے پانی کے اندر ہوتے ہیں اور ایک حصہ پانی کے باہر ہوتا ہے۔ پانی سے باہر نظر آنے والا حصہ شعوری حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور پانی کے نیچے والا حصہ تحضیر اور استحکام کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ ذہن کا شعوری حصہ جس سے ہم شعوری اور رضا کارانہ طور پر خیال کی قوت کو بروئے کارائتے ہیں، سارے ذہن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو ذہن سے حاصل ہونے والی قوت کا دسوائی حصہ ہے۔

تحضیر اور استحکام کے خود بخود کام کرتا ہے۔ یہ مادی جسم کی تغیر اور راستہ کے لیے تمام ضروری فرائض انجام دیتا ہے۔ دورانِ خون کے لیے دل کو وظہ کرنے کے لیے، ایک کامل کیمیائی نظام کے تخت خوراک کو جزو بدن بناتا ہے اور خوراک کو مائع حالت میں جسم کے تمام حصوں تک پہنچاتا ہے۔ لوٹ پھوٹ خلیوں کو صاف کرتا ہے اور ان کی جگہ نئے خلیے مہیا کرتا ہے۔ صحت کے لیے ضرر سماں بیکثیر یا زکو جسم سے باہر نکالتا ہے۔ زندہ اجسام کے نر اور مادہ سے حاصل ہونے والے پروٹوپلازم (پروٹوپلازم "Protoplasm" جانوروں کے جیvn بنانے والا مادہ ہے) کو باہم ملا کر نئے زندہ اجسام کو جنم دیتا ہے۔

ذہن کا تحضیر اور استحکام کے علاوہ بھی بہت سے فرائض ادا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ شعوری ذہن اور ”عظیم دانش“ کے درمیان ایک رابطے کی کریمی

کے طور پر بھی خدمات انجام دیتا ہے۔

اس کو شعوری ذہن کی لونگی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کو (ضبط نفس کے ذریعے اختیار حاصل کر کے) کھول کر ہم مزید خیال کی قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اسے ایک ایسے ذرخیز باغ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جہاں کسی بھی مطلوبہ خیال کے بچ بوئے اور پرہان چڑھائے جا سکتے ہیں۔

تحت الشعور والاحصہ کی اہمیت اس حقیقت سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ یہ ”عظیم و انش“ تک رسائی حاصل کرنے کا واحد رضا کارانہ ذریعہ ہے۔ اہنذا یہ ایک ایسا واسطہ ہے جس کے ذریعے تمام دعا میں پہنچائی جاتی ہیں اور ان کے جوابات وصول کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک ایسا واسطہ ہے جو فرد کے ”قطعی اہم مقصد“ کو اس کے ماڈی ہم پلہ عنصر میں تبدیل کرتا ہے۔ ذہن کا تحت الشعور والاحصہ خیالات کی لہروں پر عمل کرتا ہے اور ان تمام خیالات کو جو شعوری ذہن واضح اور قطعی طور پر تکمیل دیتا ہے۔ ان کے منطقی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن یہ ان خیالات کو ترجیح دیتا ہے جو جذبہ باقی احساسات سے جنم لیتے ہیں جیسے خوف کا جذبہ یا یقین کا جذبہ، اہنذا ضبط نفس سے کام لیتے ہوئے اسے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ تحت الشعور تک صرف وہ خیالات یا خواہشات پہنچائیں جن کے ذریعے ہم اپنی خواہشات اور اہداف کی تکمیل کر سکیں۔

ذہن کے تحت الشعور والاحصہ ذہن کے نمایاں اور غالب خیال کو بھی ترجیح دیتا ہے۔ وہ خیالات جو فرد خیال اور خواہش کے تکرار سے پیدا کرتا ہے۔ یہ حقیقت ”ایک قطعی اہم مقصد“ کو اپنانے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے اور مقصد کو (ضبط نفس کے ذریعے) ذہن میں ایک غالب اور نمایاں خیال کے طور پر مستحکم کرنے کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔

3- قوت ارادی کی صلاحیت

ارادے کی پختگی ایک ایسی قوت ہے جو ذہن کے تمام شعبوں پر حاوی ہوتی ہے۔ یہ سوچنے کی تمام عادات میں ترمیم کرنے، انہیں تبدیل کرنے یا ان میں توازن پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جو دل کے جذبات کو قابو میں رکھتی ہے اور ضبط نفس کی مدد سے ان کو سمٹ عطا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم اسے بورڈ آف ڈائریکٹران کے چنیر میں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔ یہ اپنے احکامات شعوری ذہن سے حاصل کرتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا حاکم تصور نہیں کیا۔

4- فہم اور عقل کی صلاحیت

یہ ذہن کے شعوری حصے کی سربراہی ہے۔ جو تمام نظریات، منصوبوں اور خواہشات کے بارے میں فیصلہ صادر کرتی ہے اور یہ کام وہ ضبط نفس کی ہدایت پر کرتی ہے۔ لیکن اس کے فعلے ارادے کی قوت سے نظر انداز کیے جاسکتے ہیں یا جذبات کی قوت سے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے، جب ارادہ اس میں مداخلت نہ کر رہا ہو۔ آئیے یہاں اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں کہ تمام درست فعلے فہم اور عقل کی صلاحیت کے مرہون منت ہوتے ہیں تاہم یا اک ایسی ضرورت جس کا خیال ہزار میں سے ایک آدمی ہی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے درست خطوط پر سوچنے والے افراد بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

ہماری زیادہ تر سوچ ہمارے سطحی جذبات پر مبنی ہوتی ہے اور اس بارے میں ہم ضبط نفس سے کوئی راہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ اور اس کا ارادے کی قوت اور عقل کی صلاحیت سے دور کاواسطہ بھی نہیں ہوتا۔

5- جذبات

جذبات ہمارے بہت سے ذہنی اعمال کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور ہمارے شعوری

ذہن میں پیدا ہونے والے اکثر خیالات کا مرکز ہوتے ہیں۔ انکی نوعیت بہت پیچیدہ ہوتی ہے اور ہمیشہ ان پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر ان میں عقلی تراویم کرتے ہوئے قوتِ ارادی سے کام لیتے ہوئے ان کی سمت کا وہ تعین نہ کیا جائے تو خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

تاہم جذبات کو حض ناقابلِ انحصار ہونے کی بنیاد پر رہنیں کر دینا چاہیے کیونکہ یہ انسانی جذبے اور وابوئے، تجھل اور تعمیری بصیرت کا سرچشمہ ہیں اور ضبطِ نفس کے ذریعے ہم ان کا رخ پھیر کر ان کو ذاتی کامیابی کے لیے ضروری عوامل میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ عقل اور ارادے کی صفاتیوں سے کام لیتے ہوئے ان میں ضروری تراویم کر کے ان کا رخ پھیر جاسکتا ہے۔

جذبات پر مکمل قابو پائے بغیر درست سوچ پیدا کرنا ممکن نہیں۔

جذبات کو قابو میں رکھنے کے لیے ان کو ارادے کے تحت اتنا ضروری ہے۔ اس طرح ہم ان کی تو اتنی کوارادے کے مطابق مطلوبہ اہداف کی طرف موڑ سکتے ہیں۔ اور ضرورت کے مطابق عقلی وائرے کو بروئے کار لاتے ہوئے ان میں مناسب ترمیم بھی کی جاسکتی ہے۔

ایک درست انداز میں سوچنے والا شخص کوئی بھی ایسے رائے قائم نہیں کرتا یا کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرتا جسے وہ پہلے ارادے اور عقل کے شعبوں کے سپرد کر کیک ان کی منظوری حاصل نہیں کر لیتا۔ وہ نے نظریات پیدا کرنے کے لیے اپنے تجھل کو جذبات کے ذریعے ابھارتا ہے، لیکن اپنے نظریات کو جنمی طور پر قبول کرنے سے پہلے ان کو اپنے ارادے اور عقل کی صفاتیوں کے ذریعے جلا جنشتا ہے۔

یہ بہت اعلیٰ درجے کا ضبطِ نفس ہے۔ طریقہ سادہ سا ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنا آسان نہیں ہے۔ اور اس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو اپنی ذاتی پیش قدمی کے بل بوتے پڑا گے بڑھتا ہے۔

بارہ دو لتوں میں سے اہم دو تین مثلاً) (1) ثبت ذہنی رو یہ (2) انسانی رشتہوں سے ہم آہنگی (3) خوف سے رہائی (4) کامیابی کی امید (5) یقین کی صلاحیت (6) تمام موضوعات کے بارے میں لکھاڑا ہن اور (7) مضبوط جسمانی صحت وغیرہ صرف تمام جذبات پر سخت کنترول کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ جذبات کو دبادیا جائے، لیکن ان پر قابو پانا اور جنمی اہداف کی جانب ان کا رخ پھیرنا ضروری ہے۔

جذبات کو ہم ایک بواہم میں موجود بھاپ سے تشپیہہ دے سکتے ہیں۔ جس کی قوت اسکے اخراج اور انہن کے میکانزم کے ذریعے اس کی سمت کے تعین پر مشتمل ہے۔ بے قابو بھاپ کسی قوت کی حامل نہیں ہوتی اور اگر اسے قابو کر بھی لیا جائے تو ضروری ہے کہ اسے کسی میکانگی آلے کے ذریعے خارج کیا جائے، جو کہ جذبات کی قوت کو قابو کرنے اور خارج کرنے کے عمل میں ضبط نفس سے مشابہت رکھتا ہے۔ سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ خطرناک جذبات یہ ہیں۔

(1) جنسی جذبہ □ (2) محبت کا جذبہ □ (3) خوف کا جذبہ
یہ وہ جذبات ہیں جو انسانی سرگرمیوں کے ایک بڑے حصے پر محیط ہیں۔ محبت اور جنس کے جذبات تخلیقی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ جب ان کو قابو میں رکھتے ہوئے سمت عطا کی جائے تو یہ تخلیل اور تخلیقی بصیرت میں بے پناہ فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ اگر ان پر قابو نہ پایا جائے اور کوئی سمت عطا نہ کی جائے تو یہ فرد کو تباہ کن حماقتوں میں ملوث کر سکتے ہیں۔

6۔ تخلیل کی صلاحیت

یہ وہ ورکشاپ ہے جہاں تمام خواہشات، نظریات، منصوبے اور مقاصد تشکیل پاتے ہیں اور ان کو حاصل کرنے کے ذریعے متین ہوتے ہیں۔ منظم استعمال اور ضبط نفس کے ذریعے تخلیل کو تعمیری بصیرت کے درجے تک پرہان چڑھایا جاستا ہے۔

لیکن تخلیاں بھی جذبات کی طرح پیچیدہ اور ناقابل انحصار ہوتے ہیں، اگر ان کو ضبط نفس کے ذریعے قابو نہ کیا جائے اور کوئی سمت یا رخ نہ دیا جائے۔ بغیر کثربول کے یہ سوچنے کی قوت کو بے مقصد، ناقابل عمل اور تباہ کن سرگرمیوں میں ضائع کر دیتے ہیں جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ بے مہار تخلی خیالی پاؤپکانے کے مترادف ہے۔

تخلی پر قابو پانے کی ابتداء واضح منصوبہ پر مبنی مقصد کی قطعیت سے ہوتی ہے۔ قابو پانے کی حکمیل ضبط نفس کی پختہ عادات سے ہوتی ہے جو خدمات کو ایک واضح سمت عطا کرتی ہے۔ کیونکہ جذبات کی قوت وہ قوت ہے جو تخلی کو عمل پر ابھارتی ہے۔

7۔ ضمیر کی قوت

ضمیر ذہن کا اخلاقی راہنمای ہے۔ اس کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ فرد کے اہداف اور مقاصد میں اس طرح سے تزمیم کرے کہ وہ فطرت کے اور انسانوں گکے اخلاقی قوانین سے ہم آہنگ ہو جائیں۔ ضمیر اس لحاظ سے عقل کا جزو اس بھائی ہے کہ یہ عقل کو اس وقت شعور اور راہنمائی مہیا کرتا ہے جب وہ شک کی حالت میں ہوتی ہے

ضمیر ایک معاف راہنمای کے طور پر صرف اس وقت کام کرتا ہے جب تک اس کا احترام کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس کی تولیت کو مسترد کر دیا جائے تو یہ ایک راہنمای کے بجائے ایک سازشی بن جاتا ہے۔ اور اکثر انسان کی تباہ کن عادت کو جواز پیش کرنے کی خدمات انجام دینے لگتا ہے۔ اہنذا ضمیر کی اس دورخی نویست کی وجہ سے فرد کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ شدید ضبط نفس کے تحت اس کی سمت کو درست رکھے۔

8۔ چھٹی جس

یہ دماغ کا ”نشریاتی آئیشن“ ہے جس کے ذریعے انسان خود بخود خیالات کی

اہریں بھیجتا اور وصول کرتا ہے۔ یہ وہ وسیلہ یا واسطہ ہے جس کے ذریعے خیالات کی تمام اہریں جنہیں ماتھا تھنکنا کہا جاتا ہے وصول کی جاتی ہیں۔ اس کا ذہن کے تحت اشوروں لے حصے کے ساتھ بڑا قریبی تعلق ہے یا شاید اس کا ایک حصہ ہی ہے۔

چھٹی حس وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے تخلیقی بصیرت کام کرتی ہے۔ یہ وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے بنیادی طور پر تمام نئے نظریات وجود پاتے ہیں اور یہ ان تمام آدمیوں کے ذہنوں کا، ہم اثاثہ ہیں جنہیں ”فُلْطِین“، ”تسلیم“ کیا جاتا ہے۔

9۔ یادداشت

یہ ذہن کی ”فالنگ کیبنت“ ہے جہاں تمام خیالات، تمام تجربات، اور احساسات جو پانچ ماڈی خواص کے ذریعے انسان کے ذہن تک پہنچتے ہیں محفوظ اور زخیرہ کیے جاتے ہیں اور یہ ان تمام خیالات کی اہروں کی ”فالنگ کیبنت“، بھی ہو سکتی ہے جو ذہن تک چھٹی حس کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ تمام ماہرین نفیات اس سے متفق نہیں ہیں۔

یادداشت پیچیدہ اور تقابل اعتماد ہوتی ہے جب تک اسے ضبط نفس کے ذریعے منظم نہ کیا گیا ہو۔

10۔ پانچ ماڈی حیات

یہ ذہن کے ماڈی باتھ ہیں جن کے ذریعے وہ بیرونی دنیا کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے وہاں سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ ماڈی حیات تقابل اعتماد نہیں ہوتیں البتہ انہیں ضبط نفس کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بھی شدید جذباتی کیفیت میں حسیں گز بڑا جاتی ہیں اور تقابل اعتماد ہو جاتی ہیں۔

معمولی قسم کی شعبدہ بازی سے پانچ ماڈی حسون کو دھوکا دیا جاستا ہے اور زندگی کے عام تجربات میں یہ ہر روز دھوکا کھاتی ہیں۔ خوف کے جذبے میں ماڈی حسیں عام طور پر دیوبنکل بھوت پیدا کر لیتی ہیں جن کا تخيّل کے علاوہ کہیں وجود نہیں ہوتا۔

اور جب خوف طاری ہو جاتا ہے تو زندگی کی کوئی حقیقت ایسی نہیں جسے یہ بڑھا چکھا کریا تو زمزہ پیش نہیں کرتیں۔

سوچنے کی عادات پر اختیار

یہاں ہم ان دس عوامل کو مختصر آبیان کیا ہے جو انسان کی تمام ذہنی سرگرمیوں میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں ذہنی ”میکازم“ کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو گئی ہیں جو واضح طور پر ان کے استعمال اور چاک بک دستی میں ضبط نفس کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہیں۔

ضبط نفس سوچنے کی عادات پر اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اور ”ضبط نفس“، کی اصطلاح دراصل خیالات کی قوت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ نفس کی تربیت دراصل ذہن ہی میں واقع ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے اثرات کا نیا جسمانی افعال سے پڑتا ہے۔

”آپ جہاں بھی ہیں اور جو بھی ہیں اپنے سوچنے کی عادات کی وجہ سے ہیں،“۔
آپ کے سوچنے کی عادات آپ کے اختیار میں ہیں۔

یہ صرف آپ کی زندگی کے حالات ہیں جن پر آپ کو کامل اختیار حاصل ہے۔ اور یہ آپ کی زندگی کے تمام حقائق میں سے سب سے مضبوط حقیقت ہے۔ کیونکہ یہ واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ آپ کا ”خالق“، اس عظیم اختیار کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ ورنہ وہ اسے واحد عنصر نہ بناتا جس پر انسان کو کامل اختیار دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں انسان کو اپنی سوچنے کی عادت پر ناقابلِ ججت اختیار دینے کا خالق کی منشائی سے بڑا ثبوت ہمیں آفاقتی ”پختگی عادت“ کے قانون سے ملتا ہے، جو کہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے عادات پختہ اور مستقل ہو جاتی ہیں۔ تاکہ عادات خود بخوبی انسان کی شعوری کوشش کے بغیر کام کرتی چلی جائیں۔

فی الحال ہماری دلچسپی صرف اس حقیقت کی طرف توجہ دلانے تک محدود ہے کہ اس

شاندار میکانزم ہے ”ذہن“، کہا جاتا ہے، خالق نے بڑی سادگی سے اسے ایک ایسا ڈھنگ سکھا دیا ہے جو سوچ کی تمام عادات پر قابو پا کر انہیں خود بخود اظہار کی قوت عطا کرتا ہے۔

ضبط نفس ایک ایسا اصول ہے جس کی مدد سے فرد اپنے مقاصد اور اہداف سے ہم آہنگ خیالات کے نمونے رضا کارانہ طور پر تشکیل دے سکتا ہے۔

انسان کو حاصل یہ رعایت بھاری ذمہ داری کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ واحد رعایت ہے جو کسی بھی دوسرے غیر سے بڑھ کر اس بات کا تعین کرتی ہے کہ کوئی فرد اپنی زندگی میں کس مرتبے یا حیثیت کا حامل ہوگا۔

اگر ایک فرد ایسی عادات تشکیل دینے میں ناکام ہوتے ہوئے جو زندگی کے قطعی اہداف کو حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوں، اس رعایت سے غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے تو پھر وہ حالات زندگی جن پر اسے خود کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا اپنا کام دکھاتے ہیں۔ اور یہ حالت ایک انتہائی کمپرسی کی حالت ہوتی ہے۔

ہر انسان عادات کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ کچھ عادات اس نے خود اپنائی ہوتی ہیں اور کچھ دوسرا یعنی رضا کارانہ ہوتی ہیں۔ یہ اس کے خذشتات اس کے شکوہ، اس کی پریشانیوں، اس کے اندیشوں، اس کے لائق، اس کی توہم پرستی اس کے حسد اور اس کی نفرت سے تشکیل پاتی ہیں۔

ضبط نفس واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے کوئی شخص اپنی عادات کو قابو میں رکھتے ہوئے کوئی رخ دے سکتا ہے یہاں تک کہ آفاقی ”پختگی عادت“ کا قانون ان کو اپنے تسلط میں لے لے اور انہیں خود کار اظہار کی صلاحیت سے نواز دے۔ اپنے خیالات کو بڑی احتیاط اور غور کے ساتھ پرکھیں کیونکہ یہ آپ کے رہنمی، جسمانی اور روحانی مقدار کی کلید ہے۔

آپ اپنے سوچنے کی عادات کو اپنی ضروریات کے مطابق ڈھال سکتے ہی، اور ان

کی مدد سے اپنی زندگی کے کسی بھی مطلوبہ ہدف کو آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔ یا پھر آپ اپنی زندگی کے ان حالات کو جن پر آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے اپنی عادات تشكیل دینے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اور یہ عادات آپ کو ناگزیر طور پر زندگی کے دریا کی ناکامی میں پہنچادیں گی۔

آپ زندگی سے جس چیز کی توقع رکھتے ہیں اپنے ذہن کو اس کے مطابق تربیت دے سکتے ہیں اور بالکل وہی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ یا پھر آپ ان چیزوں کے بارے میں خیالات پر اس کی پروش کر سکتے ہیں جو آپ پسند نہیں کرتے اور یہ آپ کو وہی کچھ مہیا کرے گا۔ آپ کے سوچنے کی عادات اس خوراک پر پروان چڑھتی ہیں جس پر آپ کا ذہن پروش پاتا ہے۔

یہ بات اتنی ہی حقیقی ہے جتنی کہ رات کے بعد دن کا آتا۔

آپ اپنی زندگی کو جس رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اپنے ذہن کو اسی کے مطابق ہم آبنگ بنانا ہوگا۔

اپنے ارادے کی پوری قوتوں کو بروئے کارائیں اور اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول حاصل کریں۔ یہ آپ کا ذہن ہے۔ اسے آپ کی خواہشات کی تجھیل کے لیے ایک ملازم کے طور پر آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور آپ کی مذثا اور تعاون کے بغیر کوئی دوسر ا شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا میا اس پر معمولی سا بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔

جب ایسے حالات جن پر آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں آپ کو گھیرنا شروع کر دیں اور آپ پر قافیہ تنگ کر دیں تو اس بات کو یاد رکھیں۔ اور اس وقت بھی اس بات کو یاد رکھیں جب خدشات، شکوک، اور پریشانیاں آپ کے ذہن کے اضافی بیڈروم میں بر احتمان ہونا شروع ہو جائیں۔ اور جب غربت کا خوف آپ کے ذہن کے اس حصے پر قبضہ جمانا شروع کر دے جو ”خوشحالی کے شعور“ سے بھرا ہوا ہونا چاہیے تھا تو

بھی اس حقیقت کو مدنظر رکھیں۔

اور یہ بات بھی ہرگز نہ ہو لیں کہ یہ صرف اور صرف نفس کا طریقہ ہے جس کی مدد سے آپ اپنے ذہن پر مکمل قابو پاسکتے ہیں۔

آپ کو خالق کائنات نے ایک کیڑے کے طور پر پیدا نہیں کیا کہ آپ اپنی ساری عمر مٹپ پر ریگتے ہوئے بسر کر دیں۔

اگر آپ کیڑے ہوتے تو آپ کی جسمانی ساخت ایسی نہ ہوتی کہ آپ بجانے اپنی دوناں گلوں پر کھڑے ہو کر چلنے کے پیٹ کے بل رینگ رہے ہوتے۔ آپ کا جسمانی ڈھانچہ اس طرح سے تشكیل دیا گیا ہے کہ آپ سیدھا کھڑے ہونے اور چلنے پھر نے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور آپ اس بلند ترین کامیابی کے حصول کے لیے فاسدے طے کرنے کی امیت رکھتے ہیں جس کو حاصل کر لینے کا آپ پختہ ارادہ کر لیں۔ پھر اس سے کم حیثیت پر مضمون ہو جانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ آپ اپنے خالق کے عطا کردہ انمول تخفیٰ یعنی اپنے ذہن کی قوت کے استعمال میں الاعلاقی اور لاپرواںی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیوں اس کی بحیرتی کر رہے ہیں۔

اپنی ااز وال ہنی قوت کو استعمال کریں

انسانی ذہن کی پوشیدہ قوتوں کا درست اندازہ لگاتایا ان کا مکمل احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

لیکن یہ راز روزاً زل سے لے کر راج تک نہیں کھل سکا کہ انسانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنی دنیاوی زندگی میں اپنی قسمت اور تقدیر کو تشكیل دینے کے لیے ان عظیٰ قوتوں سے کیوں کام نہیں لیتی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ ان کو نظر انداز کرتے ہوئے لاپرواںی کے ساتھ غربت اور بے چارگی کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

انسانی ذہن کا تخت الشعور والا حصہ ایک ایسا دروازہ ہے جس سے گزر کر ہمارا ذہن، “عظیم دانش”， تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور اس دروازے کی ساخت ایسی ہے

کہ اس ذہنی کیفیت کی مدد سے جسے ہم ”یقین“ کے نام سے جانتے ہیں یہ دروازہ انسانی سے کھوا جا ستا ہے اور ”عظیم دانش“ کے لازوال ذخیرے کو ہم رضا کارانہ طور پر پانے مقاصد کی تخلیل کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

انسانی زہن کو تخلیل کی صلاحیت سے نواز آگیا ہے جس کی مدد سے ہم اپنی امیدوں اور مقاصد کو مادی حقیقوں میں تبدیل کرنے کے لیے نئے راستے اور زرائع تلاش کر سکتے ہیں۔

اس کو خواہش اور رجد بے جسمی تحریکی صلاحیت سے نواز آگیا ہے جس کی مدد سے ہم اپنے منصوبوں اور مقاصد کو تحریک بھم پہنچا سکتے ہیں۔ اس کو ارادے کی قوت سے نواز آگیا ہے جس کی مدد سے منصوبے اور مقاصد وہ ان کو یقینی طور پر حاصل کیا جا ستا ہے۔

اس کو یقین کی صلاحیت عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے ارادے اور عقل کی صلاحیتوں پر قابو پایا جا ستا ہے جبکہ دماغ کی مکمل مشینی ”عظیم دانش“ کی راہنمائی قوت کے سپرد ہو جاتی ہے۔ اور چھٹی جس کے ذریعے یہ دوسرے ذہنوں کے ساتھ براہ راست تعلق ”ماسٹر زہن“ کے اصول کے تحت) کے لیے تیاری پکڑ لیتا ہے، جس سے وہ اپنی استعداد کار میں اضافے کے لیے دوسرے ذہنوں سے ایسی تحریکی قوتیں حاصل کر لیتا ہے جو بڑے موڑ انداز میں تخلیل کی صلاحیت کو تحریک بخشتی ہیں۔

اس کو عقل کی صلاحیت عطا کی گئی ہے جس کی مدد سے حقائق اور نظریات کو مفروضوں، نظریات اور منصوبوں کی شکل میں مجتمع کیا جا ستا ہے۔

اس کو سیلی پیتھی کے ذریعے دوسرے ذہنوں تک اپنے خیالات اور نظریات پہنچانے کی قوت عطا کی گئی ہے۔

اس کو اتحر اج اور استنباط کی قوت عطا کی گئی ہے جس کی مدد سے یہ ماضی کا تجزیہ کرتے ہوئے مستقبل کے بارے میں درست پیش گوئی کر ستا ہے۔ اس حقیقت

سے ہمیں اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے کہ مغلکرین آگے دیکھنے کے لیے پچھے کی جانب کیوں دیکھتے ہیں۔

اسے اپنے خیالات کی نوعیت پر انتخاب، ترمیم اور اختیار کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ اسی طرح انسان اپنی مرضی کے مطابق اپنا کردار تشکیل دے سکتا ہے جو کسی بھی مطلوب نمونے میں فٹ بیٹھتا ہو۔ اور اسے اپنے ذہن پر غالب خیالات کی نوعیت کا تعین کرنے کا بھی اختیار حاصل ہوتا ہے۔

اس کا ایک ایسا شامدار فائناںگ نظام مہیا کیا گیا ہے جہاں یہ اپنے تمام خیالات کو جن کا یہ وقت فرما طہار کرتا ہے وصول کرتا ہے، محفوظ رکھتا اور ضرورت پر نے پر مہیا کرتا ہے۔ اس فائناںگ نظام کو ”یادداشت“ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ شامدار نظام خود کار طریقے پر آپس میں متعلقہ خیالات کی اس طرح سے درجہ بندی اور فائناںگ کرتا ہے کہ ایک خیال کو یاد کرنے سے اس سے تعلق رکھنے والے سارے خیالات یاد آ جاتے ہیں۔

اس کو جذبے کی قوت سے نواز آ گیا ہے جس کی مدد سے یہ جسم کو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مطلوب عمل کے لیے متحرک کر سکتا ہے۔

اسے رازداری اور خاموشی سے کام کرنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔ اس طرح ہر قسم کے حالات میں خیالات کے انفاؤ کو یقینی بنایا گیا ہے۔

اسے طبیعتی اور ما بعد الطبیعتی دونوں میدانوں میں یعنی اندر و نی اور بیرونی دنیا کے تمام موضوعات پر علم حاصل کرنے، اسے منظم کرنے، محفوظ کرنے اور اس کی تربیل کی لاحدہ و صلاحیت سے نواز آ گیا ہے۔

یہ ایک مضبوط جسمانی صحت کو قائم رکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے اور ظاہری طور پر جسمانی بیماریوں کے علاج کا یہ واحد ذریعہ ہے وہ مرے تمام ذرائع شخص معافیت بھم پہنچاتے ہیں۔ اور یہ جسم کو درست حالت میں رکھنے کے لیے اس کو پہنچنے والے

نقصانات کی تلاشی کے لیے ایک مکمل نظام کا حامل ہے اور یہ نظام خود کا طریقہ پر کام کرتا ہے۔

یہ ایک خود کا طریقہ سے دل کو چلتے ہوئے رکھتا ہے جس کے ذریعے دو ران خون جسم کے ہر حصے میں خوراک پہنچاتا ہے اور جسم کے گندے مادوں اور مردہ خلیوں کو اٹھا کر بخنا نے لگاتا ہے۔

اس کو ضبطِ نفس کی طاقتِ عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے یہ کوئی سی بھی مطلوبہ نادت تشكیل دے سکتا ہے اور اسے قائم رکھتا ہے یہاں تک کہ آفاقی ”پختگی نادت“، کے قانون کے تحت یہ انسانی فطرت کا ایک مستقل حصہ بن جاتی ہے۔

یہ ملاقات کا ایک مشترکہ میدان ہے جس میں انسان ذہن کے تحت الشعور والے حصے کی مدد سے ”عظیمِ دانش“، کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتا ہے۔

یہ ہر نظری، ہر تھیار، ہر مشین اور ہر میر کا نکلی اختراع کا واحد خالق ہے جو انسان نے اس مادی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے اپنی سہولت کی خاطر ایجاد کی ہے۔

یہ تمام خوشیوں، تمام مصالب اور ہر طرح کی غربت اور امارت کا، خواہ ان کی نویجت کچھ بھی ہو، واحد ذریعہ ہے۔ ان میں سے جو چیز بھی خیالات کی صورت ذہن پر تسلط حاصل کر لیتی ہے یہ اسی اظہار کے لیے اپنی تو انہیاں وقف کر دیتا ہے۔

یہ تمام انسانی تعلقات اور انسانوں کے باہمی روابط کا ذریعہ ہے یعنی جس طرح بھی اس سے کام لیا جائے اسی کے مطابق یہ تمام دوستیوں کا معمدار اور تمام دشمنیوں کا خالق ہے۔

اس میں تمام بیرونی حالات اور کیفیات کے خلاف مزاحمت کرنے اور اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اگرچہ یہ نمیشہ ان پر کنشروں حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ کسی بھی قسم کی عقلی حد بندیوں کو قبول نہیں کرتا (سوائے ان حدود کے جو قوانین قدرت سے متصادم ہیں) لیکن سوائے اس حد بندی کے جسے یقین میں کمی کی وجہ

سے فرد خود اپنے اوپر عائد کر لے۔ حقیقت میں ”ہر وہ چیز جس کا ذہن آصور کر سکتا ہے اور یقین کر سکتا ہے ذہن اس کو حاصل کر سکتا ہے“۔

یہ اپنی مرض سے ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ کسی بھی قسم کی حوصلہ شکنی سے اس قدر متاثر نہیں ہو سکتا جس کی تلاشی ممکن نہ ہو۔

یہ نیند کے ذریعے عارضی فراموشی میں استاکر چند گھنٹوں کے اندر اپنے آپ کو نئے سرے سے کام کے لیے تازہ دم کر سکتا ہے۔

اسے جتنا زیادہ قابو میں رکھا جائے، قطعی مقاصد کی طرف اس کا رخ موڑا جائے، اس کا رضا کارانہ استعمال کیا جائے یہ اتنا ہی زیادہ مخصوص طور قابل اعتبار ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ آواز کو موسیقی میں تبدیل کر سکتا ہے جو انسانی جسم اور روح کے لیے سکون اور آرام کا بلا عنث بنتی ہے۔

یہ انسانی آواز منہ سے بھی کم عمر سے میں دنیا کے گرد بھیج سکتا ہے۔

یہ وہاں گھاس کی دوپتیاں اگا سکتا ہے جہاں اس سے قبل صرف ایک پتی آگئی تھی۔ یہ ایسا پر تنگ پر لیں تیار کر سکتا ہے جس کے ایک سرے پر کاغذ کا رمل چڑھا دیا جاتا ہے اور دوسرے سرے پر چند سینئر میں مکمل طبع شدہ اور مجلد کتاب حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ پانی کو بھاپ کی طاقت میں اور بھاپ کو بجلی کی طاقت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ حرارت کے درجہ کو مرضی کے مطابق قابو میں رکھ سکتا ہے اور دیا سلامی کی بلکل سی رگڑ سے آگ پیدا کر سکتا ہے۔

لبی کی آن توں سے بنی ہولی تانت پر سے گھوڑے کی دم کا ایک بال کھینچنے سے موسیقی پیدا کر سکتا ہے۔

یہ ستاروں کے مقامات کا مشاہدہ کر کے زمین پر درست محل و قوع کا تعین کر سکتا ہے۔

یہ قانون کشش ثقل کو گام ڈال سکتا ہے اور اس سے ناقابل شمار طریقوں سے انسانوں اور حیوانوں جیسا کام لے سکتا ہے۔

یہ ہوا کی جہاز تعمیر کر سکتا ہے ج سینکڑوں افراد کو اپنے پیٹ میں اٹھا کر چند گھنٹوں میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی مشین تیار کر سکتا ہے جو انسانی جسم سے روشنی کو گزار سکتی ہے اور بغیر کسی نقصان کے ہڈیوں اور زرم لشوز کی تصویر لے سکتی ہے۔

یہ غیر معمولی بصیرت کا حامل ہے جس کے ذریعے یہ ان مادی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے جو مو جو نہیں یا نگنی آنکھ سے نظر نہیں آ سکتیں۔

یہ جنگلوں کو صاف کر سکتا ہے اور صحرائوں کو پیداواری خلکتا نہیں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ سمندر کی لہروں کو گام ڈال سکتا ہے اور ان کو مشینیں چلانے کے لیے تو انہی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ ایسا شیشہ بنایا سکتا ہے جو تو فنا نہیں اور درختوں کے گودے سے کپڑے تیار کر سکتا ہے۔

یہ ایسی مشین تیار کر سکتا ہے جو جھوٹ کا کھون اکاٹ سکتی ہے۔

یہ کسی دائرے کی قوس سے چھوٹے سے نکلے سے اس دائرے کی بالکل درست اور بالکم و کاست پیاس کر سکتا ہے۔

یہ کبی میاہی مادوں سے رہا تیار کر سکتا ہے۔

یہ انسانی آنکھ کی مدد سے بغیر ٹیلی ویژن کے ذریعے کسی بھی مادی چیز کی تصور یہ دوبارہ پیدا کر ستا ہے۔

یہ سورک کی روشنی کی شعاع کا تجزیہ کر کے 93000000 میل دوسرے جم، وزن اور مادی اجزاء کا درست تعین کر ستا ہے۔

یہ ایسی میکانکی آنکھ تیار کر ستا ہے جو ہوا نی جہاز یا آبدوز یا کسی بھی دوسرے مادی جسم کی سینکڑوں میل دوڑ موجودگی کا پتا لگا ستا ہے۔

یہ کسی بھی خواراک کو اس طریقے سے پیک کر ستا ہے کہ یہ الحدودت کے لیے محفوظ ہو جائے۔

شیشے کے ایک ٹکڑے اور سلواسیڈ کی پئی کی مدد سے کسی بھی مادی حرکت کی تصور یہ کو محفوظ کر ستا ہے اور دوبارہ پیش کر ستا ہے۔

یہ ایک مشین اور مومن کے ایک ٹکڑے کی مدد سے کسی بھی آواز کو بثموں انسانی آواز سے محفوظ کر ستا ہے اور دوبارہ اسی صورت میں پیدا کر ستا ہے۔

یہ ایک ایسی مشین تیار کر ستا ہے جو ہوا میں زمین پر اور پانی کے نیچے سفر کر سکتی ہے

یہ ایک ایسی مشین تیار کر ستا ہے جو گھنے ترین جنگلوں میں درختوں کو کاشتے ہوئے اپنا راستہ اس طرح بناسکتی ہے گویا ہدایتی کے کھیت ہوں۔

یہ ایسا بیچہ تیار کر ستا ہے جو ایک منٹ میں اتنی مٹی اٹھایتا ہے جو دس آدمی سارے دن میں اٹھا سکیں۔

یہ زمین کے شمالی اور جنوبی حصوں کے مقنایی قطبین کی، قطب نما کی مدد سے، باکل درست جگہ کا تعین کر ستا ہے۔

انسانی ذہن بہت زیادہ طاقت و را اور عظیم ہے۔ یہاں بھی ایسے کارنا مے انجام دے ستا ہے اور دے گا جنکے سامنے ماضی کی تمام ترقیات اور کامیابیاں بہتر معمولی نظر

آنے لگیں گی۔

منفی خیالات بتاہی کی جانب لے کر جاتے ہیں

ذہن کی اس بے پناہ قوت کے باوجود لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتی اور وہ ایسے خدشات اور مشکلات جو شخص ان کے اپنے تصور کی پیداوار ہوتی ہیں، خائف ہوتے ہیں، اور ایک بے جا خوف کے سامنے میں اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہوتے ہیں۔

انسانیت کا سب سے بڑا شمن خوف ہے!

ہم دولت کی فراوانی حاصل ہونے کے باوجود غربت سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

اس کے باوجود کہ قدرت نے ہمیں ایک ایسے خوش مدیر نظام سے نوازا ہے جس کے تحت ہمارا مادی جسم خود کا طریقے سے اپنی حالت کو برقرار رکھتا ہے، نقصانات کی تلاشی کرتا ہے اور اپنے آپ کو صحت مند حالت میں برقرار رکھتا ہے، ہم خرابی صحت سے خائف رہتے ہیں۔

ہم تلقید سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہم پر تلقید کرنے والا کوئی سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا سوائے ان کے جن کو ہم نے خود ہی اپنے تصور کے منفی استعمال کے جنم دیا ہوتا ہے۔

ہم اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت سے محروم ہو جانے کے خیال سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا اپنا کردار یا رہ یہ محبت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے جس کا اظہار ہم عام انسانی تعلقات میں کرتے ہیں۔

ہم بڑھاپ سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہمیں اسے داش اور فہم کے ایک ذریعے کے طور پر قبول کرنا چاہیے۔

ہمیں آزادی سے محروم کا خوف ہوتا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ آزادی دوسروں کے ساتھ ہم آہنگ تعلقات کا معاملہ ہے۔

ہم موت سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ناگزیر ہے اس لیے ہمیں اس پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

ہم ناکامی سے خائف ہوتے ہیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ہرنا کامی اپنے ساتھ اپنی ہم پلہ کامیابی کے بیچ لے کر آتی ہے۔

اور ہم آسمانی بجلی سے خوفزدہ تھے جب تک اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کرنے والے فرنگیں، آئیں اور ان جیسے چند دیگر غیر معمولی افراد نے یہ ثابت نہیں کیا کہ آسمانی بجلی طبعی قوت کی ایک شکل ہے جسے قابو کیا جاسکتا ہے اور انسانی مفادات میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بجائے یقین کے ذریعے اپنے ذہنوں کو "عظیم و انش" سے راہنمائی مہیا کرنے کے لیے کھو لئے کے ہم اپنے ذہنوں کو بے جا خوف اور خدشات پر منی ہر قسم اور ہر درجہ کی اپنی ہی عالم پا بندیوں کے ذریعے بند کر لیتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ انسان زمین پر ربنتے والی دوسری تمام قسم کی زندہ مخلوق پر حاوی ہے پھر بھی ہم اپنے اروگر و نظر نہیں دوڑاتے اور فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندوں اور جنگلوں میں گھومتے ہوئے جانوروں سے سبق نہیں سمجھتے کہ ایک آفاتی منصوبے کے تحت ان تمام جانداروں کو رزق اور زندگی بسرا کرنے کی دوسری سہولیات میسر ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو تمام خدشات کو بے بنیاد اور احتمانہ ثابت کرنیکے لیے کافی ہے۔

ہم مواقعوں کی عدم موجودگی کا شکواہ کرتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کر کے انہیں استعمال کیا ہے ان کے خلاف واویا کرتے ہیں اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ ہر انسان جس کو ایک صحمند اور مضبوط ذہن عطا کیا گیا ہے اسے یہ حق اور اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر اس مادی چیز کو حاصل کر سکے جس کی اسے ضرورت ہے یا وہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔

ہم مادی تکالیف سے خالف ہوتے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ یہ تکالیف ایک آفاقی زبان ہے جس کے ذریعے انسان کو ان براہیوں اور خطرات سے آگاہ کیا جاتا ہے جن میں درستگی کی ضرورت ہے۔

اپنے خوف اور خدشات کی بنابریم اپنے خالق کے حضور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے دعا کرتے ہیں جنہیں ہم خود بھی طے کر سکتے ہیں اور کرنا بھی چاہیے۔ اور پھر جب ہمیں مطلوب نتائج حاصل نہیں ہوتے تو اپنا یقین کھو دیتے ہیں (اگر یقین کی کوئی کرن ہم میں موجود تھی تو) اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ ہمیں اپنے خالق کے سامنے ان فیاضانہ فعمتوں کے لیے شکریہ کی دعا کرنی چاہیے جو اس نے ہمیں ہماری احمد و دینی استعداد کی صورت میں عطا کی ہیں۔

ہم گناہ کے بارے میں باعث کرتے ہیں اور خطبے دیتے ہیں، لیکن یہ سمجھنہیں سکتے کہ سب سے بڑا گناہ اس ”داش کل خالق“ پر یقین کا فتنہداں ہے۔ اتنا اپنی اس مخلوق کو ان فعمتوں سے نوازا ہے جو دنیاوی ماں باپ اپنے بچوں کو مہیا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہم نے اپنی ایجادات کو تباہ کن تھیاروں میں بدل دیا ہے اور ان کے استعمال کو ”جنگ“ کے نام پر جائز قرار دے رکھا ہے۔ اور پھر قدرت کا ”قانون تلافی“ اس کا معادضہ قحطوں اور کساد بazarیوں کی صورت میں ادا کرتا ہے تو احتجاج کرتے ہیں اور رہتے پڑتے ہیں۔

ہم بے شمار طریقوں سے جن کا ذکر بیہاں ممکن نہیں اپنی ذہنی قوت کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ اس قوت کو ضبط نفس کے ذریعے قابو کر کے ہم اسے اپنی ضروریات کے حصول کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی ساری زندگی بھوسہ کھاتے ہوئے اور اناج کو پہنچانکے ہوئے بسر کر دیتے ہیں۔

درست انداز میں سوچنے کا فن

خطبہ نفس کے تجزیے کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے، جس کا تعلق مکمل طور پر سوچ کے میکانزم سے ہے، آئینے سوچ کے حوالے چند معروف حقائق اور عادات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم درست انداز میں سوچنے کے فن پر عبور حاصل کر سکیں۔

1 - ہر سوچ (خواہ ثابت ہو یا منفی، اچھی ہو یا بدی، درست ہو یا غلط) اپنے آپ کو اپنے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کرنے کا رجحان رکھتی ہے۔ اور وہ یہ کام منطقی اور ذہنی ذرائع سے فرد میں مطلوب مقاصد حاصل کرنے کے لیے خیالات، منصوبے اور ذرائع کے حصول کا جز بے ابھار تھے ہوئے انجام دیتی ہے۔

جب کسی دیے گئے ہدف کا خیال عادت بن جاتا ہے اور آفاقتی "چنگی عادت" کا اصول اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے تو ذہن کا تخت الشعور حصہ کسی بھی ذہنی و سیلے کی مدد سے جو حاصل ہو ستا ہوا سے اسکے منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لیے حرکت میں آ جاتا ہے۔

اغوی طور پر یہ درست نہیں ہو گا کہ "خیالات چیزیں ہوتے ہیں"، لیکن یہ بات با اکل درست ہے کہ خیالات تمام اشیا کو وجود میں لاتے ہیں اور جو چیزیں یہ پیدا کرتے ہیں وہ حیران کن حد تک خیالات کے ان نمونوں کی نقل ہوتی ہیں جن سے یہ تنشیل پاتی ہیں۔

کچھ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ہر سوچ یا خیال جو فرد چھوڑتا ہے اس سے ہر دل کا ایسا نہ ختم ہونے والا سلامہ شروع ہو جاتا ہے جس سے بعد میں اس خیال کے خالق کو مقابله کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہ انسان خود بھی اس خیال کا مادی عکس ہے جسے "عظیم دانش" نے جنم دیا ہے اور مادی شکل عطا کی ہے۔

بہت سے لوگ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ قوت کی مدد سے انسان سوچتا ہے، "عظیم دانش" ہی کے ایک چھوٹے سے حصے کی عکاس ہے جو دانش کے آفاقتی ذخیرے سے

دماغ کے ہتھیار کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔ ابھی تک اس اعتقاد کے خلاف کوئی مضبوط انظر یہ پیش نہیں کیا جاسکا۔

2- ضبط نفس کے اطلاق سے سوچ پر اثر انداز ہوا جاتا ہے اس پر اختیار حاصل کیا جاتا ہے اور مطلوب مقصد کے حصول کے لیے مناسب عادات کو پڑھان چڑھا کر سوچ کی بیت میں تبدیلی پیدا کر کے اس کارخ مطلوب مقصد کی طرف موڑ جاتا ہے۔

3- خیالات کی قوت (ذہن کے تحت الشعور والے حصے کی مدد سے) جسم کے ہر خلیے پر کنٹرول رکھتی ہے۔ مردہ خلیوں کو تبدیل کرتی اور زخمی خلیوں کی مرمت کرتی ہے۔ جسم کے اعضا کو ایک منظم انداز میں عادت کے طور پر کام کرنے میں ان کی مدد کرتی ہے اور بیماریوں کے خلاف دفاع کرتی ہے جسے عام طور پر ”جسمانی مراحمت“ کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تمام کام ایک خود کار نظام کے تحت انجام پاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کوئی مصنوعی طریقے سے بھی متحرک کیا جاتا ہے۔

4- انسان کی تمام کامیابیوں کی ابتداء سوچ کی صورت میں ہوتی ہے جو کہ منصوبوں، اهداف اور مقاصد میں منظم ہو کر جسمانی عمل کے حوالے سے اپنا اظہار کرتی ہے۔ ہر قسم کا انسانی عمل نوبنیادی حرکات میں سے کسی نہ کسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

5- ذہن کی تمام ترقوت ذہن کے دو حصوں شعور اور تحت الشعور کے ذریعے کام کرتی ہے۔ شعوری حصہ فرد کے اپنے کنٹرول میں ہوتا ہے اور تحت الشعور کے حصے کو عظیم داش کنٹرول کرتی ہے جو کہ شعوری ذہن اور عظیم داش کے درمیان مواصلات کے ویلے کے طور پر کام کرتا ہے۔

چھٹھی حصہ ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے کنٹرول میں ہوتی ہے اور یہ چند مقررہ اصولوں کے تحت خود بخود کام کرتی ہے لیکن اس سے شعوری ذہن کی ہدایات کے مطابق بھی کام لیا جاتا ہے۔

6۔ ذہن کے شعوری اور تخت الشعوری دونوں حصے پختہ عادات کے رویں میں کام کرتے ہیں۔ اور فرد کی سوچنے کی عادات کے مطابق اپنے آپ کو ہم آہنگ صفحہ نمبر ۲۲۳ تک۔

صفحہ نمبر ۲۲۱ سے۔ آگے۔

ایسی عادات تشكیل دے کر جن پر فرد کنٹرول حاصل کر سکے، ذہن پر بند ریج کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔ عادت کی ابتدا ذہن میں ہوتی ہے، لہذا اس مسلک کو روزانہ وہر ادا مخصوص قسم کی عادات کے سلسلے میں، جو ذہن کے چھ مکملوں کو پروان چڑھانے اور کنٹرول کرنے کے لئے ضروری ہیں، فرد کو عادت کا شعور عطا کرتا ہے۔

محض ان مکملوں کے نام دہرانے کا عمل بھی اہم اثرات کا حامل ہے۔ اس عمل سے فرد کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے، کہ یہ مکمل موجود ہیں، اہمیت کے حامل ہیں، اور سوچ کی عادات کو تشكیل دے کر ان پر کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ ان عادات کی نوعیت خبط نفس کے معاملے سے فرد کی کام یا بی یا ناکامی کا تعین کرتی ہے۔

کسی بھی شخص کی زندگی میں وہ دن اہمیت کا حامل ہے، جس دن اسے اس حقیقت کا علم ہوتا ہے، کہ اس کی ساری زندگی میں ناکامی یا کام یا بی کا اعلق زیادہ تر جذبات پر اس کے کنٹرول کا معاملہ ہے،

پیشتر اس کے فرداں حقیقت سے آگاہ ہو، ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے جذبات کی موجودگی اور نوعیت سے آگاہی حاصل کرے۔ جو بہت سے لوگ اپنی زندگی میں حاصل نہیں کر سکتے،

امریکہ میں گم نام شرایبوں کے نام سے ایک اتحاد قائم ہوا تھا، جس کی ممبر شپ

پورے ملک میں پھیلی ہوتی ہے، یہ لوگ تقریباً ہر شہر میں مقامی ما سڑذہن گروپس کی شبک میں کام کرتے ہیں، اور یہ لوگ ایک دوسرے کو شراب کی تباہ کاریوں سے بچاتے ہیں، ان گروپس کے جو نتائج سامنے آتے ہیں، وہ کسی مجزے سے کم نہیں ہیں۔

یہ لوگ مکمل طور پر ضبط نفس سے کام لیتے ہیں، اور ضبط نفس کے ذریعے سے کام کرتے ہیں۔

یہ لوگ جو دوائی استعمال کرتے ہیں، وہ آج تک انسانی علم میں آنے والی سب سے طاقت و ردوائی ہے۔ یہ انسانی ذہن کی قوت پر مشتمل ہے، جسے ایک واضح مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ مقصد شراب نوشی کا خاتمه ہے۔

یہ ایک ایسی کامیابی ہے، جو فرد کو انسانی ذہن کی طاقت سے بخوبی آگاہ کرتی ہے۔ اگر ذہن شراب کے نشے کا علاج کر سکتا ہے، تو پھر یہ یقیناً غربت، خراب صحت، خوف اور خود کر دہ دکا علاج بھی کر سکتا ہے۔

گمنام شرابی اس لئے کامیابی حاصل کر رہی ہے، کیونکہ اس کے ممبر ان اپنی دوسری ہستیوں سے متعارف ہو رہے ہیں، یعنی وہ نظر نہ آنے والی ہستیاں جو سوچ کی قوت پر مشتمل ہیں۔ یہ وہ قوتیں ہیں، جو انسان کے اندر موجود ہیں، اور تا ممکن جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتیں۔

یہ تنظیم بھی دوسری تمام اچھی قوتوں کی طرح زندہ رہے گی، یہ تنظیم آخر کار اپنا دائرہ کار شراب کے نشے سے آگے بڑھا کر دوسری معاشرتی برائیوں کا خاتمه بھی اپنے قطعی مقصد میں شامل کر لے گی۔ مثلاً خوف اور غربت کی برائی، ہزاری صحت اور نفرت کی برائی اور خود غرضی کی برائی وغیرہ۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ آخر کار، گمنام شرابی،، اس فلسفے کے سترہ اصولوں کو اپنالے گی، اور اس کے فوائد تنظیم کے ہر ممبر کو پہنچائے گی، جیسا کہ اس

کے کچھ ممبران ہیں۔ یہ کام پہلے ہی حیران کن نتائج کے ساتھ انجام دے چکے ہیں۔ یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے، کہ دشمن کی پہچان کر لینا دشمن کو ادھمی شکست دے دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

اور اس حقیقت کا اطلاق ان دشمنوں پر بھی ہوتا ہے، جو فرد کے ذہن کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ اور ان دشمنوں پر بھی جواس سے باہر کام کر رہے ہوتے ہیں، اور اس کا خاص طور پر اطلاق، منفی جذبات جیسے دشمنوں پر ہوتا ہے۔

جب ان دشمنوں کی شناخت ہو جاتی ہے، تو پھر فرداً قریباً اشوری طور پر ضبط نفس کے ذریعے ایسی عادات اپنا شروع کر دیتا ہے، جن کی مدد سے ان کا خاتمه کیا جا سکے۔

یہی دلیل ثابت جذبات کے فوائد پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس فائدے کو شناخت کر لیا جائے، وہ ایسا فائدہ ہوتا ہے جسے آسانی سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ثبت جذبات سودمند ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ذہن کی متحرک قوت کا حصہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اس وقت سودمند ثابت ہو سکتے ہیں، جب ان کو منظم کر کے قطعی اور تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ اگر ان پر اس طرح سے کنٹرول حاصل نہ کیا جائے، تو یہ بھی کسی دوسرے منفی جذبے کی طرح خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

ان کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ ضبط نفس ہے۔ جس کا سوچنے کی عادات کے ذریعے ایک منظم اور رضا کارانہ اطلاق کیا گیا ہو،

مثال کے طور پر یقین کے جذبے کو لے لیں،

یہ جذبہ دوسرے تمام جذبوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ یہ صرف اس وقت مددگار ثابت ہوتا ہے، جب اسے مقصد کی قطعیت پر بنی تعمیری اور منظم عمل کے ذریعے

استعمال کیا جائے۔

یقین بغیر عمل کے بے کار چیز ہے، کیونکہ اگر اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو یہ مخفی جائیں آنکھوں سے خواب دیکھنے کا عمل بن کر رہ جاتا ہے۔

ضبط نفس ایک ایسا وسیلہ ہے۔ جس کے ذریعے مقصد کی قطعیت کا ثابت قدمی کے ساتھ اطلاق کرتے ہوئے یقین کے جذبے کو تحریک دی جاسکتی ہے۔

ضبط نفس کی ابتدا یہی عادات استوار کرنے سے ہوئی چاہیئے، جواراوے کی قوت کو تحریک دیں، کیونکہ یہی، انا ہے، قوت ارادی کا مسکن، جہاں فرد کی خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح خواہش اور یقین کے جذبات یقیناً آپس میں ناتارکھتے ہیں۔

جہاں کہیں بھی ایک شدید خواہش موجود ہوتی ہے، وہاں یقین کی گنجائش بھی موجود ہوتی ہے، جو کہ بالکل خواہش کی شدت کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ دونوں کا ایک دائمی تعلق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو تحریک دیں تو دوسری خود بخوبی تحریک پڑلاتے گی،

منظلم عادات کے ذریعے ایک کو کنٹرول کریں، اور اس کو کوئی خاص سمت عطا کریں ہتو دوسرا خود بخوبی کنٹرول ہو جائے گا، اور سمت اختیار کر لے گا۔

یہ اعلیٰ درجہ کا ضبط نفس ہے۔

تجھمن ڈسراہی کو بعض لوگ انگلینڈ کا سب سے عظیم وزیر اعظم خیال کرتے ہیں۔ اس نے یہ اعلیٰ ترین رتبہ مخفی مقصد کی قطعیت سے پیدا ہونے والی قوت ارادی کے بل بوتے پر حاصل کیا تھا۔

اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک مصنف کی حیثیت سے کیا، لیکن وہ اس میدان میں زیادہ کامیابی نہ حاصل کر سکا۔

اس نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں شائع کیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی

عوام کو زیادہ متاثر نہ کر سکی۔ اس میدان میں ناکام ہوتے ہوئے اس نے اپنی شکست کو کسی دوسرے میدان میں زیادہ چیلنج کے طور پر قبول کیا۔

پھر وہ سیاست میں اس عزم کے ساتھ داخل ہوا، کہ وہ دور دراز تک پھیلی ہوئی سلطنت برطانیہ کا وزیر اعظم بنے گا۔

۱۸۳۷ء میں میڈسٹون سے، پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوا، لیکن پارلیمنٹ میں اس کی پہلی تقریر کو مکمل طور پر ناکام تصور کیا گیا۔

دوبارہ اس نے اپنی شکست کو ایک مرتبہ پھر کوشش کرنے کے چیلنج کے طور پر قبول کیا۔ میدان کو چھوڑنے کا سوچے بغیر اس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اور ۱۸۵۸ء میں دارالعوام کا میدر بن گیا۔ بعد میں محکمہ مالیات کا چانسلر منتخب ہوا، ۱۸۶۸ء میں اس نے اپنے اہم قطبی منتصد کو حاصل کر لیا، اور ملک کا وزیر اعظم منتخب ہو گیا،

یہاں اسے شدید مخالفت کا سامنا ہوا، جو کہ اس کے استعفی پر منج ہوئی۔ لیکن اس نے اپنی وقت شکست کو ہرگز اپنی ناکامی تصور نہ کیا، اور دوبارہ کوشش شروع کر دیں، اور یوں دوسری مرتبہ وزیر اعظم منتخب ہو گیا، جس کے بعد وہ سلطنت کا عظیم معمار بن گیا۔ اور اس نے بہت سی سمتیوں میں نمایاں کام یابیاں حاصل کی،

اس کی سب سے بڑی کامیابی شاید نہ سویز کی تعمیر تھا۔ یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس نے سلطنت برطانیہ کو بے مثال معاشی فوائد سے سرفراز کیا۔

اس کی تمام تر کامیابیوں میں ضبط نفس کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ اپنی کام یابیوں کا خلاصہ ایک جملے میں بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تھا، کامیابی کا راز منتصد میں ثابت قدم رہنا ہے۔

جب آگے بڑھنا ناممکن ہو جاتا تو دُسری اپنی قوت ارادی سے اس کی پوری گنجائش تک کام لیتا، اس کی اس قوت ارادی نے اسے عارضی ناکامیوں کے دوران

قائم رکھا، اور اسے کامیابی کی منزل تک لے آئی۔

انسان کی زندگی میں سب سے خطرناک مقام یہی ہوتا ہے۔ جب ان کے لئے آگے بڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، تو وہ اکثر اوقات ماہیوں کے عالم میں میدان چھوڑ جاتے ہیں۔ جب کہ ان کے اور ان کی کامیابی کے درمیان صرف مزید ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہوتا ہے۔

جب زندگی میں مخالف قوتوں میں عردوچ پر ہوتی ہیں۔ اس وقت قوت ارادی کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اور ایسی ہر ہنگامی صورت حال کے لئے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ضروری قوت ارادی صرف ضبط نفس کے ذریعے ہی مہیا ہو سکتی ہے۔

آن جسمانی تھیوڈور روز ولٹ اس صورت حال کی مزید ایک مثال ہے۔ جب انسان اپنی تمام تر محرومیوں کے باوجود کامیابی کے حصول کے لئے اپنی قوت ارادی کو استعمال کرتا ہے۔

اپنی جوانی کے آغاز میں وہ مزمون دے اور کمزور نظری کے باعث شدید محرومیوں کا شکار تھا، اس کے دوست اسکی صحت یا بی کے بارے میں کمکل طور پر ماہیوں ہو چکے تھے۔ لیکن اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا، کیونکہ وہ ضبط نفس کی قوت سے آگاہی حاصل کر چکا تھا۔

وہ مغرب کی جانب چلا گیا، اور کھلے آسمان تک کام کرنے والے ایک سخت جان گروہ پ میں شامل ہو گیا۔ اور اس نے اپنے آپ کو ضبط نفس کے ایک قطعی نظام کے تحت رکھا۔ جس کے نتیجے میں اس نے اپنے جسم اور ذہن کو مضبوط اور صحت مندر بنایا۔ کچھ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ لیکن اس نے ان کی بات کو بھی مسترد کر دیا۔

اپنی صحت کے حصول کے لئے اس جدوجہد کے دوران اس نے اپنی ذات پر ایسا ضبط اور کنٹرول حاصل کر لیا تھا، کہ وہ مشرق کی جانب واپس گیا، سیاست میں داخل

ہوا، اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ کامیابی حاصل کرنے کے اس کے پختہ ارادے نے اسے امریکہ کا صدر بنادیا۔

وہ لوگ جو اسے قریبی طور پر جانتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اس کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا پختہ ارادہ تھا۔ جو شکست کو بھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اسے مزید ج دوجہد کے لئے ایک چیلنج تصور کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اسکی اہمیت، اس کا تجربہ کسی صورت بھی ان لوگوں سے زیادہ نہ تھا، جو اس کے اردوگرد موجود تھے۔ اور ایسی ہی خصوصیت کے حامل تھے، لیکن ان کے بارے میں عموم بہت کم جانتی ہے۔ یا باکلی ہی بے خبر ہے۔

جب وہ صدر تھا تو کچھ آرمی افسر نے اس کے ایک حکم کے بارے میں شکایت کی، جو اس نے انہیں جسمانی طور پر صحت مند ہونے کے لئے دے رکھا تھا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس نے جو حکم دے رکھا ہے، اس کے مطلب کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ وہ گھوڑے کی پیچھے پر سوار ہو گیا، اور آرمی افسرز کو اپنے پیچھے آنے کے لئے کہا، اس نے ورجینا کی نامہوار سڑکوں پر ایک سو میل کا سفر کیا، جب کہ آرمی آفیسرز کو اس کے ساتھ قدم ملانے میں شدید مشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس تمام تر جسمانی عمل کے پیچھے وہ پر عزم ڈھنن تھا، جو کسی بھی جسمانی محرومی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور یہی ذہنی عزم و ایک بادشاہی میں اس کی تمام تر سر گرمیوں سے منعکس ہوتا تھا۔

ایک فرانسیسی مہم نے نہر پانامہ تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن ناکام ہو گئی تھی۔ تھیوڑور روزویلت نے کہا کہ، نہر، تعمیر کی جائے گی، اور اسی وقت اس نے عمل پر اپنے یقین کو ثابت کرنے کے لئے کام شروع کر دیا، اور نہر تعمیر ہو گئی۔

ذاتی قوت حاصل کرنے کے لئے پختہ عزم میں لپٹی ہوتی ہے۔ لیکن اس سے صرف ضبط نفس کے ذریعے کام لیا جاستا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی

اور ووسر ایسا وسیلہ موجود نہیں جو اس قوت کو تحریک کر سکے۔

راہبرد لیونس سٹیون سن اپنی پیدائش کے وقت بہت نازک سا بچہ تھا، اس کی صحت اس قدر کمزور تھی کہ وہ سترہ سال کی عمر تک اپنی پڑھائی بھی ٹھیک طور پر نہ کر سکا۔ 23 سال کی عمر میں اس کی صحت اس قدر خراب ہو گئی کہ اس کے ڈاکٹروں نے اسے انگلینڈ سے باہر بھیج دیا۔

پھر اس کی ملاقات اپنی پسند کی ایک خاتون سے ہوئی، وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

اس کے لئے اس کی محبت اتنی شدید تھی کہ اسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ اگر چہ اس کا مادی جسم اس قدر کمزور ہو چکا تھا، کہ اس کے لئے چنانچہ رنا بھی وہ بھر تھا۔ وہ لکھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس نے دنیا کو ایسا ادب دیا جو میں الاقوامی سطح پر ایک شاہ کار تسلیم کیا جاتا ہے۔

محبت کے اسی جذبے نے اور بھی لوگوں کو پرواز خیال عطا کی، اور انہوں نے اس دنیا کو خوب صورت اور بہتر بنانے میں اپنی خدمات شامل کیں۔

اسی طرح چارلس ڈکنز نے اپنی ناکام محبت کو ادبی شہ پاروں میں تبدیل کر دیا۔ جو آج بھی لاکھوں لوگوں کو گرماتے ہیں۔ اپنی پہلی محبت میں ناکامی پر محض مایوسی کے جھکڑوں میں اڑ کر بکھر جانے کے اس نے اپنے غم کو تحریر میں بدل دیا۔ اس طرح اس نے اپنے ذہن کی کھڑکیاں اس ناخوشنگوار تحریر کے خلاف سختی سے بند کر دیں، جن کھڑکیوں کے رستے بہت سے لوگ فرار ہو کر اپنے فرض سے غافل ہو جاتے ہیں۔

اپنے دھکوں، پریشانیوں، اور مایوسیوں پر قابو پانے کا ایک ناقابل شکست اصول ہے، اور وہ ہے اپنی جذباتی پریشانیوں اور مایوسیوں کی مابینیت کو ایک قوت میں تبدیل کر کے اسے ایک واضح اور قطعی مقصد کے حصول کے لئے استعمال میں لانا۔ یہ ایک ایسا اسول ہے، جس کا ثانی کوئی ووسر اصول نہیں ہے۔

اور اس قوت کا راز ضبط نفس میں پوشیدہ ہے۔

جسمانی اور ذہنی آزادی اور معاشی تحفظ اس ذاتی پیش قدمی کا نتیجہ ہے۔ جس کا اظہار ضبط نفس کے ذریعے کیا گیا ہو، ان آفاتی خواہشات کو حاصل کرنے کا اور کوئی دفعہ اراستہ موجود نہیں۔

باقی ماندہ سفر آپ نے تنہا طے کیا ہے، اگر آپ ان بداعیات پر جو میں نے دی ہیں، درست ذہنی رویے کے ساتھ مکمل عمل کریں گے تو کامیابی کی کلیداں آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اب میں آپ کو انتہائی اہمیت کی حامل دنیا کی سب سے بڑی حقیقت سے روشناس کروانے جا رہا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ دولتوں کی ماہر چابی مکمل طور پر اس عظیم طاقت پر مشتمل ہے، جسے انسان سوق کی طاقت کے نام سے جانتا ہے۔

شدید ضبط نفس کے ذریعے اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول حاصل کرتے ہوئے آپ اس ماہر چابی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

ضبط نفس آپ کو اپنے ذہنی رویے پر کنٹرول حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔ آپ کا ذہنی رو یہ آپ کو زندگی کے تمام تر حالات پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہو گا۔ ہر شکست، ہر ناکامی، اور ہر مصیبت کو اس کے ہم پلہ اثاثے میں تبدیل کر دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ثابت ذہنی رو یہ زندگی کی بارہ دولتوں میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔

اس لئے اب یہ آپ پر پوری طرح عیاں ہو جانا چاہیے کہ دولتوں کی عظیم ماہر چابی محض وہ ضبط نفس ہے جو آپ کو اپنے ذہن پر مکمل اور جامع کنٹرول حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے،

با انکل جہاں آپ اس وقت کھڑے ہیں، وہیں سے ابتداء کریں، اور اپنے آپ کے مالک بن جائیں، ابھی ابتداء کریں اور اپنی اس بستی کو ختم کر ڈالیں، جس نے

آج تک آپ کو غربت اور محتاجی میں پھنسائے رکھا۔ اور اپنی وہ سری ہستی کو
پھچانیں، اور گلے لگا نہیں، جو آپ کو ہر وہ چیز دے سکتی ہے، جس کی خواہش آپ کے
دل میں پیدا ہو،

یاد رکھیں سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر آپ کو مکمل اختیار حاصل
ہے، وہ آپ کا اپنا ذہنی رہ یہ ہے۔
کیونکہ یہی تمام دلوں کی ماسٹر چالی ہے۔

----- اختتام -----